

فتاویٰ نوریہ

فیہام ابوالنیر محمد نور الدینی شمس العلماء

مشتمل بر تصانیف و تالیفات

دارالعلوم حقیقیہ فریدیہ بصیرت پور

ضلع اوکاڑا

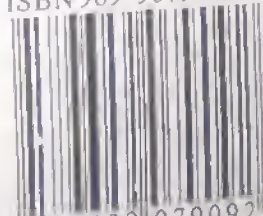
فقاویٰ نوریہ	-----	کتاب
چہارم	-----	جلد
فقیر اعظم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی رحمہ اللہ	-----	تصنیف
(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری	-----	ترتیب
جمادی الاخریٰ ۱۴۱۰ھ / جنوری ۱۹۹۰ء	-----	اشاعت اول
محرم الحرام ۱۴۰۹ھ / مئی ۱۹۹۸ء	-----	اشاعت دوم
جمادی الاخریٰ ۱۴۲۶ھ / جولائی ۲۰۰۵ء	---	اشاعت سوم
جمادی الاخریٰ ۱۴۳۰ھ / جون ۲۰۰۹ء	---	اشاعت چہارم
۶۱۶	-----	صفحات
	-----	مطبع
شعبہ تصنیف و تالیف	-----	ناشر
دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور (اوکاڑا)		

۲۵۰ روپے

قیمت

۱۹۵۰/-

ISBN 969-9079-09-2



9 789699 079092

نویسنہ = بشیر بزرگ دہلوی
۵۵ / ۵۴ / ۵۵
جمادی الاول ۱۴۳۱ھ





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

كشف اللوحى الجمال

حسنه محمد خضال

صلى الله عليه وسلم

نور السمع والابصار
والله اعلم

يَسْتَفِيقُونَكَ ط

قُلِ اللَّهُ

يَفْتِكُمْ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَلَا تَكْفُرْ بِاللَّهِ نُبُوًّا وَلَكِنْ يَكْفُرْ بِالنَّبِيِّينَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

فتاویٰ نور

جلد چہارم

تصنیف

شیخ الحدیث فقیر غفر مولانا الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب النعمی اداوی علیہ الرحمۃ
بانی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

ترتیب و تدوین

استاذ الفقہ و الحدیث حضرت مولانا علامہ الحاج محمد محب اللہ صاحب نوری مدظلہ
مستمر دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

ناشر

شعبہ تصنیف و تالیف دارالعلوم حنفیہ فریدیہ

بصیر پور، ضلع اوکاڑہ

نقش آغاز

حجۃ الاسلام سیدی حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی شہرہ آفاق تصنیف ”فتاویٰ نوریہ“ کی چوتھی جلد عرصہ سے نایاب تھی، اب اللہ رب العزت (جل جلالہ و عم نوالہ) کے لطف و کرم اور اس کی توفیق و عنایت سے جدید ایڈیشن پیش خدمت ہے۔

پہلی تین جلدیں طہارت، نماز، مساجد، زکوٰۃ، عشر، رویت ہلال، روزہ، اعتکاف، حج، رضاءت، نکاح، طلاق، ظہار، زنج، حلال و حرام، جانور، قربانی، عقیقہ، تعزیر اور خط و اباحت وغیرہ ابواب پر مشتمل ہیں۔۔۔۔۔ جب کہ پانچویں اور چھٹی جلد میں عقائد، تفسیر، حدیث اور متفرق ابواب سے متعلق فتوے ہیں۔

زیر نظر جلد سرقہ (چوری)، دیت و قصاص، بیوع (خرید و فروخت)، ربو (سود)، رہن (گروی)، دعویٰ، ثبوت نسب، حق پرورش، وصیت اور فرائض (احکام میراث) وغیرہ مسائل سے متعلق انھارہ ابواب و کتب پر مشتمل ہے۔۔۔۔۔ مجموعی طور پر اس جلد میں 190 استفتاءات شامل کیے گئے ہیں۔

بلاشبہ فتاویٰ نوریہ میں ہزاروں احکامات و جزئیات کی تفصیل موجود ہے۔ اس ایڈیشن میں سائز کی تبدیلی کے علاوہ ہر کتاب کے آغاز میں مختصر تعارف پیش

کیا گیا ہے، جس سے موضوع کے بارے میں ایک اجمالی خاکہ قاری کے ذہن نشین ہو جاتا ہے۔

کتاب الفرائض میں چند ابواب کا اضافہ کر کے اس کی داخلی ترتیب کو بہتر بنایا گیا ہے، نیز آخر میں فرست اخذ و مراجع کے ساتھ آیات و احادیث کی فہرستوں کا بھی اضافہ کر دیا گیا ہے۔ جنسین عزیزم مفتی محمد لطف اللہ نوری نے بڑی جانفشانی سے مرتب کیا ہے، پروفیسر ظلیل احمد نوری (لاہور) نے صاحب فتاویٰ پر مضمون قبضہ کیا، مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری نے پروف ریڈنگ میں حصہ لیا، مولانا شاہ محمد ہشتی نے کتابت کی، مولانا عزیز احمد نوری نے انیس اس کام کے لئے مسعود رکھا، جب کہ عزیزم صاحبزادہ محمد فیض المصطفیٰ نوری نے کمپوزنگ، بیسننگ اور جملہ طباعتی امور بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیے، مولانا محمد یوسف نوری (بہاولپور) نے ان کا ہاتھ بنایا۔



اللہ تعالیٰ جل و علا جملہ معاونین کو اجر عظیم سے نوازے اور فتاویٰ نوریہ کے علمی و نقی نور سے اہل ایمان کے قلوب و انہام کو مستنیر فرمائے۔

امین معاذ اللہ و بئس صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ اجمعین

(صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری

20 محرم الحرام 1410ھ

17 مئی 1998ء



فہرست

14 تا 13

بیرست کس و احوال

50 تا 15

بیرست مسائل

71 تا 51

سیدی فقیه اعظم

72

قطعه از حوض محمد الطاهر فقیر

596 تا 73

فوائد نوریه

602 تا 599

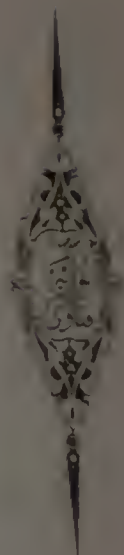
بیرست آیات کریمه

606 تا 603

بیرست حدیث مبارکه

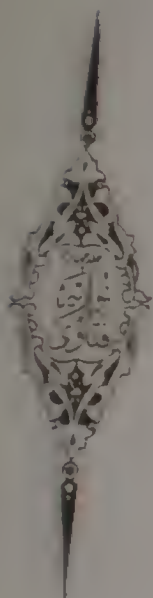
615 تا 607

بیرست مآخذ و مراجع



فهرست کتاب و ابواب

75	کتاب السرقة
93	کتاب الدية و القصاص
115	کتاب البيوع
155	کتاب الربو
179	کتاب الرهن
201	کتاب الدعوى
225	باب ثبوت النسب
237	باب حصانة الولد
245	کتاب الوصايا



261

كتاب الفرائض

273

باب ذوى الفروض

347

باب العصابات

393

باب ذوى الارحام

407

باب العول

419

باب الرد

427

باب التصحيح

505

باب المناسخة

587

باب مسائل الشتى



فہرست

مسائل فتاویٰ نوریہ

کتاب السرقۃ

- 1 تعارف کتاب السرقۃ 79 تا 84
- 2 عملیات کے ذریعے چوری کا ثبوت شرعاً معتبر نہیں ہے۔ 86
- 3 عیار لوگ اپنی جیبیں پر کرنے کے لئے مختلف ہتھکنڈوں سے فساد برپا کرتے ہیں۔ 86
- 4 بعض عقاقیر و حیوانات میں ایسے خواص ہیں کہ ان کے استعمال سے آگ اثر نہیں کرتی۔ 86
- 5 ایسے عاملوں سے چوری دریافت کرنے والوں کی چالیس دن کی نمازیں قابل قبولیت نہیں رہتیں۔ 86
- 6 مالیت سرقۃ میں مدعی و مدعی علیہ کے اختلاف کی صورت میں ایک استفتاء کا جواب۔ 88
- 7 چور پر لازم ہے کہ چوری کردہ تمام مال اور نقدی واپس لوٹائے۔ 88
- 8 جو شخص کسی کا نقصان کرے، اس پر ضمان پڑتی ہے۔ 89

اگر سی وجہ سے چور کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں تو مال
مسروقہ ضائع ہو جانے کے باوجود بھی اس پر ضمان لازم

89 - 91

89

ہے۔
مانع ضمان صرف قطع ید ہے۔

چور، چوری کے اقرار کے بعد پھر جائے تو قطع ید نہیں مگر

89

ضمان لازم ہے۔

قطع ید کی صورت میں ضائع شدہ مال از روئے قضاء

89

معاف ہے۔

مستہم بالسرقة کو تیس (30) درے لگا کر بری سمجھنے کا قانون

91

کسی فقہی کتاب میں نہیں ہے۔

91

حکومت کو مالٹ و حکم کننا عجیب ہے۔

91

مالٹ کے لئے فریقین کی رضامندی ضروری ہے۔

91

پولیس کو ”حکومت“ کننا خوش فہمی ہے۔

خرد برد کیا ہوا مال قطع ید کے بعد بھی دیا نہ دینا پڑتا ہے

91

مفتی ہی فتویٰ دے۔

کتاب الدیہ والقصاص

99 تا 107

تعارف کتاب الدیہ والقصاص

18

110

دماغ تک پہنچنے والے زخم کو آمہ کہتے ہیں۔

19

110

ایسے زخم میں ایک تہائی دیت ہے۔

20



دیت کے طور پر دی جانے والی اونٹنیوں کی تفصیل۔ 21

نقدی کی صورت میں دیت ایک ہزار دینار سونا یا دس ہزار 22

درہم چاندی ہے۔ 110

یہودی سے بد فعلی کرنے والے کو قتل کرنے سے خاوند قاتل 23

پر دیت یا قصاص لازم ہے یا نہیں؟ 111

بد کاری میں مشغولیت کے عین موقع پر قتل کی اجازت 24

ہے۔ 113

کتاب الیہوع

تعارف کتاب الیہوع 125 تا 119 25

قرض گندم جائز ہے۔ 127 26

گندم شرعاً مکین ہے لہذا قرض یا گندم سے مبادلہ کی 27

صورت میں تول سے جائز نہیں ہے۔ 128

یدابید کی قید سے قرض کی ممانعت سمجھنی نہایت ہی بے جا 28

ہے۔ 128

یدابید کی قید بیع میں ہے تو خواہ مخواہ اس وجہ سے قرض کو 29

ممنوع قرار کیوں دیا جائے۔ 129

اگر یدابید کی قید سے قرض گندم کو ناجائز کیا جائے تو 30

روپیہ اشرفی وغیرہ کا قرض بھی حرام ہو جائے گا۔ 129

بیع کی تعریف۔ 129 31

قرض کی تعریف۔ 129 32



- 129 قرض در حقیقت ایک خاص قسم کی عاریت کا نام ہے۔
- 130 لفظ عاریت سے بھی قرض ثابت ہو جاتا ہے۔
- 130 واپسی قرض در حقیقت مبادلہ نہیں ہے۔
- 130 مستقراض الحطہ کے فتوے پر حضرت شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی کی تصدیق۔
- 132 موزونات ذوات الامثال ہیں۔
- 132 زیور مثل ہے۔
- 132 مضر تبعض موزونات کا ذوات الامثال نہ ہونا عام استثناء نہیں ہے۔
- 132 صنعت عباد سے ہونا مثلی ہونے کے منافی نہیں ہے۔
- 132 درہم و دانیر کی تبعض مضر یونہی صنعت عباد سے بھی ہیں مگر اجماعاً مثلی ہیں۔
- 133 ذوات القیم اور مثلیات کے بارے میں شامی کے الفاظ۔
- 133 اختلاف زمانہ کی وجہ سے نرخ کا مختلف ہونا مثلیت کو مضر نہیں ہے۔
- 133 وکیل امین ہوتا ہے۔
- 135 وعدہ کی وفا بھی ضروری ہے۔
- 135 لامانہم و عہم رمع میں امانت و عہد کے عموم کا بیان۔
- 135 منافق کی تین نشانیاں۔
- 135 صدہا آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ رعایت امانات و عہد نہایت ضروری ہے۔



136	امانت میں خیانت موجب ضمان ہے۔	49
136	شرط موکل کا اعتبار ضروری ہے۔	50
136	عند القدرة جس، دلیل غصب اور موجب ضمان ہے۔	51
138	شریک شرعا امین ہے۔	52
138	امین پر بلا تعدی ضمان نہیں ہے۔	53
140	مسائل عامہ کی بناء عرف و عادت تجارت پر ہے۔	54
	اگر سلطان جابر کے طمع کی وجہ سے مضارب مال مضاربت	55
	سے کوئی چیز دے کر نجات حاصل کرے تو بوجہ عرف	
141	ضمان نہیں ہے۔	
	عرف میں چونکہ رب المال اور مضارب دونوں نفع و	56
142	نقصان میں شریک ہوتے ہیں، لہذا اسی پر بناء ہے۔	
	حضرت قبلہ سید ابو البرکات و سید ابو الحسنات علیہما	57
147	الرحمہ کی تصدیق۔	
	فصل کے موقع پر گندم اکٹھی کرنا اور وقتاً فوقتاً جو موجود	58
148	نرخ ہو اس کے مطابق فروخت کرتے رہنا جائز ہے۔	
149	احکام ناجائز ہے۔	59
149	احکام ممنوع کی تعریف۔	60
149	اہل اسلام کا میل ہوں شرعا محمود ہے۔	61
	اگر لاؤڈ سپیکر مسجد کے لئے نہیں، مدرسہ کے لئے خرید گیا	62
50	تو وہ مدرسہ ہی کا ہے۔	

کسی کو اختیار نہیں کہ ایسا سپیکر مسجد کا سمجھ کر قبضہ کروا

63

150

دے۔

اپنے محسن، بلا معاوضہ پرورش کرنے والے سے تین ہزار

64

152

کا مقابلہ بالکل بے جا ہے۔

جب ان کے عقائد و اعمال و اقوال خلاف شرع ہیں تو

65

152

لازم ہے کہ زید ان کو ایک پیسہ بھی نہ دے۔

کتاب الربو

159 تا 169

تعارف کتاب الربو

66

غیر مسلم ممالک میں مکان کے لئے قرض، انشورنس اور

67

بنکوں سے سودی کاروبار وغیرہ مسائل پر مشتمل لندن سے

171

آمدہ استفتاء۔

173

مال حبلی غیر معصوم مباح ہے۔

68

مسلمان، حبلی کی رضا سے بلا عذر و خیانت اس کے مال پر

69

173

قابض ہونے سے مالک بن جاتا ہے۔

173

مال حبلی میں ربو نہیں ہے۔

70

طرفین کے نزدیک دار الحرب میں مسلمان تاجر کے لئے

71

ایک کے بدلے دو درہموں کی بیع جائز ہے، مسلم کو نفع ہو

173

یا حبلی کو۔

174

حدیث پاک سے طرفین کا استدلال۔

72



173 مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال، تصحیح حدیث ہے۔ 73

بنکوں کا موجودہ طریق منافع مضاربت فاسد و کی صورت 74

174 ہے جس میں قبضہ سے ملک ثابت ہو جاتا ہے۔

پاکستانی بنکوں کی بجائے غیر مسلم بنکوں کی طرف میلان 75

174 قومی و ملکی وقار کے منافی ہے۔

175 بدگمانی سے بچنا ضروری ہے۔ 76

176 اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ 77

جن اشیاء کی ممانعت دلائل شرعیہ سے ثابت نہ ہو وہ 78

176 حلال و جائز الاستعمال رہتی ہیں۔

176 دو کائنات پر پگھڑی کا حکم۔ 79

176 اہل اسلام کا عرف و رواج معتبر ہے۔ 80

177 قرض اندازی کے ذریعے انعام کے بہانے۔ 81

178 حیلے بہانوں سے حرام کھانے کی کوشش۔ 82

کتاب الرحمن

185 تا 183 تعارف کتاب الرحمن 83

188 قرض کے عوض رہن رکھی گئی زمین کا منافع سود ہے۔ 84

ایسا قرض جس میں دینے والے کی منفعت ضرور ہو، رو 85

188 ہے۔

مستقرض کو اس کے گھوڑے پر سواری کی شرط سے قرض 86

185 دینا سود ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت فضالہ بن عبید ایسے

87

جلیل القدر صحابہ کے آثار۔

صحابہ و تابعین رہن سے ذرہ بھر بھی نفع اٹھانے کو برا

88

جانتے ہیں۔

عبد اللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، شعی، شرح وغیرہ

89

حضرات نے رہن سے نفع کو سود کہا ہے۔

متعدد آیات، احادیث، اجماع امت اور قیاس شرعی سے

90

خباثت سود اور شقاوت سود خواران ثابت ہے۔

قرض کے عوض رکھے گئے مکان سے نفع حاصل کرنا رہن

91

نہیں بلکہ اجارہ فاسدہ ہے، منفعت کے مطابق اجر مثل

دینا پڑے گا۔

روپے کے عوض مرہون زیور چوری ہوا تو قرض اور

92

مرہون کا حکم۔

رہن کی حیثیت امانت کی سی ہے۔

93

جن صورتوں میں ودیعت ضائع ہونے پر تاوان نہیں، وہاں

94

رہن کے ضیاع میں بھی تاوان نہیں ہے۔

(امین) جس کے پاس امانت رکھی گئی وہ کہے ودیعت ہلاک

95

ہو گئی، جب کہ مودع تکذیب کر دے تو امین سے حلف لیا

جائے، بصورت انکار ودیعت کا ذمہ دار ہو گا۔

قرض کے عوض گروی رکھا گیا مال چوری ہو گیا، اگر یہ مال

96

قرض سے زیادہ قیمت کا ہے تو زائد بلا معاوضہ ضائع ہو



صورت مذکورہ میں اگر قرض زیادہ ہے تو مستقرض پر زائد

97

کا لوٹانا لازم ہے۔

کتاب الدعویٰ

205 تا 207

تعارف کتاب الدعویٰ

98

کارخانہ کی اسٹنٹ کے سلسلہ میں روپے لے کر مقدمہ

99

210

سے دستبرداری کا حکم۔

210

دعوائے مال میں صلح جائز اور بیع کے حکم میں ہے۔

100

نکاح کے موقع پر لڑکی کو دی گئی بھینس کے بارے میں

101

211

ایک مسئلہ۔

خاوند کی رضا سے عورت کے زیر استغناء زیورات میں

102

وفات زوج کے بعد زوجہ کا دعویٰ حیات بلا دلیل معتبر

213

نہیں ہے۔

213

عورت کے استعمال کو ملکیت سمجھنا غلط ہے۔

103

زوج کی خریداری کا اقرار یا زوج سے خرید لینے کا دعویٰ

104

214

زوج کی ملکیت کی دلیل ہے۔

214

ایسے دعویٰ پر ثبوت ملکیت کے لئے دلیل ضروری ہے۔

105

زید کی اجازت کے بغیر اس کی بیوی کا کتابیں فروخت

106

216

کرنے کی صورت میں حکم۔

- 220-217 زیر سے ہر سے فقہ کا اس سے ایک مہمان نے لے
یا فقہ پوری ہو جانے پر ضمن کس کے ذمہ ہے؟
222 مسجد بیڑی چارج کرانے کے لئے دی، تبدیل ہو جانے
کی صورت میں حکم۔
222 بچہ مشرک سے بلا تعدی ضائع ہو جانے والی چیز پر ضمانت
نہیں پڑتی۔

باب ثبوت النسب

- 228 نکاح سے چھ ماہ یا زائد عرصہ گزرنے کے بعد بچہ پیدا
ہونے پر خاوند انکار نسب نہ کرے بلکہ خاموش رہے تو
نسب ثابت ہو جائے گی۔
228 صراحتاً یا دلائل اقرار نسب کے بعد انکار معتبر نہیں ہے۔
کسی کو اپنا بیٹا قرار دینے کے دعویٰ پر ثبوت نسب کے لئے
شراکط۔
230 مقررہ، مقررہ وارث بن جائے گا اگرچہ باقی ورثاء نسب
سے انکار کریں۔
230 خاوند بچہ ہو تو نسب ثابت نہ ہو گی۔
232 ماہ منیہ کے بغیر حمل مقصور نہیں۔
232 انتقام نکاح سے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو تو نسب ثابت ہو سکتا
ہے۔
233 زیر کے بچہ پیدا ہونے پر اس کے نفی نہ کی بلکہ اپنا لڑکا



منکوحہ کے بچے کا نسب صرف خاوند کی نفی سے مستفی نہیں ہو سکتا جب تک لعان و تفریق اور قاضی کی طرف سے انقطاع نسب کا اعلان نہ ہو۔

باب حضانہ الولد (حق پرورش) ----- 237

ماں کے بعد نانی پرورش کی زیادہ حق دار ہے۔

حق حضانت میں سب سے اول و احق ماں ہے۔

کنزور داوی و نانی وغیرہ جو بچے کی حفاظت و پرورش نہ کر سکے، حق دار نہیں۔

سوتیلی ہمشیرہ کے خاوند کا نابالغ کی پرورش کرنا تمبر عا تھا، لہذا

معاوضہ نہیں لے سکتا۔

قاضی کے حکم یا والدین کی رضا کے بغیر پرورش کرنے والا

خرچہ کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

اگر ماں کے ناجائز تعلقات کی وجہ سے یتیموں کے مال

ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو ان یتیموں کی جائیداد کو الگ رکھا

جائے۔

یتیم بچوں کی ماں اگر غیر مرد سے تعلقات قائم کرے جس

سے بچوں کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس ماں کے لئے

پرورش کا حق نہیں رہتا۔

والدہ کی وفات کے بعد لڑکی کی پرورش کا حق بہ ان ہوتا

غیر محرم لڑکی کی پرورش کا حق نہیں رکھتا۔
 نانا پرورش کا حق رکھتا ہے۔

127

128

کتاب الوصایا

249 تا 251

254

277

296

256

308

259

259

259

257

111

تعارف کتاب الوصایا

129

130

131

132

133

134

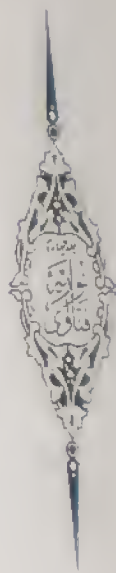
135

136

137

138

139



- 140 وراثت کے حق میں وصیت کے جواز کی صورت۔ 143
- 141 تیسرے حصے تک وصیت جائز ہے۔ 446
- 142 دو لڑکیوں، پانچ بھائیوں اور تین پوتیوں میں تقسیم جب کہ پوتیوں کے لئے وصیت کی گئی۔ 446

کتاب الفرائض

- 143 تعارف کتاب الفرائض 265 تا 271

باب ذوی الفروض

- 144 اغوا کردہ عورت کو وراثت سے کوئی حق نہیں۔ 276
- 145 حقیقی بہن کے ہوتے ہوئے سوتیلی بہن کا حق نہیں۔ 276
- 146 دین اسلام سے الگ ہونے والی محروم ہے۔ 276
- 147 منکوحہ عورت، لڑکی اور سگی بہن میں ترکہ کی تقسیم۔ 276
- 148 حق مرد داخل دیون ہے۔ 277
- 149 تقدیم دین بروسیت بحکم حدیث شریف ہے اور عطف متقاضی ترتیب نہیں۔ 278
- 150 بیوی ایک ہو یا زیادہ، صرف تھوئیں حصہ ہی کی حقدار ہے۔ 280
- 151 ایک لڑی کے ہوتے ہوئے پوتی کو محروم کرنے کے بارے میں ایک فتوے کا رد۔ 283
- 152 یہ فتویٰ، فتویٰ نہیں بلکہ فتنہ ہے۔ 283



ایک دن کے لئے نصف اور اس کے ساتھ چوٹی ہو تو چوٹی
کے لئے سدس، تہمد، ثلثین ہے۔

مقررہ حصوں سے جو بچے وہ سب سے قریبی مرد کے لئے

ہے۔

موت سے ملک وارث کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

مرفعہ اہلالت مبارکہ میں رعایت جمع وراثہ کی ہدایت

فرمائی۔

مرہمیں منشیان و اس فتویٰ

دخت و مادر حلال خواہ شد

متوفی کی بیوی، بھائی اور والدہ میں تقسیم ترکہ۔

متوفی کے بھائی کی بیوی کا کچھ حصہ نہیں۔

ثلث و ربع جمع ہوں، مسئلہ بارہ سے آئے گا۔

اولاد نہ ہو تو دین وغیرہ دینے کے بعد بیوی کا چوتھا حصہ

ہے۔

بیوی، دو بہنوں اور چچا زاد میں تقسیم۔

اختناط ربع و ثلثان سے مسئلہ بارہ سے آئے گا۔

بہتجی محمود محض ہے۔

بیوی حاسب نہ ہو تو پوتے پوتیاں، لڑکوں اور لڑکیوں کے
حکم میں ہیں۔

متوفی کی اولاد نہ ہو تو بیوی کا آٹھواں حصہ ہے۔



فریضہ شمن ہو تو مسکد آٹھ سے آئے گا۔

167

لڑکیوں کی دو تہائی بیوی کا انصواں اور باقی بھائی بہن کا

168

205

ہے۔

اگر بھائی بہن وارث ہوں تو بھائی کا بہن سے دو گنا حصہ

169

203

ہے۔

203

بھائی نہ ہو تو بہن لڑکی کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہے۔

170

ایک لڑکی اور ایک بہن ہو تو لڑکی کا حق نصف اور باقی

171

203 206 130

نصف بہن کا ہے۔

208

بیوی اور بھتیجے میں تقسیم۔

172

311-208

بھتیجے کے ہوتے ہوئے بھتیجے کے لڑکے محروم۔

173

300

ایک لڑکی ایک پوتا اور دو پوتیوں میں تقسیم۔

174

302

بھائی نہ ہوتے ہوئے بھتیجے کا حق نہیں۔

175

بیوی بعد از تقسیم نصف اپنا حصہ بیسہ یا پانچ پر اسے ملتی

176

302

ہے۔

302

اگر مال میں فرق ہو تو ہر اب بدل جائے گا۔

177

305

ایک لڑکی اور دو بھائیوں میں تقسیم۔

178

305

لڑکی کے لڑکے اور خاوند کے بھتیجے محروم ہیں۔

179

302 306

اولاد نہ ہو تو خاوند نصف کا مستحق ہے۔

180

طلاق کی عدت پوری ہونے کے بعد خاوند فوت ہو تو وہ

181

325 300

وارث نہ ہوگی۔

309	ایک بیوی اور ایک مطلقہ سے متوفی کے بیٹے میں تقسیم۔	182
311	ایک لڑکی کے لئے کل ترکہ سے نصف ہے۔	183
	بیوی کا ثمن نکال کر لڑکی کو باقی سے نہیں بلکہ کے ترکہ سے نصف دیا جائے۔	184
312	بہن اپنے بھائی کی وجہ سے محروم نہیں۔	185
312	بہن کا حصہ بھائی سے آدھا ہے۔	186
314 - 313	خاوند، والدہ اور برادر حقیقی میں ترکہ کی تقسیم۔	187
316	لڑکی، بیوی اور بھائی میں ترکہ کی تقسیم۔	188
319	خاوند، باپ اور ماں میں تقسیم۔	189
	متوفی کی صرف بیوی اور ایک عینی یا علاقائی بھائی زندہ ہو تو رابع بیوی کا باقی تمام بھائی کا حق ہے۔	190
320	لڑکوں، لڑکیوں کی موجودگی میں پوتی وارث نہیں بن سکتی۔	191
213	جو مال اسباب والدین اپنی لڑکی کو شادی کے وقت دیں وہ اس لڑکی کا ہی ہے۔	192
343 - 324	عورت کو اپنے سلمان کے ساتھ زوج متوفی کے ترکہ سے بھی حصہ ملتا ہے۔	193
324	مرض الموت میں اگرچہ طلاق مغلطہ دی جائے، عدت پوری ہونے سے پہلے اگر خاوند فوت ہو، عورت وارث ہو گی۔	194
325	طلاق رجعی سے رجوع کے بعد فوت ہوا تو عورت باقاعدہ بیوی اور وارثہ شمار ہو گی۔	195
326		



207 خاوند نے تدرستی یا بیماری کی حالت میں طلاق دی اور مدت گزرنے سے پہلے فوت ہو گیا، تو بیوی کو اس کی وراثت ملے گی۔

341

404

404

208 بیوی لڑکی اور عصبات میں تقسیم۔

209 بیوی کا حق آٹھواں اور لڑکی کا نصف ہے۔

باب العصبات-----347

210 لڑکی کی وجہ سے بمن عصبہ بن گئی تو بچوں کو کچھ نہ دیا جائے۔

278

211 عصبہ، مفسا، بغیرا اور مع غیرا جمع ہوں تو اقرب کو ترجیح ہے۔

278

212 اصحاب الفرائض کے بعد نسبی عصبہ حق دار ہیں۔

306

213 میت کا لڑکا نہ ہو تو پوتا لڑکے کے حکم میں ہے۔

350

214 اس مسئلہ میں کوئی اختلاف معتمد نہیں ہے۔

350

215 پانچ لڑکیوں اور ایک لڑکے میں تقسیم وراثت۔

351

216 بمن ناوار ہو تو مالدار بھائی پر اس کی کفالت لازم ہے۔

352

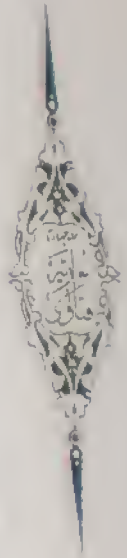
217 بھائی ناوار ہو اور بوجہ مرض کسب پر قادر نہ ہو تو مالدار

بہنوں پر لازم ہے کہ حسب دستور شرع اس کے لئے خرچ کریں۔

352

218 متوفی کا کوئی لڑکا نہ ہو تو لا محالہ پوتا وارث ہو گا۔

353



دو لڑکوں اور تین لڑکیوں میں تقسیم وراثت۔

219

قریب ترین مرد کے ہوتے ہوئے دور والے عصب وراثت

220

۱۵۶

نہیں ہو سکتے۔

۱۵۸

چار لڑکوں اور تین لڑکیوں میں تقسیم۔

221

۱۵۷

ایک لڑکے اور چھ لڑکیوں میں تقسیم۔

222

چچا زاد کے ہوتے ہوئے تایا زاد بھائیوں کی اولاد محروم

223

۱۶۱

نہ۔

۱۶۴

برابر درجے کے عصب برابر حق دار ہیں۔

224

۱۶۴

سرکار کی شجرہ نسب میں نام ورن ہونا شرط وراثت نہیں۔

225

۱۶۴

وارث کے نام پہلے سے زمین ہونا شرط نہیں۔

226

۱۶۵

انگریزوں نے کافرانہ قانون سے دھوکہ۔

227

دو رشتوں والا عصب ایک رشتہ والے عصب سے زیادہ

228

۱۶۶

مستحق ہوتا ہے۔

۱۶۶

سے بھائی کے ہوتے ہوئے سوتیلے بھائی وراثت نہیں۔

229

۱۶۶

ملائی بھائی سے بیٹی بھائی مقدم ہے۔

30

گج بھائی مسلمان ہو کر مارنے والے کا قاتل ہوتا ہے سوتیلے

31

۱۶۶

بھائی وراثت بنے گا۔

۱۶۹

حقیقی بھائی کے ہوتے الگ ماں والا بھائی وراثت نہیں۔

232

متوفی کا لڑکا پہلے فوت ہو چکا ہو تو پوتے عصب اور وراثت

233

370

ہوتے ہیں۔



موتی کی امانت بطور ترکہ حق داروں میں تقسیم ہوگی

234

اگرچہ بعد میں معلوم ہو۔

ہم درجہ نسبى غصبات متعدد ہوں تو وہ تمام برابر وارث

235

ہوں گے۔

قریبى غصبات کی وجہ سے دور والے محروم و محبوب ہوں

236

گے۔

بچا کے پڑپوتے غصب ہیں اور بہن کی اولاد محروم ہے۔

237

جب کوئی اور رشتہ یا نسبى و سببى قرابت نہ ہو تو بہو اپنے

238

سر کی وارث نہیں بن سکتی۔

کوئی حاجب نہ ہو تو بھتیجے وارث ہو سکتے ہیں۔

239

حرام زادی اولاد باپ کی وارث نہیں۔

240

اگر کوئی اور وارث نہیں، صرف ایک بھائی اور بہن یعنی یا

241

علاقى ہوں تو دو حصے بھائی کے اور ایک حصہ بہن کا ہے۔

387

اگر باپ سے پہلے لڑکا فوت ہوا تو وہ لڑکا وارث نہیں، لہذا

242

اس لڑکے کی بیوی یا اولاد کو بھی اس وراثت سے حصہ نہیں مل سکتا۔

389

چار لڑکوں اور چار لڑکیوں میں تقسیم۔

243

نوی القروض سے بچے ہوئے مال پر غصب کا حق ہے۔

244

لڑکیوں کے ساتھ حقیقی بہن غصب بن جائے گی اور علاقى بھائی بہن محروم۔

245

465

246 پچازاد بھائیوں کی موجودگی میں چچوں کے پوتے عنصبات
بعیدہ ہیں، وارث نہیں۔

565

باب ذوی الارحام-----393

247 خالہ کی اولاد ذوی الارحام سے ہے۔

248 ذوی الارحام کا حق عنصبات سے بہت پیچھے ہے۔

249 بھانجا ذوی الارحام سے ہے۔

250 ذوی الارحام میں بھی ترتیب شرعی کے ساتھ وراثت

جاری ہوتی ہے۔

251 ماں کے ہوتے ہوئے دادی کا کوئی حق نہیں۔

252 پھوپھی ذوی الارحام سے ہے۔

253 ماں اور عنصبات کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام کا قطعاً حق

نہیں ہے۔

254 والدہ، بیوی اور والدہ کے چچا زاد بھائی میں بطور ذوی

الارحام تقسیم۔

255 والدہ، بیوی اور والدہ کے پچازاد بھائی میں تقسیم کا ایک

مسئلہ۔

باب العول-----407

256 والدہ، بیوی اور حقیقی ہم شیر گان ہوں تو بیوی کے لئے چوتھا

والدہ کے لئے چھٹا اور بہنوں کے لئے دو تہائی ہے۔

409



حقیقی بہنیں حقدار ہیں اور غیر حقیقی بھائی محروم۔

257

اگر والدین نے زور بہہ کر کے قبضہ میں دے دیا تو

258

موہوب لہ یا موہوب لہا ہی مالک ہو گا۔

410

412

مسئلہ نمبر ۱۰۔

259

413

دو بیویوں، ایک بہن اور ماں کے ساتھ چچا زاد محروم۔

260

زوی الفرائض سے چونکہ کچھ نہیں بچتا، لہذا چچا زاد بھائی جو

261

413

کہ عصبہ ہے، محروم ہے۔

میت کی اولاد نہ ہو تو اس کی بیوی کے لئے چوتھا حصہ

262

413

ہے۔

بیوی ایک ہو یا زیادہ، اولاد نہ ہو تو ان کے لئے چوتھا حصہ

263

413

ہے۔

413

ایک بہن کا حق نصف ہے۔

264

414

بہنیں، ماں باپ سے ہوں تو اعمیانی کہلاتی ہیں۔

265

بیوی، ماں اور دو یعنی بہنیں ہوں تو مسئلہ 12 سے اور عول

266

415

13 سے آئے گا۔

بیوی، ماں، ایک یعنی اور ایک علاقہ بہن ہو تو مسئلہ بارہ

267

415

سے اور عول تیرہ سے ہو گا۔

بیوی، ماں، دو اخیانی بہنیں اور چچا ہو تو بیوی کو $3/12$ ، ماں

268

کو $2/12$ ، اخیانی بہنوں کا اکٹھا حق $4/12$ اور باقی $3/12$

چچا کا ہے۔



بیوی، ماں، ایک اخیانی اور ایک بیٹی یا ساتی بہن ہو تو

269

415

مسئلہ از 12 اور غول 13 سے ہو گا۔

416

غول کی صورت میں غضب محروم ہے۔

270

والدہ، خاوند اور تین لڑکیوں کے ساتھ تمام بھائی بہن

271

417

محروم۔

417

حقیقی بہن ہو تو سوتیلے بھائی بہن محروم۔

272

باب الرد-----419

422

صلبی لڑکیاں نہ ہوں تو پوتیاں لڑکیوں کی طرح ہیں۔

273

ایک بہن ماں سے، ایک بیوی اور ماں ہوں تو بیوی کا

274

423

چوتھا، ماں کا تیسرا اور بہن کا چھٹا حصہ ہے۔

چونکہ کوئی عصب نہیں اور ماں، بیوی اور اخیانی بہن سے

275

بچتا ہے تو باقی ماں اور بہن پر حصوں کی نسبت سے رو کیا

423

جائے گا۔

یہی کو بطور رد زائد سے کچھ نہیں ملتا، بیوی ایک ہو یا

276

423

زیادہ۔

426

بیوی کا 8 اور باقی 11، نوں لڑکیوں کا۔

277

اگر بیوی 11 کے انتقال سے لڑکیوں کے شرعی حقوق قطعاً

278

426

زائل نہیں ہو سکتے۔

باب تصحیح-----427

ایک لڑکی، ایک بیوی، ایک بھائی اور تین بہنوں میں

279



نئی بصورت بنائی۔

280

ایک بھائی، دو بہنوں، ایک بیوی اور دو لڑکیوں میں تقسیم،

281

جن میں سے ایک لڑکی حمل کی صورت میں تھی۔

دو بیویوں، ایک لڑکی اور ایک بھائی میں تقسیم۔

282

حصہ وراثت، رواج وغیرہ کی وجہ سے ساقط نہیں ہو سکتا۔

283

بیوی، ماں، دو بھائی اور دو بہنوں میں تقسیم۔

284

دو بیویوں، دو لڑکیوں اور ایک بھائی میں تقسیم۔

285

بیوی، چار لڑکیوں اور تین چچا زاد بھائیوں میں تقسیم۔

286

بیوی، بیٹی، پوتی اور قریبی عصبات میں تقسیم۔

287

انگریزی قانون کے مطابق بیوی کے نام انتقال سے بیوی کا

288

مستقل ملک نہیں بنتا۔

لڑکی، بیوی اور دو بھائیوں میں تقسیم۔

289

خاوند کی تمام اولاد وراثت کی مستحق ہے، اگرچہ بعض اولاد

290

کی ماں پہلے فوت ہو چکی ہو۔

انگریزی دور کے اکثر انتخابات غاصبانہ تھے۔

291

لڑکی اور دو چچا زادوں میں تقسیم۔

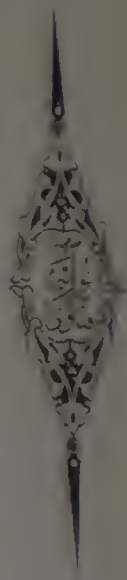
292

لڑکیوں کا حق شرعاً ثلثین (دو تہائی) ہے۔

293

تین لڑکیوں اور چار بھتیجیوں میں تقسیم۔

294



404	بیوی، لڑکی اور عصبیات میں تقسیم۔	295
404	بیوی کا حق آٹھواں اور لڑکی کا نصف ہے۔	296
447	دو بیویوں، دو بہنوں اور عم زاد بھائی میں تقسیم۔	297
450	ماں، بیوی، دو بھائیوں اور ایک بہن میں تقسیم۔	298
	اگر بھائی پہلے فوت ہو تو وہ بہن کا وارث نہیں بن سکے گا۔	299
452		
452	لڑکیوں یا پوتیوں کے ساتھ بہن عصبہ بن جاتی ہے۔	300
456	والدہ، بیوی، لڑکی اور دو بہنوں میں تقسیم۔	301
458	بہن کا حق نصف ہے۔	302
458	ایک بہن اور چھ عصبیات میں تقسیم۔	303
460	دو بیویوں، تین لڑکوں اور چار لڑکیوں میں تقسیم۔	304
462	بیوی، چار لڑکیوں اور ایک پوتے دو پوتیوں میں تقسیم۔	305
463	والدہ، دو بیویوں اور لڑکے میں تقسیم۔	306
467	حقیقی بہن اور تایا زاد بھائیوں میں تقسیم۔	307
469	والدہ، ہمشیرگان اور چچا زادگان میں تقسیم۔	308
471	بیوی، لڑکی اور دو بھائیوں میں تقسیم۔	309
473	والدہ، تین لڑکوں اور چھ لڑکیوں میں تقسیم۔	310
	ایک بیوی، دو بہنیں اور دس چچا زاد ہوں تو بیوی کا حق	311
475	چوتھا، بہنوں کا دو تہائی اور باقی چچا زادگان کا ہے۔	
477	ایک بہن، دو بیویوں اور دو بھتیجیوں میں تقسیم۔	312



دامہ کی اولاد سے بہن بھائی ہوں اور باقی عصبیات، تو بہن
بھائیوں کا 1/3 میں مساوی حصہ ہے جب کہ باقی عصبیات

کا حق ہے۔

ایک بیوی، تین لڑکیوں اور تین بھتیجیوں میں تقسیم۔
حقیقی بھتیجیوں کے ہوتے ہوئے سوتیلے بھائی کے لڑکے
محروم اور بھتیجیاں بھی محروم۔

بیوی، لڑکی اور دو حقیقی ہمیشہ ہوں تو بیوی کا آٹھواں حصہ،
لڑکی کا نصف اور باقی بہنوں کا حق ہے۔

دو بیویوں، دو لڑکیوں اور دو بہنوں میں تقسیم وراثت۔
پہلے سے فوت شدہ کا کوئی حق نہیں۔

نسل، کفن، دفن، قرض اور وصیت سے بچا ہوا سارا مال
دارثوں میں تقسیم ہو گا۔

تین لڑکیوں اور ایک بھتیجے میں تقسیم۔

بیوی، دو لڑکیوں، ایک ہمیشہ اور ایک بھائی میں تقسیم۔

مستوفی کی ایک بیوی پہلے اور دوسری، خاوند سے بعد فوت
ہو، اور اولاد دونوں سے ہوئی تو تمام اولاد اور دوسری بیوی
کو حصہ ملے گا۔

بہن، بھتیجا اور دو بیویوں میں تقسیم۔

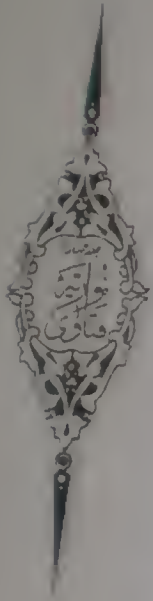
بیوی، دو لڑکیوں اور دو بہنوں میں تقسیم۔

بیوی، تین لڑکوں اور چھ لڑکیوں میں تقسیم۔

494	بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔	326
496	بیوی، والدہ، اخیانی بہنوں اور حقیقی بھائیوں میں تقسیم۔	327
496	والدہ کے دوسرے خاوند سے لڑکے محروم۔	328
497	بیوی، لڑکیوں اور بہنوں میں تقسیم۔	329
497	لڑکیاں اور بہنیں ہوں تو بقیہ وغیرہ محروم۔	330
499	والدہ، دو بہنوں اور تین چچوں میں تقسیم۔	331
501	ایک ہمشیرہ، ایک برادر زادہ اور دو برادر زادیوں میں تقسیم۔	332
503	زوجہ، لڑکیوں اور بہنوں میں تقسیم ترکہ۔	333

باب المناسخہ ----- 505

508	ایسا پیچیدہ مسئلہ جس میں تقسیم سے پہلے یکے بعد دیگرے ورثاء مرتے جائیں، اس کو مناسخہ کہتے ہیں۔	334
509	انگریزی قانون وراثت میں مستورات کے لئے مالکانہ حقوق نہیں تھے، بلکہ انتقال بصورت امانت، برائے گزر اوقات تھا۔	335
511	پہلے لڑکا پھر اس کی والدہ فوت ہوئی تو تقسیم بطور مناسخہ۔	336
511	چار لڑکیوں اور حقیقی بھائی میں تقسیم۔	337
511	عادل بالغ اپنا حصہ رضا و رغبت سے ہیہ کر سکتے ہیں۔	338
513	پہلے بھائی پھر بہن کے فوت ہونے کی صورت میں تقسیم بطور مناسخہ۔	339
	انگریزی دور میں عموماً مستورات کے نام انتقال، محض	340



مرضی، من سے نکاح یا وفات تک کے لئے ہوا کرتے تھے۔

پہلے باپ پھر بیوی کی وفات کی صورت میں تقسیم مناسخہ۔

پہلے خاوند پھر بیوی کے فوت ہونے کی صورت میں تقسیم۔

انگریزی دور کے انتقالات کے باوجود بیوگان کے نکاح یا

وفات کے بعد عنایت بازگشت ہی مالک قرار پاتے تھے۔

پہلے خاوند فوت ہوا پھر بیوی، تو تقسیم بطور مناسخہ۔

انگریزی دور میں جو مستقل انتقال لڑکوں کے نام ہو گئے وہ

قانون مال کی رو سے نسخ نہیں کئے جاتے، ورنہ حق وہی جو

اوپر تحریر ہوا۔

جب مارضی انتقال کی وجہ سے کسی کو حصہ نہ دیا گیا تو اس

کی اولاد کا اس میں برابر حق ثابت رہتا ہے۔

چونکہ انگریزی انتقالات میں بیوگان کی فوتیدگی کے بعد

بازگشتوں کو بھی وراثت ملنی تھی، لہذا وہ متوفی گویا کہ اب

فوت ہوا۔

مارضی انتقال سے مستقل ملک ثابت نہیں ہوتا۔

خاوند اولد فوت ہوا جس کا ایک بھائی اور ایک بیوی تھی

پھر بیوی دو بہنوں اور ایک تایازاد بھائی چھوڑ کر لا اولد فوت

ہوئی تو تقسیم ترک۔

تایازاد کے ہوتے تایا کا پوتا وراثت نہیں۔



352 غیر حسد و ادا کے نام اٹھیں نہ بات نہ مالک نہ جمع کیا ہو سکے۔

353 جو پہلے فوت ہو چکے وہ وارث نہیں بن سکتے۔

ایک آدمی بیوی، چار بیٹیاں اور ایک بھائی چھوڑ کر فوت

ہوا پھر اس کی بیٹی، خاندان، والدہ اور والدہ چھوڑ کر فوت

ہوئی تو صحیح بھروسہ نہ ملے۔

354 جب لڑکیاں اپنے بھائی کے حق میں اتنا دواں ہوں تو بھائی

مالک ہو جاتا ہے۔

355 بنوں کے اتنا دواں ہوئے کہ بعد بھائی آکر وہی کہیں

بیوی اور بچہ چھوڑ کر فوت ہو گیا تو وہ آپس اپنے آپ

بھائی کے تھے۔

356 سواں میں اٹھیں اور ان کے وارث نہ مل سکیں۔

357 محمود کا بیٹا اور بیویوں صرف محمود کے وارث ہیں اس کی

ماں کے وارث نہیں۔

358 متوفی کا ایک بیٹا تھا، وہ اس کے چوتھے بیٹے بن

اور ان کی لڑکیاں نہ ہو سکیں۔

359 جسے نہ تو یہ حق نہ اس کی لڑکیاں نہ مل سکیں۔

360 ایک آدمی بیوی اور چھ لڑکیاں چھوڑ کر فوت ہوا

اور بیوی اور بھائی چھوڑ کر فوت ہوا تو تقسیم بھروسہ نہ ملے۔

361 ایک آدمی بیوی اور لڑکیاں اور بھائی چھوڑ کر فوت ہوا پھر

ایک لڑکی اپنی ماں اور سسر کے چھوڑ کر فوت ہوئی پھر یہ ماں



541 ایک لڑکی اور بھائی چھوڑ کر فوت ہوئی تو تصحیح بطور مناسخہ۔

362 دو تہائی تین لڑکیوں کا، آٹھواں حصہ بیوی کا اور باقی کا
حقدار عصبات میں سے جو قریبی ہو، خواہ آٹھویں پشت
میں ملے اور اگر کوئی جدی عصبہ نہ ہو تو باقی تینوں لڑکیوں
کا ہے۔

543 جب قرض ہے تو کل مال سے پہلے قرضہ پورا کیا جائے۔

544 تجیز و تقفین اور وصیت حسب دستور شرع پہلے پورے

544 کئے جائیں بعد میں وارث اپنے حق لیں۔

545 لڑکا لڑکیاں ہوں تو بھائی کا حق نہیں۔

366 ایک شخص لڑکا، دو لڑکیاں وارث چھوڑ گیا، پھر یہ لڑکا اپنی
365 دو بہنیں اور چچا چھوڑ کر فوت ہوا تو اس کی تصحیح بطور
مناسخہ۔

546 انگریزی دستور سے تمام زمین کا بالترتیب انتقال محض ظلم
367 اور غصب تھا۔

546 ایسے مسائل میں مسائل ہیر پھیر سے مفاد کی کوشش کرتے
368 ہیں، افسران مجاز خوب غور سے کام لیں۔

547 ایک لڑکی، والدہ، بیوی، ایک بھائی اور دو بہنیں چھوڑ کر
369 فوت ہوا پھر وہ لڑکی، چچا چھوڑ کر فوت ہوئی، تصحیح بطور
مناسخہ۔

548 ایک والدہ، بیوی، لڑکی اور تین بہنیں چھوڑ کر فوت ہوا پھر

وہ والدہ اپنی تین لڑکیاں اور بھتیجے چھوڑ کر فوت ہوئی تھی
بطور مناسخہ۔

551

تقسیم سے پہلے متعدد ورثاء یکے بعد دیگرے فوت ہوتے
رہے، ان کی تصحیح بطور مناسخہ۔

554

کوئی وارث مورث کی وفات کے وقت مرتد ہو چکا تو حصہ
سے محروم رہتا ہے۔

555

پہلے خاوند، ایک بھائی، دو لڑکیاں اور بیوی چھوڑ کر فوت
ہوا، پھر وہ بیوی، دو لڑکیاں، باپ اور دوسرا خاوند چھوڑ کر
فوت ہوئی۔

559

جب لڑکیوں کے ساتھ بہنیں حصہ لیتی ہیں اس وقت
پچازاد بھائیوں کا حق نہیں۔

561

ایک آدمی پھر اس کی لڑکی پھر دوسری لڑکی اپنے وارثوں کو
چھوڑ کر فوت ہوئے۔

562

وفات میت کے وقت جو فوت ہو چکا، وہ وارث نہیں۔

562

کفن، دفن اور قرض ادا کرنے کے بعد وارثوں کا حق بنتا
ہے، یونہی تہائی تک وصیت پوری کرنے کے بعد جو مال
بچے اس میں وارثوں کے حصے ہوتے ہیں۔

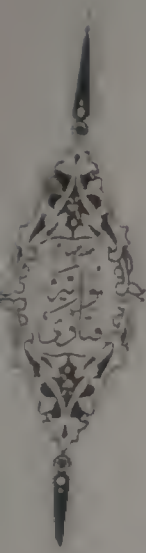
562

پہلے خاوند، پھر بیوی اور اس کے بعد ان کی ایک لڑکی اپنے
وارثوں سے بالترتیب فوت ہوئی تو تصحیح مسئلہ بطور مناسخہ۔

565

مسئلہ مناسخہ یعنی تقسیم سے پہلے ہی ورثہ یکے بعد دیگرے

379



کی بار دریافت کے باوجود سائل نے بعد میں جا کر بتایا۔
 بے بعد میرے آٹھ اموات کی ایک صورت جس میں
 اس ہزار تین سو اڑسٹھ (10368) حصے بنا کر تقسیم ہوئے۔

تو ہی فوت ہوا پھر اس کی ایک لڑکی پھر دوسری لڑکی اپنے
 اپنے وارثوں کو چھوڑ کر فوت ہوئی۔

پہلے عبد الشکور خاں پھر اس کا لڑکا عمر خاں پھر عمر خاں کی
 ماں سہندھی بالترتیب فوت ہوئے، اس کی تقسیم بطور
 مناسخت۔

پہلے عورت اپنا خاوند، ماں، باپ اور بچہ چھوڑ کر فوت ہوئی
 پھر وہ بچہ اپنا باپ چھوڑ کر فوت ہوا۔

ایک آدمی دو لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑ کر فوت ہوا، پھر
 ایک لڑکا اپنے بھائی بہن میں سے فوت ہوا پھر دوسرا بہن
 اور لڑکا، لڑکی چھوڑ کر فوت ہوا اسی طرح بطور مناسخت۔

لڑکے کے دو حصے، لڑکی کا ایک حصہ اور بیوی کا آٹھواں
 حصہ۔

غیر وارث کی اولاد وارث نہیں ہو سکتی۔

باب مسائل شتی (متفرقات) 587

ارثوں میں تقسیم سے پہلے کفن، دفن، دین اور وصیت
 شریعہ کی تحفہ کی جائے۔

389	فوت ہونے کے بعد وراثت جاری ہوتی ہے۔
390	مرنے والے کی ملک میں جو چیز ہو اس میں وراثت جاری ہوتی ہے۔
391	
391	جب کوئی وارث نہیں تو بیت المال کا حق ہے۔
392	وضع اخراجات تجینزو تکفین و ادائیگی دیون و تسفید وصایا من الثلث کے بعد وارثوں میں تقسیم ترکہ ہوگی۔
393	بھائی نے بہن کو جینز کا مالک بنا دیا تو اس جینز پر کسی دوسرے کا حق نہیں۔
394	علاقائی بھائی بہنوں کے ہوتے ہوئے حقیقی بھتیجا محروم ہوگا۔
395	بیوہ کے نکاح کر لینے سے اس کے حصہ میں فرق نہیں آتا۔
396	اولاد کا فرار ہو کر والد سے والدہ کے پاس چلا جانا حق وراثت زائل نہیں کرتا۔
397	ترکہ اس مال کو کہتے ہیں جو مرنے والا چھوڑ کر مرے اور کسی دوسرے کا حق اس پر نہ ہو۔
398	حق چراغی مال نہیں لہذا ترکہ بھی نہیں۔
399	مجاور کو بطور خود جو کچھ لوگ دیں وہ پہلے ترکہ میں شامل نہیں۔
400	صحت و تندرستی میں مالک و قابض بنانے سے ہبہ مکمل ہو جاتا ہے جس سے بعد میں بے دخل نہیں کر سکتے۔

متوفی اپنی زندگی میں کسی کو اپنی جائیداد کا مالک و قابض بنا
دے تو اسے بحال رکھا جائے گا۔

254

594

ترکہ کی ہر چیز میں تمام وارثوں کا حق ہے۔
قرض اور وصیت کی ادائیگی کے بعد باقی ترکہ میں سب
وارث حق دار ہیں۔

594

595

ترکہ کا فیصلہ مفقود الخیر کی ثبوت وفات کے بعد ہو گا۔
اگر مفقود الخیر کی وفات کی شہادت نہ مل سکے تو اس کی
پیدائش سے نوے سال کا عرصہ گزرنے پر موت کا حکم
لگایا جائے گا۔

596

391

وراثت فوت ہونے کے بعد جاری ہوتی ہے۔
مرنے والے کی ملک میں جو چیز بھی ہو اس میں وراثت
جاری ہوتی ہے۔

391

391

خیرات کے نام پر ترکہ کو خرچ کرنا جائز نہیں۔
متوفی کے مال سے ورثاء کی اجازت کے بغیر خیرات کرنے
والا ضامن ہو گا اور جتنا مال خیرات کیا ہے اس کا پورا
معاوضہ ورثاء کو ادا کرے۔
طوطا عمال ہے۔

451

503

طلاق رجعی میں عدت پوری ہونے تک حکماً نکاح حابث
رہتا ہے۔

341

مسجد کے اسپیکر پر مسجد والے ناجائز قابض ہو جائیں تو

413 ناجائز طریقے سے حاصل کردہ چیز مسجد کے لئے اور زیادہ

151

غیر مناسب ہے۔

151

414 اللہ تعالیٰ کے پاک گھر میں پاک چیز ہی استعمال کی جائے۔

فوائد و اصول افتاء

129

415 صرف ایک حدیث دیکھ کر حکم لگا دینا، حدیث دانی نہیں۔

416 احادیث کے طرق مختلفہ پر نظر کر کے نتیجہ نکالنا ضروری

129

ہے۔

137

417 خصوص سبب سے عموم حکم منع نہیں ہوتا۔

141

418 اطلاق، قویٰ حجت ہے۔

142

419 لیس للمفتی الجمود علی المنقول فی کتب ظاہر الروایہ

420 اعتبار المعروف الخاص و ان خالف منصوص کتب المذائب ما لم

142

بخالف النص الشرعی

421 حقوق میں مفتی و قاضی کے لئے یہ جائز نہیں کہ عرف

145

کے خلاف فتویٰ یا فیصلہ کریں۔

422 جسے اہل زمان کے عادات و اطوار معلوم نہ ہوں وہ فتویٰ

145

نہیں دے سکتا۔

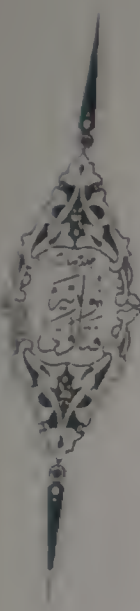
423 کئی احکام اہل زمان کی عادات و احوال کی وجہ سے بدل

145

جاتے ہیں۔

146

424 تعامل کے مقابل قیاس کو ترک کیا جائے۔



جہت بہ صرف جہت بالمعنی رہا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰۰۰

بجہد کسی حدیث سے استدلال، تصحیح حدیث ہے۔

مسئلہ کے نام کو اجماع معنی پر محمول کرنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۱۰۰۱

مفتی صاحب بصیرت ہونا چاہئے۔

مسئلہ فرائض میں قیاس کو دخل نہیں۔

جواب سوال کی واقعیت پر مبنی ہے۔

شرعی فتویٰ حاصل کرتے وقت غلط بیانی کرنا نہایت برا کام

ہے۔

اباحت املیہ آفتاب سے بھی زیادہ نمایاں ہے۔

فتویٰ صورت سوال کے مطابق ہوتا ہے جب کہ فیصلہ

کے لئے فریقین کا حاضر ہونا ضروری ہوتا ہے۔

سیدی فقیہ اعظم

عُمَرُ بَادِ كَعْبِ وَ تَجَانِ مِ نَالِ حِیَاتِ
تَا زَبَرِ مِ عَشَقِ کِیْسِ دَانَا مِ رَا زَا یِدِ بَرِنِ

سیدی فقیہ اعظمؒ

پروفیسر ضیال احمد نوری

فقہ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی قدس سرہ العزیز، ان اہل اللہ میں سے تھے جنہیں وراثت نبوت کے مرتبہ کمال پر فائز کر کے قیام حق اور ہدایت امت کا منصب عطا کیا جاتا ہے۔ جن کے وجود و باجود سے اساطین علم و فن اور اکابر فضل و کمال کا ظہور ہوتا ہے۔ جو بدعات و سیئات کا قلع قمع کرتے ہیں اور اپنے تحدیدی کارناموں سے قائم نام اللہ کا مقام حاصل کرتے

ہیں۔

شیخ العرب، العجم حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ علوم و فنون کی متعدد شاخوں اور حقیقت، معرفت کے اقدار، شعبوں میں اپنا نظریہ و عدیل نہیں رکھتے تھے۔ تفسیر دین متین، اعلیٰ اخلاق، معاملہ نمئی اور حسن اہتمام و انتظام میں ان کا کوئی سہیم و شریک نہ تھا۔ ان کا تن بدن اور روح و جاں سرور کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید محبت اور بے پناہ وارفتگی میں تحلیل ہو چکا تھا۔ عشق مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے

آج سے میرا یہودی منتعت کی محجاش اور نہ اہل دھیمال کی محبت دم مار سکتی

تھی۔ یہ وہ فرماتے ہیں سے
 ذلک اخوتی، ای، اہلی، اہلی، اہلی
 و دلائی و دی مرغوبی افشانی یا رسول اللہ (۱)

یہ فرمایا سے

از ہمہ اذکار ذکر شاہ دیں ما را اللہ
 از ہمہ افکار فکر مہ جیں ما را اللہ (۲)

عظم اہل سنت کی زبانوں پر آپ کا نام نامی نہایت عزت و احترام سے لیا جاتا
 تھا۔ آپ کے اساتذہ مولانا سید دیدار علی شاہ الوری، مولانا سید ابوالبرکات کے
 شاگرد معاصرین میں سے غازی کشمیر علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، غزالی
 زمان حضرت سید احمد سعید شاہ کاظمی، حضرت مولانا عبدالغفور ہزاردی، حضرت
 حاجزادہ سید فیض الحسن شاہ، مولانا عارف اللہ شاہ قادری، مولانا محمد بخش مسلم،
 مولانا عبدالصطفیٰ ازہری نور اللہ مرقدہم اور استاذ العلماء مولانا عطاء محمد بندیا لوی
 کراچی، مفتی محمد حسین نعیمی، شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی، جنس پیر محمد
 کریم شاہ ازہری، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار خاں نیازی، پروفیسر ڈاکٹر محمد
 طاہر نقاری اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دامت برکاتہم جیسے اہل علم و فضل نے
 نہ صرف ان کے گوناگوں اوصاف جمیلہ کی نشاندہی کی بلکہ بعض نے ان کے مجددانہ
 اور مجتہدانہ مقام کا برملا اعتراف بھی فرمایا ہے۔ استاذ الاساتذہ حضرت بندیا لوی
 صاحب نے لکھا کہ ہر سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس امت کو مجدد عطا فرمایا
 جنہوں نے بدعات کا خاتمہ کر کے دین کی تجدید فرمائی اور

”علامہ نے ان مجددین کی ایک ملامت یہ بیان فرمائی ہے کہ گزشتہ

صدی کے آخر اور آئندہ صدی کے اول میں ان کے علم در شد بہ ایت
کا شرہ ہوتا ہے۔ حضرت علامہ ابو الخیر شیخ الحدیث فقیہ اعظم محمد نور اللہ
صاحب قدس سرہ میں یہ علامت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔" (۳)

حضرت سیدی فقیہ اعظم علیہ الرحمہ سے استفتاء کی صورت میں علمی استفادہ
کرنے والوں میں ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والوں کا جہوم رہا۔ ان سائلین
میں ایسے عوام الناس بھی تھے جو کسی علمی شخصیت سے مخاطب کا درست ذہن
بھی نہیں جانتے تھے اور ایسے علم دوست خواص بھی جو صاحب فتاویٰ نور یہ کی
خدمت میں استفتاء لکھتے وقت "محافظ شریعت"، "مجموعہ طریقت"، "مجمع معرفت"،
زوالعزت والاحشام، سراپا قدس واحترام۔۔۔ فاضل اجل، مولانا الاکمل۔۔۔
علامہ زماں، بیہقی دوراں۔۔۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت۔۔۔ راس المفسرین،
قطب عصر۔۔۔ اور۔۔۔ قبلہ وکعبہ، استاذ العلماء، محدث عرب و عجم" (۴)
جیسے القاب لکھ کر بھی بھیجے چلے جاتے تھے۔

آپ سے فتویٰ طلب کرنے والوں کی فہرست میں جہاں حکومتی عہدوں پر فائز
بڑے بڑے آفیسروں اور جاگیرداروں اور وڈیروں کے نام شامل ہیں وہاں وکلاء،
طلباء اور سکالروں کے علاوہ اجلہ علماء وفضلاء کے نام بھی موجود ہیں۔ مثلاً مولانا
غلام مرعلی صاحب (چشتیاں شریف) صاحبزادہ فیض الحسن شاہ صاحب (آلو مار)،
مفتی غلام محمود صاحب (جہلم)، مولانا غلام علی اوکاڑوی صاحب، مولانا عبدالغفور
ہزاروی صاحب، مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب (کراچی)، مولانا غلام معین الدین
صاحب (لاہور)، مولانا عبدالکریم صاحب (بگلہ دیش)، مولانا محمد کمال الدین صاحب
(بگلہ دیش)، مولانا غلام رسول اشرفی صاحب، مولانا ابوالوفاء منظور احمد صاحب،
مولانا سید مراتب علی شاہ صاحب، جنس مفتی سید شجاعت علی قادری سابق جج



وفاتی شرعی عدالت، سید اختر حسین جماعتی علی پور سیدان اور مولانا سعید احمد اسعد صاحب (فیصل آباد) وغیرہم۔

علم و ادب کے شاور اور نباض عصر حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب مدظلہ نے لندن سے آمدہ دو استفاء حضرت فقیہ اعظم کی خدمت میں ارسال فرمائے تاکہ آپ ان پر اپنی رائے کا اظہار فرمائیں۔ (۵) حضرت پیر صاحب مدظلہ نے ایک سے زائد مرتبہ حضرت عاجزادہ محمد محب اللہ نوری صاحب کو فرمایا کہ میں خود فتاویٰ نوریہ سے استفادہ کرتا ہوں۔ اور اس بات کے بہت سے شواہد موجود ہیں کہ دور حاضر کے مفتیان اہل سنت (زید مجدہم) فتویٰ نویسی کے مراحل میں فتاویٰ نوریہ کو پیش نظر رکھنا ناگزیر سمجھتے ہیں۔ یہ امر جہاں ان کی وسعت قلبی، کشادہ طرئی اور علم دوستی کا بین ثبوت ہے وہاں صاحب فتاویٰ نوریہ کی علمی عظمت اور فقہی و اجتہادی بصیرت کا اعتراف بھی ہے۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ سے استفاء کے ضمن میں فیض یافتگان کا دائرہ پاکستان تک ہی محدود نہ تھا بلکہ اٹاوہ، لندن، سعودی عرب، ناروے، بنگلہ دیش جیسے اسلامی و غیر اسلامی ممالک میں بسنے والے مسلمان بھی اس چشمہ علم و معرفت سے مستفیض ہوتے رہے۔ اس طرح اندرون ملک سے مختلف انجمنوں، سوسائٹیوں، تنظیموں اور مدارس کی معرفت بھی استفاء آتے رہے۔ مثلاً جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی (۶)، انجمن حزب الاحناف لاہور (۷)، جامعہ تعمیر کراچی (۸)، مدرسہ امینیہ رضویہ لائل پور (۹)، رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ (۱۰)، ماہنامہ سالک راولپنڈی (۱۱)، ماہنامہ نور و غلور قصور (۱۲)، جمعیت علماء پاکستان (۱۳)، ماہنامہ نوری کرن بریلی (۱۴)، نور المدارس منڈی یزمان (۱۵) وغیرہ۔

فتاویٰ نوریہ کا ہر جلد تقریباً چھ سو مسائل کا احاطہ کرتا ہے۔ اس طرح چھ



جلدوں میں تقریباً چھتیس سو مسائل پر آپ کی بصیرت افروز اور مجتہدانہ رائے موجود ہے اور وہ فتاویٰ جو دارالافتاء کے کاتب کی عدم فرمت اور عدم توجہی کے باعث ریکارڈ میں محفوظ نہ رکھے جاسکے ان کی تعداد بھی ہزاروں سے کم نہیں۔ آج بھی اگر ملک کی مختلف عدالتوں کے سابقہ ریکارڈ اور متعدد اہم مقدمات کی فائلوں کو کھٹکالا اور مطالعہ کیا جائے تو صاحب فتاویٰ نوریہ کے متعدد فتویٰ جات تلاش کئے جاسکتے ہیں۔

ماضی قریب کے علماء نے مسائل نو کو سمجھنے اور ان کے حل کی سہیل پیدا کرنے کی طرف کوئی توجہ نہ دی جس کے نتیجے میں نئی نسل دین اسلام سے برشتہ اور متفرد کھائی دینے لگی۔ عصر حاضر میں اس جانب پیش رفت ہوئی۔ علماء اہل سنت میں پیر محمد کرم شاہ، علامہ غلام رسول سعیدی اور علامہ ڈاکٹر پرویز محمد طاہر القادری جیسے مقتدر فضلاء اور اہل بصیرت نے وقت کی نبض پر ہاتھ رکھ کر اس چیلنج کو قبول کیا ہے۔۔۔ حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ نے آج سے تقریباً چالیس برس پہلے ہی اس نزاع کا احساس کر لیا تھا چنانچہ فتاویٰ نوریہ میں جہاں عبادات، اخلاقیات اور معاملات پر قابل مطالعہ فتاویٰ موجود ہیں وہاں سائنس اور ٹیکنالوجی کے پیدا کردہ مسائل پر بھی آپ کی مجتہدانہ رائے موجود ہے۔۔۔ نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال، رویت بلال، تعلیم کتابت نسواں، روزے میں انجکشن لگوانا، ریل یا طیارے میں ادائیگی نماز، زخمیوں کو خون کی منتقلی، انگریزی و ہومیو پیتھی ادویات کا استعمال اور نو نوگرانی جیسے اہم مسائل پر آج کے علماء نے طوعاً و کرہاً خاموشی اختیار کر لی ہے اور علماء جواز کا فتویٰ دے دیا ہے مگر حضرت فقیہ اعظم نے اس وقت ان پر کھل کر بحث کی اور دلائل و براہین سے ان کے جواز پر فتویٰ دیا جب علماء انگشت بنداں تھے اور ان مفید عام اشیاء کے جواز پر منفی رد عمل ظاہر کر رہے تھے۔



مقامِ مہرِ ربابِ رشید محمود نے یہ مافیٰ فروزاں (پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ)

میں تیار کرتے ہوئے لکھا ہے۔

”آج کل ہوائی جہاز اور ریل میں نماز، رویت ہلال، انتقال خون، بیٹری، انشورنس، انعامی بانڈ اور دوسرے بہت سے ایسے مسائل سامنے ہیں اور ان میں عوام کی رہنمائی کا فریضہ ایسا جید عالم دین ہی ادا کر سکتا ہے جسے صلاحیت، اجتہادِ عطا کی گئی ہو۔ اس قسم کے جدید مسائل کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد مولانا نور اللہ نعیمی نے اپنی مجتہدانہ رائے کا اظہار کیا جن سے ہرچند بعض حلقوں اور علماء کی طرف سے اختلاف بھی کیا گیا لیکن اختلاف کرنے والے علماء بھی مولانا نور اللہ کی جلالتِ علمی، جودِ طبع، وقتِ نظر اور نقاہت کے قائل ہیں۔“ (۱۶)

اور روزنامہ ”وفاق“ نے رقم کیا ہے:

”ان فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے مصنف مقتدرِ عالم ہیں اور دورِ حاضر کے معاملات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ انہوں نے تمام مسائل کو شرعِ متین کی رہنمائی کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل و براہین سے بھی حل کیا ہے۔“ (۱۷)

مسائلِ اقتصادی اور معاشی ہوں یا معاشرتی، سیاسی ہوں یا مذہبی اور ملکی، صاحبِ فتاویٰ نور یہ قلمِ اشب اپنے ازالِ نقوش چھوڑتا چلا جاتا ہے۔

روزنامہ ”نوائے وقت“ کے صفحات کہتے ہیں:

”دورِ جدید میں بڑھتے ہوئے مسائل اور پھیلتی ہوئی الجھنوں کے ازالے میں یہ کتاب معلماتی ہے اور کئی عقلمندوں کو دا کرنے کا باعث ہو

سکتی ہے۔“ (۱۸)

شیخ الحدیث حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی فتویٰ نویسی کے صلے میں ایک ایسا واقعہ اور منفرد واقعہ ہے۔ امام اہل سنت و جماعت امام رضا علیہ السلام کی جہد و تحقیق و تدقیق، عمیق مشاہدہ اور حوالہ جات کی بہتات کی بناء پر علم و فن کی دنیا میں نمایاں ہی کوئی شخصیت دکھائی دے۔ اس حقیقت کا انکار میں کوہرات کھٹنے کے مترادف ہو گا کہ پوری تاریخ فتویٰ میں فتاویٰ رضویہ کے بعد اس فتاویٰ کی نظیر، مثال نہیں کی جاسکتی۔۔۔ فتاویٰ نوریہ میں قدرت بیاں اور ارادہ الہی کی اوصاف اور متعدد مثالیں بھی موجود ہیں۔ انداز بیاں عمومی طور پر علمی وجاہت سے مزین ہے مگر کئی صفحات سہل بیانی کی مثالیں بھی پیش کرتے ہیں۔ ایک یہ ہوا کہ علماء سے آخر تک برقرار رہی ہے وہ اس میں دیئے گئے الامثل و الامین کا دل و دماغ کو اپیل کرتا ہے۔ تفکر و تدبر کی جا بجا راہیں دکھائی گئی ہیں اور عقل و خرد کو کام میں لانے کے لئے قاری کو بار بار متوجہ کیا گیا ہے۔

روزنامہ ”مشرق“ نے فتاویٰ نوریہ کی اسی خوبی کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے
 ”اس دور میں فقہی مسائل کے اس حل کی شدید ضرورت تھی جو
 شریعت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ساتھ عقلیات کو بھی
 اپیل کرتا ہو۔ اس فتاویٰ نے نہایت دلکش انداز میں اس اہم ضرورت کو
 پورا کر دیا ہے۔“ (۱۹)

اس صدی کے عظیم مجدد اور فقیہ اعظم پاکستان نے فتاویٰ نوریہ کی صراحت
 میں جو علمی و تحقیقی خدمت سرانجام دی ہے اس پر نہ کوئی دوسری رائے نہیں
 ہو سکتی مگر ان کا یہ احسان بھی کچھ کم نہیں کہ انہوں نے ان فتاویٰ کے ذریعے ایک
 بہت بڑی اور خالص معاشرتی خدمت بھی انجام دی ہے۔ فتاویٰ کا ہر ہر ذوق
 معاشرتی الجھنوں اور خانہ انی پیچیدگیوں کا حل بتاتا ہے۔ مرد اور عورت کا انداز و

تعلق اسلامی معاشرے کا سنگ میل ہے۔ اس ادارے کی بربادی سے معاشرتی زندگی کی دیواروں میں دراڑیں پڑتی ہیں، خاندانوں میں خلیجیں پیدا ہوتی ہیں جس سے ایک نہیں سینکڑوں برائیاں جنم لیتی ہیں۔ صاحبِ فتاویٰ نور یہ نے اپنے علم و فن اور قلم کی پوری قوت کو اس ادارے کو آباد کرنے اور معاشرے کے اس اہم پونٹ کو بحال کرنے میں صرف کی اور اس ضمن میں پائی جانے والی بدعنوانیوں اور بے غناہیلیوں کے خلاف جہاد کیا۔

فتاویٰ کے صفحہ 434 جلد 2 پر ایک ایسے شخص کے بارے میں استفتاء ہے جس نے لوگوں کے سمجھانے کے باوجود جلب زر اور جھوٹی اثاکی خاطر اپنی تاباں لڑکی کا نکاح گوئگے، بہرے اور ناکارہ شخص کے ساتھ کر دیا ہے، لڑکی بھی راضی نہیں ہے۔ حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے اس استفتاء کا جواب دیتے ہوئے معاشرے کے اندر اس بڑھتے ہوئے ناسور پر کرب و دکھ کے ساتھ تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”ایسے غلط فہم اور بے جوڑ رشتے سراسر باعثِ تکلیف و نقصان

اور محض وبالِ جان، عمر بھر کے لئے لاعلاج مرض اور سوبانِ مزاج ہوا کرتے ہیں۔۔۔۔۔“

مذکورہ شخص کے گھناؤنے کردار پر اظہارِ ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا:

”خوش و اقارب و دیگر ہی خواہ مشورہ دیتے رہے، سمجھاتے رہے

مگر اس نے نہ مانتے ہوئے سراسر سفاہت و طمع زر اور پھر حییتِ جاہلیت و نامِ نادر زبانِ پروری کے لحاظ سے نکاح کر دیا۔“

اسلام نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ جب وہ عاقلہ، بالغہ اور آزاد ہو تو اپنا نکاح جہاں چاہے کر سکتی ہے اس لئے بوقتِ نکاح ان کی رضامندی ضروری ہو اگر تکی ہے مگر ظالم سماج نے ان سے یہ حق چھین لیا ہے۔ اس سلسلے میں کئی استفتائات



صاحب فتاویٰ نوریہ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ ایک ایسا ہی استفاء ۲۰۱ پیش کیا گیا کہ ایک شخص کی بیٹی نے باپ کے رویے سے تنگ آ کر پچیس برس کی عمر میں فرار ہو کر نکاح کر لیا۔ باپ نے اس نکاح کو تسلیم نہ کیا اور بعض علماء نے بھی اس نکاح کو باطل قرار دیا۔۔۔ اس کا جواب دیتے ہوئے یوں ابتداء کی

”اسلام نے جہاں جہان والوں کو مجرد استبداد کے آہنی پنجوں سے

نجات دلائی وہاں مظلوم عورت کو بھی مظالم سے آزادی عطا فرمائی۔“

اس کے بعد قرآن و حدیث کے متعدد حوالہ جات سے عورت کے اس حق میں دلائل دیئے اور معاشرے کی اس برائی پر برہمی کا اظہار فرمایا اور آخر میں نام نہاد علماء اور مفتیان کرام جنہوں نے مذکورہ نکاح کو باطل قرار دیا تھا، کے رویے پر افسوس کا اظہار فرماتے ہوئے لکھا:

”کاش! ہمارے مہربان نزاکت زمانہ کو ملحوظ فرماتے ہوئے ایسی

حرکت سے باز آتے حالانکہ صورت مذکورہ میں تو سلی کا باپ بکروٹی ہوئے کے قابل ہی نہیں کہ اس نے فرمان خداوندی اور موالعقد کی خلاف ورزی کی اور انکحوا الایامی مسک کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پچیس برس تک لڑکی کو مقید رکھا اور مشکوٰۃ شریف کی حدیث مرفوعہ میں قرات شریف سے منقول ہے کہ جس شخص کی لڑکی بارہ سال کو پہنچے تو اس کی سے بگناہ ہو وہ باپ یا بیٹا ہے اور اس ظالم نے بارہ اور بارہ بارہ سال سے ابھی ایک سال زائد مقید رکھا، آخر لڑکی نے ناراض ہو کر راہ فرار اختیار کیا۔“

اس سلسلے میں دوسرا پہلو بھی آپ کے ذہن رسا سے او جھل نہیں رہ سکتا تھا

چنانچہ بالغ لڑکی کے لئے اچھی تجویز دی اور فرمایا:



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

” (۲۱) ”

یہ لوگ جو کہ بے نیکی کی طرف منسوب نہ ہو۔ (۲۱)
 درحقیقت، بات کی پہچان کرنے اور محبتوں کو ذبح کر کے رکھ دیا
 ہے۔ یہ بات درست ہے، اسلامی قدروں کو پامال کیا جا رہا ہے۔ ایسی ایسی
 ادعائیں اٹھائیں پڑھنے اور سننے کو ملتی ہیں جس سے قلب و دماغ جل اٹھتے
 ہیں۔ جہاں مگر با اثر دعووں کے ہاتھوں سرزد ہونے والے ایسے دلخراش اور
 جان لیوا واقعات پر فتویٰ پوچھا جاتا تو حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ تھلا اٹھتے۔
 عاشرے کے حتم رسیدہ اور مظلوم لوگوں کے پڑمردہ چہرے ان کی نظروں میں
 محسوس ہوتے، حکم میں سختی آجاتی اور پھر کبھی اسلامی شعائر کی پامالی کے مرتکب افراد
 کو لے کر بھی قرآن و سنت کے قوانین اور احکام کو نفسانی خواہشات کی بھیشت
 پر جانے دینا پڑتے۔

حلق کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے آخر میں قرآن و سنت کے حکم کی
 عظمت کو بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

” یہ قرآن کریم کا اور احادیث شریفہ کا متفقہ فیصلہ اور فتویٰ ہے۔
 دین کی تمام شیطانی طاقتیں اپنے پورے پورے انتظام سے مقابلہ
 کریں اور چاہیں کہ اس فیصلہ کو انہما یا بدلائیں تو قطعاً یقیناً یہ نہ بدل سکتا
 ہے نہ اٹھ سکتا ہے۔۔۔ حضرت رب العالمین کا فرمان مبین ہے وما
 کان لہم من دلا مومنینہ اذا قضی اللہ ورسولہ امر ان یکون لہم
 الخیر من امرہم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضلّلاً مبیناً
 (۲۲) ”

قرآن و سنت کے مقرر کردہ حدود و تعزیرات کو اس قسم سے سمجھا دیا جاتا ہے اور جس حد تک اسلامی قوانین کی منتقلی یا ان کے خلاف عمل یا عمل نہیں ہے وہ سب کے سامنے عیاں ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ اس افواض پھرنے والی اور شیطانی طاقتوں کو ایسا خواہر بنا دیا ہے کہ وہ حاشے کو جو کے گھس لی عفت مضموز رہی ہیں۔ شرف و فساد نے پرامن شہریوں اور شریف انفس کو کون کا جو دو بھر کر دیا ہے۔۔۔۔۔ ظاہر ہے حضرت فقیہ اعظم جیسی صاحبِ دین اور ہم سوا شخصیت اس پر کیسے خاموش رہ سکتی تھی۔ نجی محفلوں، دعو، تقاریر کی مجال سے اور جمعہ کے خطبات میں بھی انہوں نے حکمرانوں کی اس کوتاہی کا رونا اٹھار کیا اور پھر اسمبلی میں پہنچ کر باقاعدہ قانونی جنگ لڑنے کی جی کوشش کی۔۔۔۔۔ تاہم یہ بھی ایسے سوالات آتے جن میں قوانین الہیہ اور احکام رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بالادستی کو تار تار کرتے ہوئے ہوائے نفس کی پیروی کرنے والوں کی عقلیت پر تذکرہ ہوتا اور ایسے بدکردار لوگوں کے خلاف تعزیر اور سزا یو بھی جاتی تو یہ رد عمل اس طرح ہوتا:

”باقی رہی تعزیر تو وہ بہت بہی سخت ہے مگر جب کوئی لگانے والا ہی نہیں تو لکھنے کا کیا معنی۔ اس دور آزادی و بے باکی میں کیا کیا جائے؟۔۔۔۔۔ والی اللہ المشتکی مہو المستعان وعلیہ استکلان۔۔۔۔۔ (۲۳)

ایک مرتبہ حرام گوشت بیچنے والے دو مردوں اور ایک عورت کے ہارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے سائل کو لکھا:

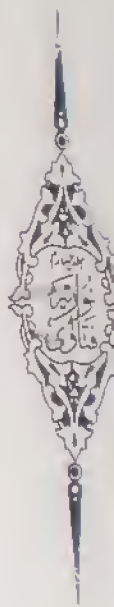
”اب تک چونکہ پاکستان میں اسلامی قوانین جاری نہیں ہوئے لہذا ہم پوری سزا نہیں دے سکتے۔ بناء علیہ آپ اپنے اقتیارات کی رو سے

یعنی سخت سے سخت سزا اسے دے سکتے ہیں، دیں اور اخلاقی دباؤ سے اسے مجبور کیا جائے کہ صحیح معنوں میں توبہ کرے اور اہل اسلام سے عزم و اصرار کر معافی طلب کرے اور اس عورت اور تیسرے مرد کو بھی توبہ کرائی جائے اور سخت تنبیہ کی جائے کہ آئندہ ایسی بری حرکت نہ کرے۔" (۲۴)

ایک موقع پر گستاخ رسول کی سزا دریافت کی گئی تو متعدد کتب کے حوالہ جات اور دلائل لکھنے کے بعد فرمایا:

"ان سب عبارات کا حاصل یہ ہے کہ شہنشاہ کون و مکان، حبیب رب رحمن، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان پاک میں تازیبا الفاظ اور گالی بکنے والا انسان تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے اور کافر بھی ایسا سخت کہ جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہو جاتا ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ حاکم اسلام اسے قتل کر دے۔ یہ سزا اسلامی حکومت کا فرض ہے، عوام الناس کا کام نہیں۔ البتہ اپنا پورا پورا اثر و رسوخ اور آئینی ذرائع سے ایسے شخص کو مجبور کر کے تائب بنانا اور اصلاح کرنا ہر ایک مسلمان کا حق ہے اور ایمان کا تقاضا ہے نیز یہ بھی حق ہے کہ حکومت کو متوجہ کیا جائے کہ ایسے بدخواہان ملک و ملت کے لئے شرعی سزائیں لگائے اور پاکستان کے پاک وجود کو ایسے گندے اور ناپسند عناصر سے پاک فرمائے۔" (۲۵)

غرضیکہ فتاویٰ نوریہ میں معاشرتی مسائل کا انبار ہے اور لائیکل، مقدوس کی بھرمار ہے۔ حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز ان عقیدوں کو اپنے ناخن تدبیر، تبحر علمی، سلیقہ شعاری، دردمندی اور خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ کھولتے چلے جاتے



ہیں۔ روزنامہ امروز نے اس جانب اشارہ کیا ہے:

(اس فتاویٰ میں) ”فقہ حنفی کے مطابق جدید معاشرہ کے ضروری

سوالات کا جواب اور مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے۔“ (۲۶)

تحقیق و تدقیق اور تجسس و تعمق حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔ راتوں کو بیدار رہ کر کتب جنی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ بعض اوقات ایک نشست میں پوری کتاب ختم کر ڈالتے۔ ایک مرتبہ علی اصبح درس بخاری شریف سے قبل حضرت مخدوم سید اشرف جاناگیر سمٹانی علیہ الرحمہ کے حالات زندگی پر مشتمل کتاب (اشرف المومنین) پیش کی گئی۔ غالباً یونہی ورق گردانی کے ارادے سے کھولی تو پڑھتے ہی چلے گئے۔ ایسے میں رقت کی وجہ سے آنسوؤں کی بارش کا جو سیلاب تھا وہ ایک الگ بحث ہے مگر یہاں جو بات قابل غور ہے وہ یہ کہ جب تک کتاب کو ختم نہیں کر ڈالا، سرانٹھا بھی گوارا نہیں کیا۔۔۔ اچھی کتاب کی طلب میں بڑی بے تابی اور اضطراب کا مظاہرہ فرماتے۔ ایک بار پروفیسر محمد طاہر القدوری کی تسمیۃ القرآن پر پیر محمد کرم شاہ مدظلہ کا تعارفی مقالہ نور الحبيب میں چھپا۔ آپ کی نظر سے گزرا تو راقم کو بلا کر تسمیۃ القرآن طلب کی۔ عدم دستیابی پر مال ہوا اور فرمایا کہ جب لاہور جاؤ تو پہلی فرصت میں یہ کتاب خرید لینا۔“

آپ عالی ظرفی اور کشادہ دلی کی بناء پر کھلے دس و دماغ کے ساتھ مکتب فکر اور گروہ بندیوں کی یا بندی سے آزاد ہو کر مطالعہ فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے مسلک پر عمل پیرا ہونے اور سختی سے موید ہونے کے باوجود منفی طرز فکر نہیں اپناتے تھے۔ مثبت اور ٹھوس بنیادوں پر دین متین کے اصولوں اور فردعات کی محافظت فرماتے۔ تقریر و تحریر کے ذریعے انتشار، بد امنی اور فساد فی الارض کے رویوں سے نفرت تھی۔ افراط و تفریط سے ہٹ کر مسلک کا دفاع فرماتے اور دین حق کی



سربلندی کے لئے کوشش رہے۔ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل میں کبھی کسی مصلحت و
 رواداری کو آڑے نہ آنے دیا۔

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے پوری زندگی درس و تدریس میں گزار دی۔
 گفتگو میں کبھی مزاح کا پہلو ہوتا تو خود بھی حظ اٹھاتے اور دوسروں کو بھی محفوظ
 ہونے کا موقعہ فراہم کرتے اس کے علاوہ جسمانی و ذہنی تفریح جس پر اسلام میں نہ
 صرف کوئی تدغبن نہیں ہے بلکہ ولینفسک علیک حق کی بنا پر راحت و سکون
 جسم و جان کے لئے ضروری بھی ہے مگر اہل اللہ اور خواص امت کی پیروی میں
 حضرت فقیہ اعظم نے اپنے آپ کو اس حق سے بھی دستبردار کر لیا تھا۔ انہوں نے
 اپنے ہملہ معمولات کو ایک نظامِ الاوقات کے تحت ترتیب دے رکھا تھا جس میں
 فراغت کی کوئی گنجائش موجود نہیں تھی۔ آپ بہت مختصر گفتگو فرماتے جو جامعیت
 کے تقاضوں پر بھی پوری اترتی اور وقت کا ضیاع بھی نہ ہوتا۔

اس کے باوجود آپ کے مریدین و متوسلین کا بے کراں ہجوم طلبِ فیض کے
 لئے بے قرار رہتا مگر نہ تو خود طویل و ظیفوں اور چلوں میں الجھتے اور نہ معتقدین اور
 ارادت مندوں کو اس طرف ترغیب دیتے۔۔۔ وہ اپنے قول و کردار کے سچے بھی
 تھے اور نوالہ کی طرح کچے بھی۔۔۔ منافقت اور دور رخنے پن نے ان کی طبیعت کو
 کبھی چھوا بھی نہ تھا۔ قول و فعل کی ہم آہنگی میں وہ بلاشبہ وریب اپنا کوئی ثانی نہیں
 رکھتے تھے۔۔۔ بے پناہ عظمتوں اور علمی رفعتوں کے باوجود انکساری اور فروتنی کو
 طرہ امتیاز بنائے رکھا اور کبھی غرور و تکبر سے مغلوب نہ ہوئے۔۔۔ برابر مکرّم
 راجا رشید محمود ایڈیٹر ماہنامہ ”نعت“ لاہور کا یہ تبصرہ کتنا ایمان افروز اور حقیقت
 کے قریب ہے۔

”انہیں اپنے مقام و مرتبے کا ہو کا نہیں تھا۔ انہیں خداوند کریم



نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل عزت و تکریم کی
 رفعتوں سے تناسل رکھا لیکن انہوں نے اپنی عظمتوں کو بھی غرور اور تکبر
 کی عینک سے نہیں دیکھا۔" (۲۷)

حضرت شیخ العرب و ائمہ قدس سرہ کو سادہ طرز زندگی سے شغف تھا۔ عام بات
 چیت سے لے کر عمل و کردار کے ہر پہلو تک، وعظ و تقریر سے لے کر درس و
 تدریس تک اور مہمان نوازی سے لے کر معاملات زندگی تک انہوں نے بھی
 کھوکھلے پن یا تصنع اور بناوٹ کا مظاہرہ نہ فرمایا۔ ان کی تمام زندگی ان سب
 و اہیات اور رذائل سے بالکل صاف و شفاف اور اجلی اجلی تھی۔ سادہ لباس میں
 ملبوس دکھائی دیتے اور اس میں پروقار نظر آتے۔ کسی بڑے کی آمد پر بن سنور کر
 بیٹھنے کا تکلف کبھی گوارا نہ لیا۔ لائق احترام شخصیات سے پروقار انداز میں پیش
 آتے مگر کسی کی فراوانی دولت، ظاہری شان و شوکت یا عہدہ و منصب ان کی
 خودداری اور عزت نفس کو نیچا نہیں دکھا سکتا تھا۔۔۔ اس کے باوجود کہ آپ ایسے
 علاقے کے باسی تھے جہاں اس ترقی یافتہ دور میں بھی جائیداد، زر و زور، اسلحہ اپنی
 تمام خرافات کے ساتھ نہ صرف رائج ہے بلکہ روز بروز مضبوط و مستحکم ہوتا جا رہا
 ہے، آپ اپنی انا اور خودداری کو عاقلانہ مصلحتوں پر قربان کرنے پر کبھی تیار نہ
 ہوئے۔ انہوں نے بڑے بڑے اصحاب طغیانہ کو خاطر میں لایا کبھی گوارا نہ فرمایا۔
 متعدد ناز و توقع یہ آپ نے استقامت و استقلال اور تہ کل علی اللہ کا ایسا جواب
 و ارادہ الیہ فرمایا کہ جو قیام و طاغوتی قوتیں اپنا سامنے لے کر رہ گئیں۔

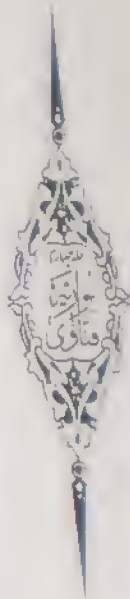
حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ ایسے قمع سنت تھے کہ جس طور پر بھی ناقدانہ
 نگاہ اٹلی جاتی ان کا کردار سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عکاس بن کر دکھائی
 دیتا۔۔۔ یہ کہہ دینا تہمت آسان ہے کہ فلاں شخص کا اہمنا، مینہنا، سہ تا جگنا اور



چلتا پھر ناست نبوی کا آئینہ دار ہے مگر حقیقت کی دنیا میں یہ مقام بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ واقعات زمانہ اور معاملات زندگی ہر قدم پر دامن پکڑتے اور چیلنج کرتے ہیں مگر ہم نے آٹھ برس تک ان کی نجی، معاشرتی اور معاملاتی زندگی کو برطور اور ہزار پہلو سے دیکھا، پرکھا اور جانچا مگر کبھی سنت مصطفوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے انچ برابر بنا ہوا نہ پایا۔ جب کبھی طبقہ علماء میں بیٹھتے تو ناقدین عمل و کردار اور اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے سب کا تجزیہ کرتے۔ حضرت سیدی کی نشست و برخاست کا ہر پہلو سنت کے آئینے میں ڈھلا ہوا دکھائی دیتا۔

درس و تدریس اور تحقیق کا کام یکسوئی اور کامل توجہ کا متقاضی ہے اس بناء پر حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ نے عملی سیاست سے اجتناب فرمائے رکھا مگر جب کبھی ملک و قوم کو ان کی ضرورت پڑی، ہر اول دستے میں دکھائی دیتے۔ تحریک ختم نبوت 1953ء میں کئی ماہ جیل کی صعوبتوں کو برداشت کیا مگر جیل پر شکن نہ پڑی۔ 1974ء کی تحریک ختم نبوت میں جلسے جلوسوں اور تحریر و تقریر سے پوری قوت اور تمام توانائیوں کے ساتھ قیادت کا فریضہ انجام دیا۔ 1977ء میں عملی سیاست میں پہلی بار قدم رکھا اور پھر صاف ستھری اور فریب و دھوکہ دہی سے پاک اور مقدس سیاست کا ایک انوکھا اور سنہری باب رقم فرمایا۔ گویا سیاست کو بھی عبادت سمجھ کر انجام دیا۔ تحریک نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک بار پھر جیل کی چار دیواری کو اپنے قدوم مہمنت لزوم سے نوازا اور سنت یوسفی پر عمل کرتے ہوئے قیدیوں کو اعلیٰ اخلاق اور اعمال صالحہ کی تربیت دی۔

حضرت فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ کی ذات میں خشیت الہیہ کا رنگ بہت غالب اور نمایاں تھا۔ اس سلسلے میں وہ اسلاف کی کامل اور مکمل تصویر نظر آتے۔ درس



حدیث ہو یا درس قرآن، نماز کی ادائیگی کا مرحلہ ہو یا حرمین شریفین کی روانگی کا
 بظاہر معمولی بات ہوتی مگر اس کی تاثیر ان کے جذبات میں طاہم پیا کرتی تھی۔ ان کے
 وجود میں وہ لرزہ دکھائی دیتا کہ ”مرغ بگل“ اور ”مانی بے آب“ کے
 محاورے اس منظر کی حقیقی تصویر کشی میں بے بس دکھائی دیتے۔ خاص طور پر عتق
 مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی روح و جان کا حرف لبالب لہزن دکھائی
 دیتا وہ سگ دربار نبوی ہونے میں فخر و مباہات کرتے اور مسافر مدینہ طیبہ بن کر جس
 قدر مسرت ہوتی، کبھی ایسی خوشی کسی اور موقع پر دکھائی نہ دی۔

غرضیکہ فقیہ اعظم پاکستان، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی
 رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعلیٰ اوصاف اور اخلاق حمیدہ کے بلند منصب پر فائز تھے۔
 محاسن و کمالات کا شاندار مرقع تھے۔ سچ ہے کہ

لیس علی اللہ مستکر
 ان یجمع العالم فی واحد

اور یہ اس پر طرہ یہ کہ وہ اپنی ہر خوبی میں گویا امیر الامراء اور شہنشاہ پادشاہ تھے
 اور ایک مہمن گاہ کی جو صفات قرآن و سنت میں بین ہو میں ان کی عملی شکل کا نام
 میں فقیہ اعظم پاکستان تھا۔ تاحال آپ کی ذاتی زندگی اور فقہی مقام کے بعض واقعات،
 خوب قلمیہ لائے قدغن ہے۔ جو اس وقت کی گزری بیعتی جانے کی آپ کے
 شخصی اوصاف اور عملی مقام کا قابل انداز میں پیش کرنے کی جرات اور حوصلہ بھی پیدا
 ہوتا تھا۔ آپ حضرت فقیہ اعظم کی قدر، منزلت اور بڑھنے کی تحقیق و تدقیق
 کی ایام میں ان کا نام سننے کے حروف سے لکھا جائے گا اور ان کی شخصیت و قوت کے قہر
 سے خراج لئے بغیر نہ رہ سکے گی۔

حوالہ جات

- ۱۔ اغثنی یا رسول اللہ، تائیش قصوری
- ۲۔ انوار حیات، مولانا ابوالفضا محمد باقر نوری، ص ۱۳۳
- ۳۔ ماہنامہ نور الحیب، بصیر پور، شوال ۱۴۰۳ھ، مضمون ”مجدد وقت“ از علامہ عطاء محمد بندیالوی
- ۴۔ فتاویٰ نوریہ، جلد سوم، اشاعت اول ۱۹۸۳ء، ص ۲۹۰، ۲۲۷، ۲۶۳، ۲۵۹، ۲۵۷
- ۲۰۱، ۲۰۰، ۲۷۰، ۲۵۱ وغیرہم
- ۵۔ فتاویٰ نوریہ، جلد ۴، ص ۸۷ تا ۹۰ اور جلد ۵، ص ۲۲۵ تا ۲۲۹
- ۶۔ فتاویٰ نوریہ، جلد دوم، اشاعت ثانی ۱۹۸۸ء، ص ۱۷
- ۷۔ فتاویٰ نوریہ، جلد سوم، اشاعت ثانی ۱۹۸۳ء، ص ۱۳۳
- ۸۔ فتاویٰ نوریہ، ج ۲، ص ۱۳۳
- ۹۔ فتاویٰ نوریہ، ج ۳، ص ۱۶۹
- ۱۰۔ فتاویٰ نوریہ، ج ۳، ص ۳۶۸
- ۱۱۔ فتاویٰ نوریہ، جلد اول، اشاعت ثانی ۱۹۸۱ء، ص
- ۱۲۔ فتاویٰ نوریہ، ج ۳، ص ۳۲۸
- ۱۳۔ فتاویٰ نوریہ، ج ۲، ص ۱۹۱
- ۱۴۔ فتاویٰ ج ۱، ص ۳۵۳
- ۱۵۔ فتاویٰ ج ۲، ص ۳۸۸



۱۶۔ سہ ماہی فروزاں لاہور، راجا رشید محمود، جولائی ۱۹۸۲ء

۱۷۔ روزنامہ وفاق لاہور، ۲۶ نومبر ۱۹۷۷ء

۱۸۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۳ جنوری ۱۹۷۹ء

۱۹۔ روزنامہ مشرق لاہور، ۶ فروری ۱۹۷۹ء

۲۰۔ فتاویٰ نوریہ، ج ۲، ص ۹ تا ۳۵

۲۱۔ فتاویٰ نوریہ، ج ۲، ص ۲۲۲

۲۲۔ فتاویٰ نوریہ، ج ۳، ص ۲۲۶

۲۳۔ فتاویٰ نوریہ، ج ۳، ص ۳۰۵

۲۴۔ ایضاً

۲۵۔ فتاویٰ نوریہ، ج ۳، ص ۳۳۱

۲۶۔ روزنامہ امروز لاہور، ۴ جنوری ۱۹۷۹ء

۲۷۔ ماہنامہ نوائے حسیب، پیر ۲۷ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ



در فقاہت وجود نور اللہ
 اہل دین را دلیل محکم بود
 زال سبب در افاضل امت
 لقب او فقیہ اعظم بود

(حافظ محمد افضل فقیر)



فتاویٰ نور

مَنْ يَرِدِ اللَّهُ بِخَيْرٍ أَيْفَقَهُهُ وَالدِّينَ

(متفق عليه)

اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمے گا وہ بالیقین اسے دین کا

نفعیہ بنا دیتا ہے۔

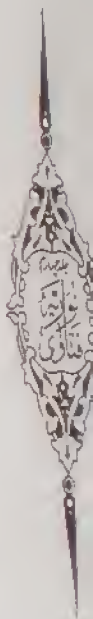


پوری

عن ابن عباس قال قطع رسول الله
ﷺ يد رجل في مجن قيمته دينار او
عشرة دراهم

سنن ابی داؤد ، کتاب الحدود .
باب ما یقطع فیه السارق

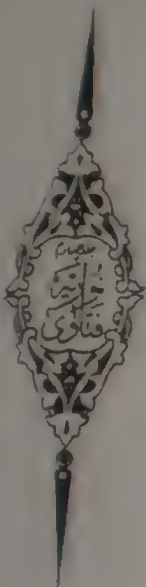
”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کی چوری پر ایک
شخص کا ہاتھ کاٹ دیا اس ڈھال کی قیمت ایک دینار یا دس
دراہم تھی“



و السارق و السارقة فاقطعوا
أيديهما جزاء بما كسبا نكالا من
الله و الله عزيز حكيم

(المائدہ : ۳۸)

”اور جو مرد یا عورت چوری کریں تو ان کے (دائیں)
ہاتھ کاٹ دو (یہ) ان کے کرتوت کا بدلہ، عبرتاً کہ سزا (ہے)
اللہ کی طرف سے اور اللہ بڑا غالب ہے، نہایت حکمت
والا“



کتاب السرقہ

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے۔ اسلامی معاشرہ ریاست کے ہر فرد کو اس کی جان، مال، عزت اور آبرو کا تحفظ فراہم کرتا ہے۔ جو شخص اس نظام میں رخنہ اندازی کرتے ہوئے معاشرہ میں بگاڑ پیدا کرنے کا باعث بنے اسے جرم سے باز رکھنے اور دوسرے شہریوں کو اس کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے اسلام نے حدود و تعزیرات کا نظام وضع فرمایا ہے جو سراسر مبنی بر مصلحت و حکمت ہے۔

آج کے اس ترقی یافتہ سائنسی دور میں نت نئے انداز میں جرائم سامنے آ رہے ہیں۔ مگر بنیادی طور پر ایسے سنگین جرم جن سے حقوق العباد کے ساتھ ساتھ حقوق اللہ کی پامالی بھی ہوتی ہے، سات ہیں:

(1) قتل (2) ارتداد (3) زاکہ (4) چوری (5) زنا (6) قذف (تہمت لگانا)

(7) شراب نوشی

ان جرائم کی روک تھام کے لئے اللہ تعالیٰ جل و علانے جو سزائیں

مقرر فرمائی ہیں، انہیں حدود کہا جاتا ہے۔ یہ سزائیں متعین ہیں اور ان میں کی بیشی ممکن نہیں ہے۔

ان سات کے علاوہ باقی جرائم میں تعزیر ہے، جو حاکم کی صوابدید پر مبنی ہے، وہ حسب سیاست و حکمت جو سزا چاہے تجویز کر سکتا ہے۔
اس وقت ہمارا مقصود کتاب السرقة کا مختصر تعارف کرانا ہے۔

مخفی طور پر کسی کا مال اٹھا لینے کو سرقة (چوری) کہتے ہیں اور اس عمل کا ارتکاب کرنے والا سارق یا چور کہلائے گا۔۔۔۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی (م 1205ھ) لکھتے ہیں:

السارق عند العرب من جاء مستترا الى حوز فاختذ مالا لغيره فان اخذ من

ظاہر فهو مختلس و مستلب و منتہب و محترس فان منع ما فی یدہ فهو غاصب

(تاج العروس، جلد 6، صفحہ 379)

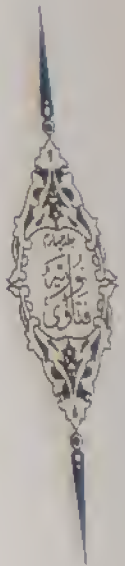
”اہل عرب کے نزدیک چور وہ شخص ہے جو کسی محفوظ مقام سے چھپ کر دوسرے کا مال لے کر چلا جائے۔ اگر وہ ظاہراً لے تو لٹیرا اور اچکا کہلائے گا اور اگر زبردستی چھینے تو وہ غاصب ہو گا“
علامہ راغب اصفہانی (م 502ھ) فرماتے ہیں:

و صار ذلك في الشرع لتناول الشيء من موضع مخصوص و قدر مخصوص

(المفردات فی غرائب القرآن، جلد 2، صفحہ 150)

”اصطلاح شریعت میں مال غیر کو کسی خاص جگہ سے اور خاص مقدار میں چرا لینے کو سرقة کہتے ہیں“

علامہ ابن ہمام خفی (م 861ھ) نے سرقة کی شرعی و فقہی تعریف یوں کی



من اخذ الماقل البالغ عشرة دراهم او مقدارها غيباً عن هذا مقدار

مما لا ينسارع اليه العباد من المال المتعول لتعير من حرر ملامه

(فتح القدیر، جلد 4، صفحہ 219)

”ماقل بالغ کا کسی کے دس درہم (یا اس سے زائد) یا اس مالیت نہ کوئی ایسی چیز جو بسرعت خراب ہونے والی نہ ہو، چھپ کر ایسی محفوظ جگہ سے، جس کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا ہو، کسی شبہ اور تاویل کے بغیر اٹھا لینا، سرقہ کہلاتا ہے“

چوری کے استیصال کے لئے شریعت اسلامیہ میں جہاں بطور حد سخت سزا رکھی گئی ہے وہیں اس امر میں بھی بڑی احتیاط سے کام لیا گیا ہے کہ بلاوجہ کسی کے ہاتھ نہ کٹنے پائیں۔ چنانچہ فقہائے کرام نے قرآن و سنت کے مزاج کو سامنے رکھ کر اجرائے حد کے لئے چور، چوری اور مقام واردات کے بارے میں متعدد شرائط عائد کی ہیں، جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(1) چور ماقل بالغ ہو، بچہ یا مجنون اگر چوری کرے گا تو حد نہیں لگے گی۔

(2) مال سرقہ کی مالیت کم از کم دس درہم (2.625 تولہ یا 30.618

گرام، چاندی) کے برابر ہو۔ اس سے کم مالیت پر احناف کے نزدیک ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ البتہ تعزیر لگے گی، جو حالات و واقعات کے اعتبار سے کم و بیش ہو سکتی ہے۔

(3) جس مقام سے مال چوری کیا جائے وہ محفوظ ہو، خواہ حقیقتاً یعنی ایسی



جہ جو اپنی وضع کے اعتبار سے مال کی حفاظت کے لئے بنائی گئی ہو، جیسے مکان، دکان، خیمہ، صندوق وغیرہ، خواہ حکماً، جیسے جہ، خطا میدان، رستہ وغیرہ بشرطیکہ وہاں کوئی نگران یا چوکیدار مقرر ہو۔ ایسی خطی جگہوں پر محافظہ نہ ہو تو چور و حد نہیں لگے گی۔

(4) مسروقہ چیز، سرعت خراب ہو جانے والی نہ ہو۔ جیسے پھل سبزی

وغیرہ

(5) مال کسی کی ملک ہو۔ غیر مملوک مال (مثلاً مردے کا کفن) چرانے پر

حد نہیں۔

(6) مال خفیہ طریقے پر چوری کیا گیا ہو، کھلے خزانے سے یا چھین جھپٹ

کر یا خیانت کے طور پر نہ لیا گیا ہو۔ لیرے، اچکے، غاصب اور خائن کی الگ سزا ہے۔

(7) مال مسروقہ کسی شبہ اور تاویل کے بغیر اٹھائے، چنانچہ نامینا کے ہاتھ

نہیں کاٹے جائیں گے کیونکہ ممکن ہے اس نے اپنی چیز سمجھ کر اٹھائی ہو۔

اسی طرح اگر کوئی شخص باپ کا مال یا قرآن کریم چرائے تو حد نافذ نہیں ہو گی۔

چوری کے ثبوت کے دو طریقے ہیں:

(1) اقرار جرم (2) دو مردوں کی گواہی

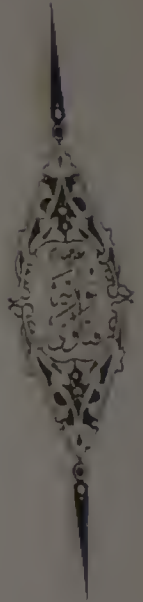
چوری کے ثبوت کی جملہ شرائط پائی جائیں تو قاضی اسلام حد مسروقہ نافذ

کرنے کا حکم جاری کرے گا۔ پہلی مرتبہ چوری کرنے والے کا داہنا ہاتھ، پہنچے (کٹائی کے جوڑ) سے کاٹ کر اسے گرم تیل میں داغ دیا جائے گا۔



ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دینے کے بعد اگر مال مسروقہ اس کے پاس موجود ہے
تو مالک کو واپس دلایا جائے گا اور اگر ضائع ہو گیا تو تاوان نہیں اور اگر کسی
وجہ سے حد نافذ نہ ہو سکی تو چور سے ضائع شدہ مال بھی بطور ضمان واپس لیا
جائے گا۔

(مرتب)

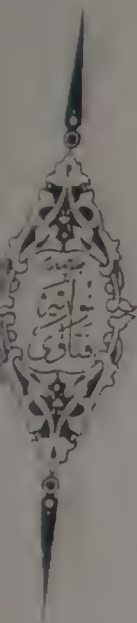


کتاب السَّرَقَةِ

الاستفتاء

سائل منظر کہ اس کی بیوی کو اس بنا پر چور بنایا جا رہا ہے کہ ایک عامل تین گرم کر کے
ہنے پاس رکھے ہوئے پانی میں تھن کر کے اس جلتے ہوئے تیل میں ڈلوانا گیا مگر دوسروں
کا ہاتھ سطح تیل پر اور اس کی بیوی کا ہاتھ ڈلو دیا اور پھر اس کو ڈلوایا تو چونکہ ہاتھ کی بیٹھک کا کچھ حصہ
اس خاص پانی سے تر نہیں ہوا تھا لہذا صرف وہی حصہ تیل سے متاثر ہوا باقی بالکل ٹھیک رہا
تو ہاتھ کے کچھ خاص حصہ کے متاثر ہونے سے عامل نے چور قرار دیا تو کیا شرعاً اس طریق
سے چوری ثابت ہو سکتی ہے؟

سجوار از موضع عزت کے



الجواب
مَنْ جَعَلَ لِي يَتُوبَ وَأُصْلِحَ

ایک دہہ وہ ب شرعاً اس قسم کے طریقوں سے چوری ثابت نہیں ہو سکتی
اور یہی ہے کہ اگر کسی کو چور قرار دیا جاسکتا ہے قرآن کریم میں ہے
وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ آيَاتِي وَيُؤْتُونَ زَكَاةً وَيَسْتَلُونَ حُرْمًا فَلَهُمْ مِثْرَتُهُمْ مِمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ
الحسب الحسن علی مشکوٰۃ

مگر یہ ہے کہ جو لوگوں سے اپنی جیبیں پر کر کے فتنہ و فساد برپا کر دیا کرتے
ہیں۔ اہل علم و فضل نہیں کہ عاقبت و حیوانات میں ایسے خواص ہیں کہ ان کے استعمال سے آگ
میں جہاں بجائے عالموں اور مدعیوں سے چوری دریافت کرنے والے اٹھے مجرم میں انکی
پولیس مانس کی نازیں قابل مقبولیت نہیں بنتیں۔

مشکوٰۃ شریف میں حدیث شریف ہے من اثی عرافا فضالہ عن
سواءہ علیٰ صلوٰۃ ربیع لیلۃ رواہ مسلم لہذا ائمہ دین نے
اس کی شہادت قبول بیان فرمائی ورنہ اسے جتنا کی تاکید ہی ہدایتیں فرمائیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتھو و احکم و صلی
اللہ تعالیٰ علیٰ خاتم النبیین و علیٰ آلہ و صحبہ و بارک و سلم

عنہ الغفر البواخیر محمد نور الثنائی غفرلہ

محمد عمر مرشد

الاستفتا

بخدمت فیض و رحمت جناب مولوی صاحب

بعد السلام علیکم کے وضع ہو کہ اس جگہ خیریت ہے اور جناب کی خیریت بدوہی سے نیک مطلوب ہوں۔ خلاصہ حال احوال یہ ہے کہ سید سرور شاہ آپ کی خدمت اقدس میں روانہ کیا جاتا ہے۔ برائے ہربانی کر کے ان کے بیانات مثل شامل ہیں ملاحظہ فرمائیں مدعی عید میرے پاس آیا اور میں نے جناب مولوی ولی محمد صاحب کی خدمت میں روانہ کیا۔ ان کا فیصلہ بھی مثل شامل ہیں۔

مدعی سید سرور شاہ کی چوری نقد و زیورات وغیرہ چھ ہزار کا دعویٰ ہے مدعی علیہ کا اقرار کے میں نے ۳۵۰۰/- روپیہ کی چوری میرے گھر ہے، باقی نہیں ہے، ۲۳۰ روپے کم تہہ ہر روپیہ مدعی کے گھر ہے۔ مدعی علیہ کا اقرار ہے کہ میرے گھر ۳۵۰۰ روپیہ ہے براہ مابانی کر کے فیصلہ شرعی محمدی فرمایا جاوے۔ زیادہ آداب۔

میں جناب کو تکلیف دیتا ہوں کہ ان کا جلدی فیصلہ فرما کر واپسی تحریر فرمائیں اور مولوی شیخ فاضل والے اور مولوی گھنوا والے کو آداب و نیاز۔

جناب مولوی صاحبان فیصلہ فرمائیں اور جلدی فیصلہ فرمائیں کیونکہ ان کے لیے حساب بہادر نے میرے پاس روانہ کیا ہے اگر وہ تبدیل ہو جاوے تو ان کا مقدمہ درمیانے رہے گا۔ مؤرخہ ۵۱۔۲۲۸ کا فیصلہ دی محکم کا ہے۔ میری تحریر ۵۱۔۲۳۱

دعا گو : خادم الفقہ غلام ولی از حضرت دیوان صاحب

جس کا جمل یہ ہے کہ جو کسی کو اقسام کے مال پر مال لے کر

حضرت مر دین اور فقہات معینین کی رائے کے تحت سے

قرآن کریم اور حدیث پاک صاف صاف رسد فرما کر اگر کسی وجہ سے کسی کو

توضیح شدہ مال مسروقہ کی حالت پر پورا مال سے مسروقہ ۹۵ ص ۵۰۰

ج ۱ ص ۱۹ و المصنف لیسندہ مال لیسندہ من لیسندہ ہر قطعہ

فاذا سقط القطع نزل المذموم من رتبہ بے شک باقی مال سے

ہی ہے پس جب قطع الید ساقط تو مانع زل ہو گیا تو ضمان لازم ہو گئی تھی کہ چور مال

ہونے کے بعد انکار کر دے تب بھی ضمان لازم ہے مبسوط شرحی ج ۹ ص ۱۲۰

ج ۱ ص ۱۹۰ و مختار تخریر شامی ج ۳ ص ۲۶۹ و المصنف لیسندہ مال لیسندہ

لسارق عذر لا ضرر لا لیسرقہ فلا یقطع و بصیرت مال سے واجب

اقرار ہے پھر جائے تو باطل نہیں کاٹا جائے گا اور مال مسروقہ دینا پڑے گا اور جب کسی مال کو

مذموم مبلغ ایک ہزار چھ سو ستر روپیہ واپس کر چکا ہے تو ایک ہزار آٹھ سو تیس روپیہ کے

ذمہ واجب الادا ہیں اور سزا یاب ہونے سے معاف نہیں ہوتے اس کے قطع ال

نہیں ہوا اگر قطع الید ہو جاتا تو ضمانت شدہ مال ضمانت معاف ہو جاتا

باقی رہا یہ دعویٰ کہ تمام مال لوٹیں گے کسی ہے۔ اس وقت معنیہ و صاحب

جب اس پر باقاعدہ شریعت کے پابند رہو گو وقت فہم کرے اور اگر کو وقت فہم کرے کہ نہ لوٹیں

سے حلف کا مطالبہ کر سکتا ہے مگر نہ ور شاہ صاحب کے بلفان مسروقہ تو مال سے

اداکر نے اس کے ذمہ ضروری ہیں پھر شاہ صاحب کا مطالبہ چھوڑ کر رہا کہ جس نے

تین ہزار سے زائد مبلغ طحانی ہزار کے متعلق مذموم مال سے شریعتی صفت کے لئے

شاہ صاحب کے پاس گواہ نہیں ور شاہ صاحب کی وہ حالت حوالے فرماتا ہے

کرنے کے لئے تگ و دو دیں کر یہ وغیرہ کی صورت میں آئی ہے اس کے متعلق پیر نذر محمد
جستی کو چاہئے کہ دائریں اس لئے کہ یہ خرچ ان کی ناجائز حرکت کے سبب ہوا ہے
مگر وہی طاقت جو واقعی درجائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اسم و احکم واصلی
اللہ علیٰ علیٰ حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

نوٹ: مندرجہ بالا تحریر فقیر بیان مسائل و فتویٰ ہے۔ اگر واقعات یہی ہیں تو اس پر فیصلہ کا
حکم فرمادیں۔ جب رشاد میں خود ہی فیصلہ کی صحت میں لکھا مگر فیصلہ کے لئے چونکہ فریقین کا
حاضر ہونا ضروری ہوتا ہے اور میرے پاس ایک ہی فریق آیا لہذا فیصلہ نہ لکھا، پھر ان کے
بیانات جو شامل مثل میں وہ آپس میں بھی نہیں ملتے۔

مسئلہ سرور شاہ کا دعویٰ مبلغ چھ ہزار روپیہ کا ہے اور مبلغ ایک ہزار چھ سو تتر تو یہ
وصول ملتے ہیں اور بقایا رقم مبلغ تین ہزار سا سو روپیہ بتاتے ہیں حالانکہ یہ محض غلط ہے کہ
جب ن در رقموں کو جمع کیا جائے تو میزان کل مبلغات پانچ ہزار تین سو تتر بنتی ہے تو یہ
دعوائے چھ ہزار روپیہ نقد کے مخالف ہے اور پیر نذر محمد صاحب جستی ملزم کا بیان جو باریک قلم
سے پہلے لکھا ہوا ہے اس میں ہے کہ شاہ صاحب کا پرچہ دس ہزار کا ہے اور مولیٰ قلم
والے بیان دوبارہ لکھے ہوئے ہیں ہے کہ شاہ صاحب نے پرچہ بارہ ہزار کا دیا ہے، اس
اس ہزار اور بارہ ہزار کی بھی مطابقت نہیں ہوتی۔ پیر نذر محمد کے باریک قلم بیان میں ساڑھے
سہ ہزار نقد کا قرار ہے جس کا معنی ساڑھے تین ہزار، ساڑھے چار ہزار، ساڑھے پانچ ہزار
وغیرہ جثت ان کہتے ہیں اور نہایت اشتباہ کا باعث ہے۔ پھر دوسرے مولیٰ قلم والے
بیان میں ساڑھے تین ہزار نقد لکھا ہے اس میں تو کوئی اشتباہ نہیں مگر چونکہ پہلے کی نقل

باقی مولوی دلی محمد صاحب کا فیصلہ تو وہ بھی یوں ہی ہے جب ان کے بیانات
اور تحریرات کو مطابق مانتے ہیں تو تقریباً کی اڑھائی میں ڈیڑھ ہزار واپس اور ساڑھے چار سو بقیہ
کا دعویٰ لکھنا بالکل غلط ہے کہ شاہ صاحب ؒ کی کے بیان میں واپس ایک ہزار چھ سو ستتر
لکھا ہے اور بقیہ یا تین ہزار سات سو بنایا ہے، یہ بڑا فرق ہے، نیز فیصلہ حقیقاً لکھا جاتا ہے
تقریباً کا کوئی معنی نہیں۔

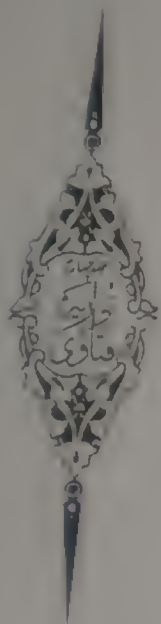
پھر مولوی صاحب کا یہ لکھنا کہ بمطابق قانون محمدی تیس دُڑے تک سزا دے کر
پھر حلف اٹھوا کر زائد دعویٰ سے بری سمجھا جائے۔ یہ بالکل خلاف واقع ہے کسی ایک ہفتی
کتاب میں اس قانون کے نام و نشان تک نہیں ملتا اور نہ ہی فتاویٰ شامی میں ہے کہ تیس
دُڑے سے تزکیہ ہو جاتا ہے بلکہ فتاویٰ شامی میں مٹیم بالسرقة کا کوئی باب ہی نہیں ہوتا مگر
کا بیان ہے مگر اس میں بھی یہ تزکیہ والی بات بالکل نہیں لکھی۔ اگر مولوی صاحب کے پاس
کتاب نہیں تو کتاب دالے سے لیکر دیکھ لیتے، فیصلے یوں اٹھل پچھل سے نہیں کئے جاتے
پھر حکومت کو ثالث و حکم کہنا بھی عجیب چیز ہے، ثالث اور حکم فریقین دونوں کی تجویز سے ہوتا ہے
حالانکہ مدعی علیہ حکومت سے جان چھڑانے کی پوری کوشش کرتا ہے پھر مدعی صبیح نے یہ بگڑ
نہیں کہا کہ میں نے مبلغ تین ہزار روپیہ حکومت کے سپرد کر دیا بلکہ اس کے بیانات سے
معلوم ہوتا ہے کہ مبلغات مذکورہ پولیس نے برآمد کئے اور پولیس کو حکومت کہنا بھی مولوی صاحب
کی خوش فہمی ہے، پھر فیصلہ میں لکھا کہ ”جو مال خورد برد ہوا اسے اے قطع یہ بھی مکر وہ قدرۃ
بند ہے وہ بھی معاف ہے“ بالکل شریعت کے خلاف ہے، کسی مجبوری کی بنا پر تصحیر ہو
تو چور پر مال مسروقہ پورا پورا ادا کرنا لازم ہوتا ہے کما مہر مہر قبیلہ کی موت میں حق مال
خورد برد کے متعلق قاضی حکم نہیں کرتا مگر دیا ہے قطع یہ کہ بعد بھی دینا پڑے درخت دینے کا
فتوے دے۔

دست
قصائل

يا ايها الذين آمنوا كتب عليكم
القصاص في القتلى

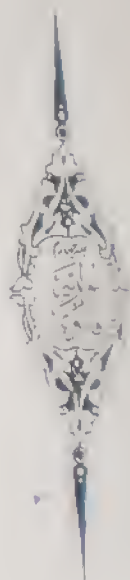
(البقره : ۱۷۸)

”اے ایمان والو! فرض کیا گیا ہے تم پر قصاص (بدلہ)
ان لوگوں کے خون کا جو (ناحق) قتل کیے جائیں“



اول ما يفصى بين الناس يوم
 القيامة في الدماء
 صحيح مسلم ، باب المجازاة
 بالدماء في الآخرة

”قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سب سے پہلے
 خون ناحق کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا“



و من قتل مومناً خصباً ففتحير رقبة
مومنة و دية مسلمة الى اهله الا ان
يصلوا

(النساء : ۲۲)

"اور جس نے کسی مسلمان کو بلا قصد قتل کر دیا تو
(اس کی سزا یہ ہے کہ) ایک مسلمان غلام کو آزاد کرے اور
مقتول کے وارثوں کو خون بہا ادا کرے مگر یہ کہ وہ معاف
کرائیں"



من قتل متعمدا دفع الى اولياء
المقتول فان شاؤا قتلوا و ان شاؤا
اخذوا الدية

ترمذی ، باب ما جاء
فی الدية کم می

”جو شخص قصداً (ناحق) قتل کرے اس کا معاملہ
مقتول کے وارثوں کے سپرد کیا جائے چاہیں تو اسے قتل کے
بدلے قتل کر دیں اور چاہیں خون بہا وصول کر لیں“



کتاب الدیۃ والقصاص

شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ قتل ناحق ہے۔۔۔۔۔ میں وجہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے ایک انسانی جان کے قاتل کو پوری انسانیت کا قاتل قرار دیا

من قتل نفسا بغير حق او فسادا في الارض فكأنما قتل الناس جميعا

(المائدہ 32)

”جس نے قصاص یا زمین میں فساد (پھیلائے کی سزا) کے بغیر
(ناحق) کسی کو قتل یا توہین کیا اس نے سب لوگوں (جملہ انسانیت) کو
قتل کر دیا“

محسن انسانیت ﷺ نے بھی اپنی مقدس تعلیمات میں جبکہ خون
انسانی کی حرمت کا اسس دیا ہے۔ جوہ اوداع کے موقع پر آپ نے اپنے
خطبہ مبارکہ میں انسانی حقوق کے جس عظیم الشان چارٹر کا اعلان فرمایا اس
میں انسانی جان کے تحفظ کا پہلا نمایاں ہے۔ دیکھئے کس خوبصورت ذہنک اور
دل نواز آہنگ میں آپ نے ارشاد فرمایا:



ہم نے دیکھا کہ دوسرے لوگ حرام علیکم کھرمے ہو مکم ہذا فی شہر کم

ہم نے دیکھا کہ

”وہو! تمہاری جانیں، دل اور عزتیں ایک دوسرے پر اس طرح قطعاً حرام کر دی گئی ہیں۔۔۔۔۔“ جیسے تمہارے اس مینے (الحج المبارک) اور تمہارے اس شر (لکھ) میں آج کے دن کی حرمت ہے“

لا ملأ نرسموا یعنی ضللاً بضرب بمعکم رقاب بمع

”خبردار میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گروں کاٹنے لگے“

(صحیح بخاری، جلد: 2، صفحہ: 1021)

ہاں اعظم ﷺ نے رنگ، نسل، وطن اور قوم کی بنیاد پر قائم تمام فرسودہ نظریات اور ظالمانہ امتیازی قوانین کا خاتمہ فرمایا۔ زمانہ جاہلیت میں یہ غلط روش قائم تھی کہ جب کوئی طاقتور قبیلہ کسی کمزور قبیلہ کے فرد کو قتل کر دینا قصاص میں آزاد کی بجائے غلام کو قتل کے لئے پیش کرتے اور اگر اس کمزور قبیلہ سے قتل ہو جاتا تو ایک قتل کے بدلے کئی آزاد انسانوں کو یہ تیغ دیتے۔ یعنی عورت کے بدلے مرد اور غلام کے بجائے آزاد کو قتل کرتے۔ اس طرح خونریزی کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ چل نکلتا۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے اس فساد اور خونریزی کے سدباب اور معاشرہ میں امن، آشتی، صلح و صلح کی ایک فضا پیدا کرنے کے لئے انسانوں کو قانون قصاص عطا فرمایا۔ جس میں یہ واضح کر دیا گیا کہ امت کے ہر فرد کی زندگی یکساں قابل

احترام ہے۔ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، کوئی ہو، جو شخص جرم کرے گا وہی مستحق سزا ہو گا۔ اس کی جگہ کسی دوسرے بے گناہ کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

دیگر نظاموں میں مصالحت اور معافی کی گنجائش نہیں۔۔۔۔۔ انگریز کے ظالمانہ نظام میں یہی صورت ہے اور مصالحت کے لئے فریقین کو عدالت میں جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔۔۔۔۔ مگر اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس میں بدلہ انسانی مصالح کو مد نظر رکھا گیا ہے، چنانچہ مقتول کے ورثاء کو یہ اختیار سونپ دیا گیا کہ وہ چاہیں تو قتل کی صورت میں قتل کا بدلہ لے لیں، چاہیں تو (دیت) خون بہا لے لیں اور اگر وسعت قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عفو و درگزر سے کام لے کر قاتل کو معاف کر دیں تو یہ بہر حال ان کا حق ہے۔ کتاب القصاص والدیہ میں اس قانون سے متعلقہ استفتاءات ہیں۔

قصاص ”نقص“ سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے نقش قدم پر چلنا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ و خضر (علیہما السلام) کے واقعہ میں ہے:

فارتدا علی اثارهما قصصا

(الکہف: 64)

”وہ دونوں (موسیٰ اور یوشع بن نون) اپنے قدموں کے نشانوں

پر چلتے ہوئے واپس چلے“

قیحی کو ”نقص“ کہتے ہیں کیونکہ اس کی دونوں طرفیں برابر ہوتی ہیں۔۔۔۔۔ قصاص کو بھی قصاص اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں مماثلت اور

بیرونی کا معنی پایا جاتا ہے اور قاتل یا قتلہ آور سے قتل یا زخم کا برابر برابر
یا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ برہان الدین المرغینانی (م 593ھ) فرماتے ہیں:

قصاص سنی عن المماثلة وماه بقال قنصر اثره و منه المقصود للجلمين

(ہدایہ جلد: 4، صفحہ: 566)

”قصاص کا لفظ مماثلت کا پتہ دیتا ہے، اسی مادے سے، کسی
کے نقش قدم پر چلنے اور پیروی کرنے والے کے بارے میں کہا جاتا
ہے: مصر اثر، اور قینچی کے لئے مقصہ کا لفظ بھی اسی مادے سے
تعلق رکھتا ہے (کیونکہ قینچی کی دونوں طرفیں برابر ہوتی ہیں)۔“
احناف کے ہاں قتل کے پانچ اقسام ہیں۔

(1) قتل عمد (2) قتل شبہ عمد (3) قتل خطا (4) قتل قائم مقام خطا (5) قتل

باسب

1۔ قتل عمد

کسی شخص کو جان بوجھ کر ہتھیار یا کسی ایسی دھار دار چیز کے ساتھ قتل
کرنا، جو ہتھیار کا کام دے۔ جیسے تلوار، پستول، خنجر، چاقو، بانس کی کھچی یا دھار
دار لکڑی وغیرہ

آل سے جلا دینا بھی قتل عمد میں شامل ہے۔

قتل عمد کا مرتکب سخت گنہگار ہے۔ اخروی عذاب کے علاوہ دنیا میں اس
کی مالا قصاص ہے۔ البتہ اگر مقتول کے ورثاء چاہیں تو معاف کر دیں یا دیت
(امونت) کی مقدار سے کم یا زیادہ جس قدر مال کا قاتل سے معاہدہ ہو
باسے کے معاملت کر سکتے ہیں۔

2۔ قتل شبہ عمد

کسی شخص کو کسی ایسی چیز کے ساتھ ضرب لگانے کا قصد کرے جو اسلحہ یا اسلحہ کے قائم مقام نہ ہو اور بالعموم اسے قتل کے لئے استعمال نہ کیا جاتا ہو۔ جیسے لاشی، پتھر وغیرہ، جس سے مضروب مر جائے

قتل شبہ عمد میں فاعل گنہگار ہو گا اور اس پر کفارہ واجب ہے (ایک غلام آزاد کرے یا مسلسل دو ماہ روزے رکھے) اور اس کے عصبات (قریبی رشتہ داروں) پر دیت مغلظہ واجب ہے، جسے وہ تین سال میں ادا کریں گے۔

3۔ قتل خطا

اس کی دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ اس کے گمان میں خطا ہو۔ مثلاً اس نے شکار سمجھ کر گولی چلائی مگر وہ شکار کی بجائے مسلمان شخص تھا، جسے گولی لگ گئی یا کسی کو حربی کافر گمان کر کے گولی چلائی اور وہ شخص مسلمان تھا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے فعل میں خطا سرزد ہو۔ مثلاً اس نے کسی شکار یا مخصوص ہدف پر نشانہ لگایا، مگر ہاتھ بہک گیا اور گولی بجائے اس کے کسی مسلمان شخص کو لگ گئی۔

قتل خطا کا حکم یہ ہے کہ قاتل پر قصاص نہیں بلکہ اس کے عصبات (عائقہ) پر دیت ہے۔ جو تین سال میں ادا کی جائے اور قاتل پر کفارہ ہے (یعنی مسلسل دو ماہ روزے رکھے)

4۔ قتل قائم مقام خطا

(مثلاً) کوئی آدمی نیند کی حالت میں کسی پر گر پڑے، جس کی وجہ سے وہ

مربائے۔

قتل کی اس قسم کا حکم بھی قتل خطا کی طرح ہے یعنی قاتل پر کفارہ اور اس کے عصبہ پر دیت ہے۔ قتل کی ان چار قسموں میں قاتل اگر وارث ہے اور اپنے مورث کو قتل کر دے تو اس کی میراث سے محروم ہو جائے گا۔

5۔ قتل بالسبب

یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کی ملکیت میں یا راستہ میں بڑا پتھر رکھ دے یا کنواں کھود دے اور کوئی شخص ٹھوکر کھا کر یا کنویں میں گر کر ہلاک ہو جائے۔ یونہی کوئی شخص کسی جانور کو ہانک کر لے جا رہا ہو اور وہ جانور کسی کو ہلاک کر دے یا کسی کی گاڑی کے نیچے آ کر کوئی شخص ہلاک ہو جائے تو یہ بھی قتل بالسبب کی صورت ہے۔۔۔۔۔ ان صورتوں میں یہ شخص قتل کرنے کا مرتکب نہیں ہوا بلکہ ایک متعدی سبب سے قتل ہو گیا۔ قتل کی اس قسم میں اس کے عصبہات پر دیت ہے اور اس شخص پر نہ تو کفارہ واجب ہو گا اور نہ ہی وہ وراثت سے محروم ہو گا۔

قتل کی طرح قطع اعضا اور زخموں کا بھی قصاص لیا جائے گا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

ان النفس بالنفس و المین بالمین و الانف بالانف و الاذن بالاذن و السن بالسن و الحروح قصاص فمن تعلق به فهو كفارة لہ

(المائدہ: آیت: 45)



”جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں قصاص (بدلہ) ہے پھر جو بدلہ معاف کر دے تو یہ معافی اس کے لئے کفارہ ہو گئی“

قصاص کا یہ حکم ان صورتوں میں ہے جہاں زخم کا برابر برابر بدلہ لینا ممکن ہو، بصورت دیگر زخم و اعضا کی نوعیت کے مطابق مکمل، نصف یا ترائی دیت یا تاوان لازم ہو گا۔

دیت

دیت کا اصل ”ودی“ ہے، حسب قاعدہ واو حذف ہو گئی، جس کے عوض آخر میں تاء آئی، تو یہ ”دیتہ“ ہو گیا۔

اس کے مشتقات میں بننے اور جاری ہونے کا معنی پایا جاتا ہے، اسی بنا پر پانی کی گزرگاہ کو وادی کہا جاتا ہے۔ قتل نفس (خون بننے) کے عوض میں مقتول کے ورثہ کو دیا جانے والا معاوضہ دیت (خون بہا) کہلاتا ہے۔ جب کہ اس سے کم (تلف عضو) پر بطور تاوان ادا کیے جانے والے مال کو ارش کہا جاتا ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی (م 1252ھ) کہتے ہیں:

”کبھی دیت اور ارش (تاوان) ہم معنی بھی استعمال ہوتے ہیں۔“

(رد المحتار، جلد 5، صفحہ 504)

علامہ ابن ہمام (م 861ھ) بیان کرتے ہیں:

”جان کے عوض دیے جانے والے مال کو دیت کہا جاتا ہے مگر چونکہ تلف اعضا کے معاوضہ پر بھی دیت کا اطلاق ہوتا ہے، لہذا

دیت کی زیادہ واضح تشریف یہ ہے:

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ فرمایا: ”میں نے ایک دفعہ ایک آدمی کو طرف مشد

(فتح القدیر، جلد: 8، صفحہ: 301)

”انسان یا اس کے کسی عضو کے عوض ادا کیے جانے والے

توان کو دیت کہتے ہیں“

دیت کی دو قسمیں ہیں:

(1) دیت مغلظہ (2) دیت خفیفہ

دیت مغلظہ

امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک قتل شبہ عمد میں دیت مغلظہ لازم ہوگی جس کی مقدار سو اونٹنیاں ہیں۔ جن میں پچیس دوسرے سال کی، پچیس تیس سال کی، پچیس چوتھے سال کی اور پچیس پانچویں سال کی ہوں۔

دیت خفیفہ

قتل شبہ عمد کے علاوہ باقی اقسام قتل میں (اور قطع اعضا اور زخموں کی صورت میں) کل یا بعض دیت خفیفہ واجب ہوگی، یہ پانچ قسم کے سو اونٹ اور اونٹنیاں ہیں، جن میں دوسرے سال کے بیس اونٹ ہوں جب کہ بقایا اسی (80) دوسرے سال، تیسرے سال، چوتھے سال اور پانچویں سال کی بیس بیس اونٹنیاں ہونی چاہیں۔۔۔۔۔ تفصیل فتاویٰ نوریہ کی کتاب الدیہ و القصاص کے پہلے فہرے میں ملاحظہ فرمائیں۔

اونشیوں کے علاوہ دیت کی مزید دو صورتیں ہیں :

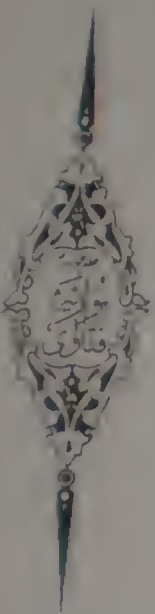
(1) ایک ہزار دینار (تقریباً 4.372 کلوگرام سونا)

(2) دس ہزار درہم (30.618 کلوگرام چاندی)

قتل خطا اور شبہ عمد کی صورت میں دیت عاقلہ کے ذمہ ہوگی۔ عاقلہ سے عصبات (باپ کی جانب سے وراثت کی ترتیب کے مطابق قریبی رشتہ دار) مراد ہیں۔ نیز کاروباری اداروں، کارخانوں کے ملازمین اور مزدوروں کی یونین، انجمن یا تنظیم بھی عاقلہ کے قائم مقام ہے۔ اگر کسی کے عصبات نہ ہوں تو بیت المال سے اس کی دیت ادا کی جائے گی۔ دیت ادا کرنے کی مدت تین سال ہے۔

فتاویٰ نوریہ کی کتاب الدینہ و القصاص میں دو فتوے ہیں۔ ایک فتویٰ دماغ پر لگائے گئے زخم (آمد) سے متعلق ہے۔ اس میں تمائی دیت ہے، جب کہ دوسرا فتویٰ قتل کے بارے میں ہے۔

(مرتب)



کتاب الایۃ والقصاص

الاستفتاء

سارے مسلمانوں کے لیے قرآن مجید میں مذکور ہونے والے
سریعہ فیہ کے احکامات کی وضاحت اور ان کے صحیح و صحیح
ہونے کی بات کرنے میں وہ لوگ، اب ان کے وہ وہی
قرآن مجید کے احکامات کو یاد رکھیں۔

سائنس اکبر علی ہادی عبداللہ شاہ معرفت مدبر محمد عظیم
نزد سنہری، رکیٹ نوٹس شہر، سید، ۴۴، ۴۴



شرعاً ایسے زخم کا نام آثر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۶ ص ۲۸ میں ہے والامۃ
 وہی الی فصل فی ام سراس وهو الذی فیہ الدماخ اور اس میں دیت
 کا ثبوت ایک بتائی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۶ ص ۲۹ میں ہے وفی لامۃ ثلث لدية
 اور دیت تین چیزوں سے ہے :

۱۔ ایک سو اونٹ جن میں بیس بنتِ مخاض یعنی سال کی ٹوڈیاں جو دوسرے سال میں
 داخل ہو چکی ہوں اور بیس عدد اہلے مخاض یعنی ایسے ٹوڈے اور بیس بنتِ لبان یعنی
 پورے دو سال کی ٹوڈیاں جو تیسرے سال میں داخل ہوں اور بیس حقۃ یعنی پورے
 تین برس کی ٹوڈیاں جو چوتھے سال میں داخل ہوں اور تیسرے جذبہ یعنی ایسی پرانی
 اونٹنیاں جو چار سال کی ہوں اور پانچویں میں پاؤں ہو، یہ پوری دیت ہے۔
 ۲۔ یا ایک ہزار دینار سونا یا

۳۔ دس ہزار درہم ۱ فتاویٰ عالمگیری ج ۶ ص ۲۴

اس حساب سے اکبر علی پر لازم کہ یعقوب زخمی کو ۳۳۳ اونٹ اسی عمر
 کے پورے کر دے یا ۳۳۳ دینار دے جو بیس تو لہ ساڑھے دس ماثر سونا ہے
 یا ۳۳۳ درہم دے جو تقریباً آٹھ ہزار پچھتر تو لہ چاندی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبیبہ محمد و

مترجم و تفسیر لہجہ محکم نور اللہ النعمانی غفرلہ
۲۰۰۸ء ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۷ء

الاستفتاء

ازکراچی ۲۸ اپریل ۱۴۲۹ھ لیاقت آباد کراچی مکان نمبر ۱۵ مفت جناب قضا
کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں زید نے اپنی زوجہ سے
بکر کو کسی بار بے نفی میں دیا اور بکر کو سمجھایا کہ بکر کو حاکمیت سے باز نہیں آیا۔ ایک دن زید
اپنے گھر آیا تو بکر کو اپنی زوجہ سے بے نفی میں مشغول پایا۔ زید کو دیکھ کر بکر بھاگ نکلا۔ زید اس کے
پیچھے لگا اور اس کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ کیا شرعاً زید پر قصاص یا دیت واجب ہے؟ بیوقوف
خدا بخش ہو کہ وہ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الجواب
بسمہ جعفر بن یثروا یصوب

ہاں شرعاً قصاص یا دیت ضرور لازم ہے کہ قصاص لعنہ اللہ علیہ

والحدید لم یف والکتاب الفقہیۃ فی القتل عمد او غیرہ من
تفصیل۔

رہا یہ کہ فقہائے کرام نے یہ فقہ بھی فرمائی ہے کہ ایسی حالت میں تعزیراً قتل
جائز ہے ورنہ قاتل پر قصاص یا دیت لازم نہیں تو وہ زید کو مفید نہیں کیونکہ زید نے بکر کو ایسی
حالت میں نہیں بلکہ بعد میں جب کہ بھاگ کر مکان سے بھی نکل گیا قتل کیا حالانکہ اس کو یہ
جائز یا اختیار شرعاً حاصل نہیں تھا، فتاویٰ عالمگیری طبع مصر ج ۲ ص ۱۶۷، فتاویٰ برازیہ علیٰ

بیش، ہندیہ ج ۶ ص ۴۳۰ میں ہے والنظم من الاولیٰ سئل الہند وافی
رحمہ اللہ تعالیٰ عن رجل وجد مع امرأته رجلاً ایحل لہ قتله قال ان
کان یعمد نہ ینزج عن الزنا بالصیاح والضرب بمادون السلاح ایحل
وان عم نہ لا ینزج لہ بالقتل حل لہ القتل ان طأ وعت المرأة حل لہ
قتلہا ایضاً کذا فی الہایۃ وکذا نقلہ ایضاً فی الفتح طبع مصر ج ۵ ص ۱۱۳
والتبیین ج ۴ ص ۳۰۸ والبحر ج ۵ ص ۴۱ والتنویر والدر علی ہامش
الشامہ ج ۳ ص ۲۷۸ ولكن بتکدیر المرأة ای "امرأة" بدل "امراتہ"
ولا یفید ازہد فان امرأته داخلہ فی امرأة وانہ لم یقتل اذ کان معها
بل ذہرب عنها ولا یوفقہ ایضاً توفیق الشامی فانہ لم یقتل بکرا
قبل الزنا لا وقت الزنا اذ کان مع امرأته بل بعد الفراق عنها والخروج
من مکان کون فیہ معہا۔

نیز بحر الرائق ج ۵ ص ۴۲ ورتنویز لا ابصار، در المختار، شامی ج ۲ ص ۲۵۰، فتاویٰ برازیہ

ج ۶ ص ۲۳۰ میں ہے والنظم من السویر وبقیمہ کل مسلم حال مباشرۃ

المعصية وبعده ليس ذلك لغیر الحاکم بحر الزمان وشرایع میں ہے لو عذرہ
 حال کون مشغولاً بالفاحشة فله ذلك لان ذلك نهى عن المنکر
 فکل واحد مأمور به و بعد الفراغ ليس بنهى عن المنکر لان نهى
 عما مضى لا يتصور فيتمحض تعزیر و ذلك الى الامام وفتح القدر
 و غیر سے اصل مسئلہ کی علت و مسبب بھی یہی واضح کہ برکاری میں شغولیت کے وقت اجازت قتل
 ہے جبکہ کسی اور وجہ سے برکاری میں شغولیت نہ چھوڑے، نص الفتح ج ۵ ص ۳۰ و ہد
 تنصيص على ان الضرب تعزیر يسلك الانسان وان لم يكن محتسب
 وصرح في المنتقى بذلك و هذا لان من باب ازالة المنکر باليد و
 الشارع ولى كل احد ذلك حيث قال من رأى منكم منكراً فليغيره بيده
 فان لم يستطع فليذكره و حديث لان رؤية المنکر لا تكون لا وقت
 الاشتغال و كذا التغيير و هذا مفاد ما مر عن البحر و شامی أيضاً
 بہر حال اس شمس کی طرح واضح کہ زید کو اس صورت میں شرعاً قتل کی اجازت
 برگزیدہ گزرتھی لہذا مجرم ہے پھر عورت کو جو اس فساد کی اصل جڑ ہے قتل نہ کرنا بھی کے
 عدم ثبوت اور صدق و صدا کی دلیل ہے۔
 واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم و علی آلہ
 واصحابہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۵ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ ۸۵۰۵۷

يُوع

احل الله البيع و حرم الربو

(البقرة : ۲۷۵)

”حلال کیا اللہ نے بیع کو اور حرام کیا سود“



طلب کسب الحلال فریضۃ بعد

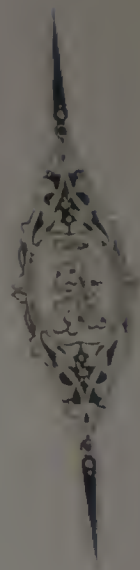
الفریضۃ

شعب الایمان ، بیہقی

باب فی حقوق الاولاد و الاهلین

جلد : ۶ ، صفحہ : ۴۲۰

”حلال زوزگار کی تلاش“ فرائض کے بعد ایک اہم
فریضہ ہے۔“

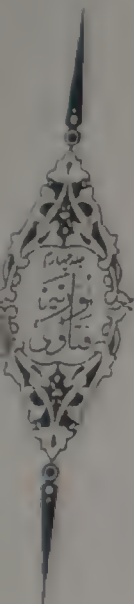


کتاب البیوع

اسلام ایک جامع دین ہے، اس میں زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ جہاں ہمیں عبادت کا حکم دیا گیا ہے، وہیں معاشرتی معاملات اور اقتصادیات و معاشیات کے آداب و اخلاق کی طرف بھی بھرپور رہنمائی فرمائی گئی تاکہ بندہ مومن کی پوری زندگی مرضی خداوندی کے مطابق بسر ہو اور زندگی کی ناگزیر ضروریات کی انجام دہی بھی عبادت قرار پا جائے۔ ان ہی معاملات میں ایک نہایت اہمیت کا حامل معاملہ لین دین، خرید و فروخت اور تجارت ہے۔

چونکہ اکثر و بیشتر فسادات اور خرابیوں کی جڑ اور بنیادی فتنہ ناجائز طور پر جمع کیا گیا مال ہے، اس لئے اسلام نے رزق حلال کی اہمیت پر بہت زیادہ زور دیا ہے جب کہ دیگر نظاموں میں حلال و حرام کی کوئی تمیز نہیں۔

اسلام میں ذخیرہ اندوزی، دھوکہ دہی، ملاوٹ، جعلی اشیاء کی تیاری،



اسلحہ اور دیگر ناجائز ذرائع سے کاروبار کرنے کی سختی سے مذمت کی گئی ہے، ارشاد ربانی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا مِثْلَ الَّذِينَ كَانَ أَبَاؤُهُمْ بَالِغًا فِي الْبُاطِلِ لَا تَكُونُوا تِجَارَةً عَنْ
نَوْمٍ مَكِينٍ.....

(النساء: 29)

”اے ایمان والو! تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ تجارت ہو تمہاری باہمی رضامندی سے“
نیز فرمایا۔

وَمَنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ إِذَا كُنْتُمْ بِالْقُسْطِ الْمُسْتَقِيمِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا

(بنی اسرائیل: 35)

”اور جب تم کسی چیز کو اپنے لگو تو پورا پورا، ناپو اور صحیح ترازو سے تولو، یہ بہت بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے“
اسلام حلال ذرائع سے دولت کمانے کے بارے میں منع نہیں کرتا بلکہ اس کی ترغیب دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا فضل قرار دیا:
وَفَضَّلْنَاكُمْ عَلَى الْغُلَامِ لَمْ يَلْمِزْكُمْ فِي شَيْءٍ وَلَا يَمَسُّكُمْ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ لَكُمْ فِيهِ حَقٌّ وَإِنْ تُكِيدُوا فِيهِ يُكِيدْ فِيكُمْ كِبَرُ الْعَمَلِ

(الجمعة: 11)

”پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل (رزق حلال) کو تلاش کرو اور کثرت سے اللہ کی یاد کرتے رہو تاکہ تم کامیابی حاصل کرو“

احادیث مبارکہ میں بھی رزق حلال اور جائز تجارت کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ

(مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ: 242)

”حلال کمائی کی تلاش، فرائض کے بعد ایک اہم فریضہ ہے۔“

نیز فرمایا:

التاجر الصدوق الأمين مع النبيين و الصديقين و الشهداء

(ترمذی۔ ابواب الیسوع، باب ما جاء فی التجار)

”راست گو اور امانت دار تاجر (روز محشر) انبیاء کرام، صدیقین

اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا“

فقہائے کرام نے قرآن و حدیث سے استنباط کر کے خرید و فروخت اور تجارت کے مسائل ”کتاب الیسوع“ میں بڑی تفصیل سے تحریر فرمائے ہیں۔ جائز اور ناجائز صورتوں کو واضح کیا ہے تاکہ رزق حلال میسر آ سکے اور حرام ذرائع کا سد باب ہو۔

یسوع، جمع ہے بیع کی، علامہ راغب اصفہانی (م 502ھ) نے بیع کا لغوی معنی یوں بیان کیا ہے:

البيع اعطاء المضمن و اخذ الثمن

”قیمت والی چیز دے کر قیمت وصول کرنا“ یہ بیع ہے اور اس

کے برعکس شراء (خریدنا) ہے، یعنی قیمت دے کر قیمت والی چیز لے

لینا“

بھی بیع کی جگہ شراء (خرید) اور شراء پر بیع کا اطلاق ہوتا ہے،

بیسارہ قرآن کریم میں ہے: وشرود بضمن نفس

”(یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے) انہیں چند درہموں کے

بدلے بیع دیا“ یہاں بیچنے کو شراء (خریدنا) کہا گیا۔۔۔۔۔ نیز حدیث

پاک میں ہے:

۶ یسعیں حدکم علی بیع احیہ

”کوئی شخص دوسرے کی خریداری پر خریداری نہ کرے“ یہاں

شراء کی جگہ بیع کا لفظ استعمال ہوا ہے“

(المفردات، جلد: ۱، صفحہ: ۱۴۴)

علامہ ابن نجیم (م ۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

اگرچہ لغت کے اعتبار سے خرید و فروخت کرنے والوں میں

سے ہر ایک کو بائع کہا جاسکتا ہے، تاہم بائع سے متبادر طور پر بیچنے

والے کا مفہوم ذہن میں آتا ہے۔

(البحر الرائق، ج: ۵، صفحہ: ۲۵۶)

علامہ ابوالبرکات نسفی (م ۷۱۰ھ) بیع کا شرعی معنی لکھتے ہیں:

هو مبادلة المال بالمال بالتراضي

(کنز الدقائق، کتاب الیسوع، صفحہ: ۲۰۷)

”باہمی رضامندی سے مال کے عوض مال کے تبادلہ (لین دین)

کو بیع کہتے ہیں“

صاحب، ۶، بدائع صنائع کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

کسی مرغوب چیز کا مرغوب چیز سے تبادلہ بیع کہلاتا ہے۔
 بیع کبھی قول سے ہوتی ہے اور کبھی فعل سے، اگر قولا ہو تو یہ ایجاب و
 قبول ہے (جیسے ایک نے کہا، میں نے ”بیچا“ اور دوسرے نے کہا ”خریدا“)
 اور فعلا ہو (جیسے ایک شخص قیمت ادا کر کے چیز لے لے اور زبان سے کچھ نہ
 کہے تو یہ بیع تعاظلی ہے

(البحر الرائق، جلد: 5، صفحہ: 257)

بیع و شراء کی شرائط

(1) خرید و فروخت کرنے والے عاقل بالغ ہوں، پاگل اور ناسمجھ بچہ کی
 بیع درست نہیں۔

(2) ایجاب و قبول ایک مجلس میں ہو۔

(3) بیچی جانے والی چیز کا ملک میں ہونا ضروری ہے، جنگل کی ٹکڑیاں یا
 شکار کو فروخت کرنا جائز نہیں، ہاں اسے قبضہ میں لینے کے بعد فروخت کیا جا
 سکتا ہے۔۔۔۔۔ یونہی اپنی مملوکہ زمین کے کنارے اگنے والی گھاس کی بیع
 درست نہیں کہ وہ مملوک نہیں۔

(4) بالغ اور مشتری کا ایک دوسرے کے کلام کو سننا۔

(5) بیع (بیچی جانے والی چیز) کا مال متقوم ہونا ضروری ہے، اس لے
 مواد کی بیع درست نہیں کہ یہ مال ہی نہیں۔۔۔۔۔ یونہی خیر اور شراب
 کی بیع کہ یہ مسلمانوں کے حق میں مال متقوم نہیں۔

(6) بیع ملک میں ہونا اور التسلیم ہونا ضروری ہے، حمل کی بیع
 درست نہیں کہ ابھی اس کا قبضہ نہیں، اور خریدار کے سوا دوسرے کی بیع نہیں ہو

متراب کہ یہ روٹی وجہ سے جیت چلا ہوا ہو یا حمل زندہ نہ ہو۔

(7) پنی جانے والی چیز اور اس کی قیمت میں کوئی ابہام نہ ہو۔۔۔۔۔
مثلاً اسے کہ ریوڑ میں سے کوئی بکری میں نے بیچی، تو یہ بیع درست نہیں ہو
گی کہ اس طرح کی بیع مبہم ہونے کی وجہ سے باعث نزاع بن سکتی ہے۔

فرض اسلام نے ہر اس طریقہ کی ممانعت کر دی، جو دھوکہ دہی، اشتباہ
اور بیع باعث بنے۔ اسی لئے شریعت میں ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ، جعلی
اشیاء کی تیاری، دھوکہ دہی اور سٹ وغیرہ کو حرام قرار دیا گیا ہے، تاکہ رزق
حلال میسر آ سکے اور حرام اور مشتبہ چیزوں سے بچا جاسکے۔

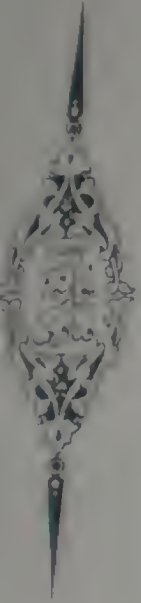
فقہائے کرام نے خرید و فروخت کے آداب و مسائل پر بہت تفصیل
سے لکھا ہے۔۔۔۔۔ کاش ہمارے ملک میں مکمل اسلامی قوانین کا نفاذ ہو،
شرعی اصولوں کے مطابق خرید و فروخت اور تجارت کا نظام رائج ہو تاکہ
اسلامی برکت کا ظہور ہو اور معاشرہ سرمایہ کارانہ استحصال سے نجات پا کر
ذخائل ہو سکے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ آج کل چونکہ اسلامی قوانین کا نفاذ
نہیں ہے اسی لئے تجارت میں بھی ان اصولوں کی کوئی پرواہ نہیں کی
جاتی۔۔۔۔۔ اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ فتاویٰ نوریہ کی
اس جلد میں کتاب المفرائض بہت مفصل ہے، کیونکہ اس میں لوگوں کا مالی
مفاد اور طمع ہے، اسی لئے وراثت کے مسائل کثرت سے پوچھے گئے، مگر خرید
و فروخت کے معاملات میں کتاب السیوع کے اندر صرف نو (9) استفتاءات
ہیں۔۔۔۔۔ ظاہر ہے فتاویٰ میں صرف انہیں سوالات کا جواب دیا جاتا ہے

جن کے بارے میں استفتاء کیا جائے۔

اس موضوع پر استفتاءات کی کمی سے حرمت و حلت کے سلسلے میں عوام کی لاپرواہی اور تجارتی امور کے بارے میں شرعی احکام معلوم کرنے میں عدم دلچسپی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

(مرتب)



کِتَابُ الْبُيُوعِ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ قرض گندم
شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ ببینو اما جو رس من سرب العالمین۔
استفتی المحترم جناب سید مہر علی شاہ صاحب دام حفظہ



بلاشبک و شبہہ دریب فقط ما قرض گندم جائز ہے، عنایہ شرح بدایہ ج ۶ ص ۲۴
مبسوط امام شری علیہ الرحمہ ج ۴ ص ۳۰، ۳۱، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۴۹ و النظم من
المبسوط الاقراض جائز فی کل مکیل او موزون و كذلك فی

مدد المستقر بے یعنی قرض دیا جائے ہے ہر ایسی چیز میں جو باقی جائے
 قبول جائے اور ایسے ہی گنتی کی ان چیزوں میں جن کے افراد میں زیادہ فرق نہ ہو
 شامی ۲۳۹ میں ہے وی الفتاویٰ الهندیۃ استقرض حنطۃ فاعط
 ملہ بعد ما نعیر سہا یحجر المقرض علی القبول، فتاویٰ عالمگیری
 ص ۱۰۰ استقرض رجل من رجل حنطۃ وامرہ ان یزیرہ

فی من المستقرض فقد صح القرض البتہ گندم چونکہ شرعاً مکمل ہے
 لذیذ ضروری ہے کہ ناپ کر قرض دیا جائے اور ایسے ہی جبکہ گندم گندم فروخت کیا
 ناپا ضروری ہے اور تول سے جائز نہیں اور روپیہ وغیرہ سے تول کر فروخت
 بھی جائز ہے، والختار ص ۲۵۶ میں ہے ومانص السالرع علی کونہ
 کلیکبر، شعیر و ستر و ملح او و ہنیا کذہب و فضتہ فہو
 كذلك لا یغیر ابد، فلم یصح بیع حنطۃ بحنطۃ الخ فتاویٰ عالمگیری
 ۲۹۱ میں ہے اخیر فی قرض الحنطۃ والصدق و ہننا۔

باقی رہی وہ حدیث شریف جس میں نیزابید کی قید ہے اس سے
 قرض کی ممانعت سمجھنی نہایت ہی بیجا ہے کہ اس حدیث شریف میں اور ثابت نہ
 میں لفظ بیع مفرد ہے اور روایت نصب میں بیعوا، مبسوط ج ۲ ص ۱۱۰،
 بدیع الطبوع ص ۱۲۴ ج ۴ ص ۱۲۴، فتح القدیر، عنایہ شرح بدایہ ج ۲ ص ۱۲۴،
 النظر من عنایہ وروی بروایتین بالرفع مثلاً بمثل وبالنصب
 مثلاً بمثل، معنی الاول بیع الحنطۃ (الی ان قال ومعنی الثانی
 بعد البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۴، فتعلانی شرح فیجہ البخاری ج ۲ ص ۶۲، یعنی شرح صحیح البخاری
 ۱۲ ص ۲۵۲ والضم للمعنی قبلہ، البر بالبر ای، بیع البر

بالبر وھكذا یقصد فی البوائق، ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۱۹ میں حدیث
 مذکور کے تحت ہے والعمل علی هذا عند اهل العلم
 ان یباع البر بالبر الا متلا بمثل اور ایسے ہی بیع، مؤخر اہم ملک ج ۱
 ص ۳۲۲ اور اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۹ میں ہے بعد اس حدیث
 شریف کے طرق و روایات کثیرہ میں مادۃ بیع موجود حدیث دانی صرت کا نام
 نہیں کہ ایک روایت سے حدیث کو دیکھ لیا اور حکم لگا دیا بلکہ طرقت مختلفہ پر نظر کر کے
 نتیجہ نکالنا لازم ہے صحیح مسلم شریف ج ۲ اور سنن ابی حنیفہ ج ۵ ص ۷۷ میں حضرت
 عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ہے ینہی عن بیع الذھب بالذھب
 سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۷۶، ۲۷۷ میں انہیں حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث
 میں ہے لا تبیعوا الذھب بالذھب الحدیث سنن ابن ماجہ میں انہیں
 حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے نہی رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم عن بیع الورق بالورق الحدیث تو روزہ روشن کی طرح
 معلوم ہوا کہ نید اید کی قید بیع میں ہے تو خواہ مخواہ قرض کو اس حدیث شریف
 سے کیوں ممنوع قرار دیا جاتا ہے اور اگر سہی شوق دامیگر ہے تو صرف قرض گندم
 نہیں بلکہ روپیا اثرنی وغیرہ کا قرض بھی حرام ہو جائے گا کہ اس حدیث شریف میں
 گندم کے ساتھ سورنے چاندی کا بھی ذکر ہے، یہ عجیب کہ ایک چیز حرام ہو جائے
 اور دوسری حلال حالانکہ دونوں ایک ہی حدیث شریف میں یکساں مذکور ہوں،
 بیع تو مباد لئذ المال بالمال بالتراضی کا نام ہے اور قرض مانعطیہ
 میں مثلی لتقاضا یعنی وہ مثلی شے جسے دیا جائے اور اسی کا تقاضا کیا جائے
 میں سے معلوم ہوا کہ قرض و حقیقت ایک خاص قسم کی عاریۃ کا نام ہے تو جواز خود بخود

بی ثابت ہو گیا۔

مبسوط ج ۳ ص ۲۱ میں ہے ان القرض فی معنی العاسیۃ لامت
ما یستردہ المقرض فی الحکم کانه عین ما دفع اذ لو لم یجعل کذلک
کان مبادلتہ الشئی بجنسہ نسیئۃ وذلک حرام اور ایسے ہی ص ۳۴
میں ہے یعنی قرض معنی عاریۃ میں ہے اور جو چیز قرض دینے والا واپس لیتے
ہے، ایسا ہے گویا کہ اسی چیز کو واپس لیتا ہے جس کو اس نے دیا ہے اور یہ مبادلہ
نہیں، ہاں اگر مبادلہ ہوتا تو تمام مکیلات و موزونات میں قرض حرام ہوتا اور صرف
گندم کی تخصیص نہ ہوتی مگر جب حقیقت مبادلہ نہیں تو جائز ہے اور صورت مبادلہ
کا اعتبار نہیں اور یہی وجہ ہے کہ لفظ عاریۃ سے بھی قرض ثابت ہو جاتا ہے، مبسوط
ج ۳ ص ۳۲۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۱۰۰ میں ہے والنظر من الہندیۃ
وعاریۃ کل شیء یجوز قرضہ قرض تو اس و شس کی طرح واضح و واضح ہوا
کہ قرض گندم جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ
تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ و صحبہ و بارک و سلو۔

عمرہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمانی القادری نورہ ربہ نور علی کل غیب و غوی
۲۱ ارزی قعدہ ۱۳۶۲ھ

استقرض الحفظ قطعاً جائز ہے، جو شخص اس کا منکر ہو گویا کہ وہ
اقوال اسلف اور حدیث شریف کا منکر ہے کیونکہ استقرض الحفظ
حدیث شریف اور معتبرہ کتب فقہیہ سے ثابت ہے، قبایح عجیب

نے جو جواب فرمایا ہے، بالکل ان کے موافق ہے۔
فقیر غلام رسول غفرلہ نائب مدرس دارالعلوم خلیفہ فریدی

الاستفتاء

بھڑوہ عمدة الامثال وزبدۃ الافاضل مولوی محمد نور اللہ صاحب
سلام اللہ تعالیٰ علیہ من المصاب

السلام علیکم قبیل ازیں ایک مسئلہ لکھ کر حوالہ طالب علموں کو کیا تھا۔
امید کہ آپ کو مل گیا ہو لہذا حاصل روانہ ہوتا ہے۔ آپ جواب مسئلہ لکھ کر
حوالہ اس کے کر دیں تاکہ یہ ہو جو بعد میں فرصت مکمل تحقیق نہیں کی گئی۔
کچھ تحقیق کی ہے کہ آپ کی تحقیق سے مکمل ہو جائیں گے۔ مختصر یہ ہے کہ ایک
شخص کی چند موبہاں و ایک نامہ دو بہڑیاں زرمی چوری ہو گئی ہیں۔ کب یہ
ذوات الامثال یا ذوات البشر میں اور انداز و قیمت کس وقت کا ہوگا، وقت چوری
یا خصوصاً یا فیصلہ جواب مسئلہ منسل ہے۔ سند کتاب تحریر کریں، اگر نہ لکھا ہو تو
لکھ کر حوالہ حاصل بنا کر دیں۔ اس مسئلہ میں مختلف فتویٰ علماء سے ہیں۔ کچھ فتویٰ
میرے خلاف ہیں اور کچھ موافق، اس واسطے میں نے آپ سے فتویٰ طلب کیا۔

”کہ تسلی ہو جائے۔
نصیر الدین بقلم خود از رکن پورہ ضلع مظفر گڑھی



نیورہ از موزون ہے اور موزونات ذوات الامثال میں لہذا زیورہ
مثلی ہے تو مضمون بالمثل ہوگا۔ رہا یہ شبہ کہ جمیع موزونات ذوات الامثال
نہیں کہ جن کی بعض مضر جودہ ذوات الامثال نہیں، مکملہ فتح القدیر ج ۸ ص ۲۲
میں ہے من الموزونات ما ليس بمثلي وهو الموزون الذي
في تبعيضه ضرر كالمنصوغ من القمقم والطشت ومثله
في العناية شرح الهمداني ج ۸ ص ۲۲۹، اور جن میں منعت عباد کو دخل ہو
وہ بھی مثلی نہیں یہ دو عنوان ہیں معنون تقریباً ایک ہی ہے۔

اقول یہ اشار علی طریق العموم نہیں کہ زیورہ ضرور شامل ہو سکتی ہے
چیزیں مثلی ملتی ہیں جنہیں بعض ضرر دیتی ہے اور ضمت عباد سے ہیں مثلاً شامی
ص ۵۶۱ میں فضولین سے ہے حتی لو کان سواہ بان اتخذ اعنی
الصا بونین من دھن واحد تفسر مثلاً، اسی معنی میں ہے اما



السکاغذ فمثلی کہ ما فی الہندیہ دخلت وکذا فی الفصولیین
 ہی جلد کے ص ۱۶۱ میں بت و الخل و العصیر و السدیق و النخالة و النجس
 و النوبة و القطن و الصوف و غیرہ و السبن بجمیع انواعہ مثلی
 لہذا شامی علیہ الرحمہ نے ہی تفسیر فرمادی کہ اگر ثلاث صنوعات میں ممکن ہو تو مثلی
 ہو سکتی ہے ص ۵۵ ص ۱۶۰ فعلی ہذا یعنی ان بقال ان امکنت المسائلۃ
 بلکہ درہم و زمانیر کو تبیین ضرور ضرورت چنی ہے اور ضمت عباد کے ہی میں کمر اجماعاً
 مثلی میں و اللہ رحمہ علی حس الاحب و کبد و الخنار و ررد و الخنار میں تجوید
 کا ضابطہ در ر و ر و خ و خ و غ و غ و ماست بیان کیا ہے شامی کے یہ لفظ ہیں و قد فصل
 الفقہاء المسئیات و دواب سجد و لا حد ج و دیک مساجد و جملہ
 المثل فی الزمور و ملاطوت بعد یہ مہوم شی و ماسک کذلک
 فمن ذوات سجد و ہرہم میں زویہ ضرور دخل کہ ول تو اس کی مثل بلائیں
 میں بلا تفاوت ہی ہو سکتی ہے و تفاوت غیر متدبر کے ساتھ و ضرور مل سکتی ہے
 اور اختلاف زمانہ کی وجہ سے مزج کا مختلف ہونا مثلیت کو ضرور نہیں شامی ج ۴
 ص ۲۳۹ میں بت و لا و لا و عدم اسدر ہر و لا لی و حصیا و
 کذلک کل ما یکون و لا یزول فی الی و قال فی الفتوی الہندیہ
 استقرض حدی و خطی مدار بعد ما یغیر سعیرہ و حر المقرض
 علی القبول و لا یستحقہ و ہرہم صغیرہ لو کانت اسدر ہم
 خالصہ او غایب کا یہ بت الفرخی فی مائتا فافا لو احب رد مثلھا الخ
 ہاں اختلاف و تفاوت آں دمو زون و مکمل کی وجہ سے ثن مختلف ہو جائے تو
 مثلیت کو ضرور ہے کہ ما فی رد المحتار ج ۵ ص ۱۶ مفہوماً پس یہی ظاہر



کر زبیر مثلی اور مضمون باش ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ تتم و احکم وصلی اللہ

تعالیٰ علی السحبوب السعلی والہ وصحبہ وسلم۔

حضرت مفتی محمد امجد علی صاحب

۱۰۰۵-۱۲۶۱ھ

الاستفتاء



کیا ذماتے میں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ زید
کپڑا خریدنے کے لئے کراچی روانہ ہوا تو بکیر نے بھی بارہ سو روپیہ زید کو دیا کہ
جیسا کپڑا اپنے لئے خریدیں ویسا ہی میرے لئے خرید کر لیتے آنا تو زید نے
ویسا ہی کیا مگر علیحدہ نہ لایا، جب بکیر مانگے گیا تو کپڑا دینے کا نہ اقرار کیا نہ انکار اور
اس کپڑے کو فروخت بھی بلا اجازت کرتا رہا، تین چار روز کے بعد کپڑا چوری ہو گیا
تو بکیر اپنے روپیہ کا زید سے مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجہ وا

یہ آیات قرآنی و حدیث شریف سے فتویٰ وغیرہ سے جواب مزین فرمایا جائے۔

مولوی غلام حسین ساکن چک ۱۱۱ از سیکو کا ضلع منٹھکرمی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الجواب
 اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ اَيُّوْمِيْ اَيُّوْمًا

زیادہ اندر میں صورت دیل ہے اور وکیل امین ہوتا ہے اور امین پر لازم کم
 امانت کی رعایت کرے اور خیانت نہ کرے اور ایسے ہی زید نے وعدہ کیا اور
 وعدہ کی وفا بھی ضروری ہے۔ حضرت رب العالمین ارشاد فرماتا ہے وَلِلَّذِينَ
 هُمَا لَا مُنَافِقِيْنَ وَلَا مُنَافِقَاتٍ سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَسُوْرَةُ الْمَعَارِجِ تَفْسِيْرُ
 ارشاد العقل السليم کبیر: بنیادی، جلالین، صاوی، جمل، مارک، معالم التنزیل
 خازن میں ان امانت وعدہ کے عموم پر ہی برقرار رکھا، خازن کے کلمات
 یہ ہیں وَمِنْهَا مَا يَكُوْرُ بِسَرِّ عِبَادِكَ اَلُوْدَا نَعُوْا الصَّالِحِيْنَ وَالْاَشْرَارُ
 وَغِيْرُ ذٰلِكَ فَيُجِبُ اَلُوْدَا رَبَّهٖ يَضُّ - (ج ۵ ص ۲۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے منافق کے تین نشان بیان فرمائے اگرچہ دو روزے دار اور نمازی
 اور اسلام کا مدعی ہو، جب بات کرے، جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے،
 پورا نہ کرے اور جب مہینہ بنایا جائے، خیانت کرے۔ اٰیۃ المنافق ثلاث
 نہ ادا مسلم وان صام وصی وصی وصی وصی مسلم ثم اذ انفا اذا حدث
 کذب واذا وحدا حلف واذا اؤتمن خان مشکوٰۃ شریف ص ۱۴
 ان دو آیتوں اور ایک حدیث شریف کے علاوہ صد ہا آیات و احادیث سے
 ثابت کہ رعایت امانات وعدہ نہایت ضروری ہے، تو زید کا کپڑا ملا دینا جو امانت



میں ضمانت دے دیا۔ وہ دلفانی ہے، بدترین جرم ہے اور موجب ضمان ہے۔
 مسودہ ج ۲ ص ۱۰۰ فتاویٰ قاضی خان ج ۲ ص ۱۰۰، سر اجیب ص ۱۰۲، ہدایہ ج ۳
 ص ۱۰۵، غنایہ ج ۲ ص ۲۵۵، کنز الدقائق ج ۲ ص ۴۵۵، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۶۹
 دہلی۔ ۲۰۱۰، وقایہ ج ۲ ص ۲۸۰، کنز الدقائق ص ۲۹۹، قدوری ص ۱۵۰، بحر الرائق
 ج ۲ ص ۲۰۶، تنویر البصار، المختار و رد المختار ج ۲ ص ۶۸۵، خلاصۃ الفتاویٰ
 ج ۲ ص ۲۸۱، والقطر من السور، وخصیصہ المودعہ بعد البحر من
 حب لا یستعمل ضمیمہ، المختار وغیرہ اسفار مذکورہ میں یہ عنایت بیان فرمائی
 کہ سہد کہہاں الحلط، بحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۱، المختار قصہ سبحا ونامی نقویہ
 ج ۲ ص ۵۶۲ میں بتاتے ہیں کہ اس خصوصاً جب بچہ نہ ہو تو کیا کہ اس کے
 کہ شرط مؤکل کا اعتبار ضروری ہے اور اسی بنا پر وکیل کو اس میں کیا اور بارہ سو
 روپیہ کا گول قدر مہربا دیا، شامی ج ۲ ص ۵۶۵ میں ہے وحسبہ امر
 الکل ما فسدہ للمؤکل انت مفید من کل وجه بلزم
 رعایۃ نیز مؤکل کے مطالبہ کی صورت میں نہ دنیا بھی عند القدرۃ موجب ضمان
 ہے، زبان سے نکالنے والے انکار نہیں کیا مگر فروخت کرنا جو شرط ہے کر دیا۔
 یہاں میں غصب ہے جو موجب ضمان ہے، کنز الدقائق ص ۲۹۹، بحر الرائق ص ۲۰۶
 المختار شامی ج ۲ ص ۶۸۲، ہدایہ ج ۲ ص ۲۵۴، غنایہ ج ۲ ص ۴۵۴، فتاویٰ عالمگیری
 ج ۲ ص ۲۸۱، والقطر من السور، صلیبہا صاحبہا تحسبہا
 عہدہ و هو یقدر علی تسلیمہا منہا تو اگر ملا دینے کی وجہ سے ضمانت
 شرط لازم ہوتی ہے بھی اس وجہ سے ضمان لازم ہو جاتی۔

اس میں زبردہ لازم کہ بچہ کے کپڑے کی قیمت بطور ضمان لطیف خان

ذکر ہے کہ دنیا و آخرت میں روانہ ہو، حدیث شریف میں ہے: "ذات اللہ
 سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر، اللہ
 و لا دیں اللہ لا عہد لہ، خبردار نہیں ایمان اس شخص کا جو میں نہیں اور
 نہیں دین اس کا جو وفادار نہیں، روا لا البعوی فی استقامہ باسنادہ
 حضرت رب العالمین فرماتا ہے: یا ایہا الذین امنوا اوفوا بالعقود
 اور یہ بھی تاکید فرماتا ہے: واللہ بمرکم ان تؤدوا الامت الی علیہا
 بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ادا کرو، افسیہ نازن، معالم التہذیب
 ابوالسعود اکبر، جلالین، بیناوی وغیرہ میں ہے: والنظر من الخاتم
 لا یمتنع من خصوص السلب عموم الحكم مدخل فی ذلك
 جمیع الامت التي بحملها الانسان۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ انہ و احکم و علی
 اللہ تعالیٰ علی حبسہ و الہ و صحبہ و وارثہ وسلم۔

مدار الفیہ الی الخیر، مدار اللہ النعمی غفرلہ

۴ ربیع الثانی ۱۳۶۵ھ

الاستفتاء

ایک آدمی نے اپنی کاسے کی قیمت یکصد روپیہ مقرر کر کے کسی دوسرے

آدمی کو پچاس روپیہ وصول کر کے نصف پر دے دی، بعد ازاں وہ مرگئی یا
چوری ہو گئی تو کیا پچاس روپیہ اپنے حصہ کا اس مشتری نصف سے
لے سکتا ہے یا نہیں؟



شرعاً اس صورت کا نام شرکت ہے اور شرکت بھی صحیح ہے فناوی علی گری
ج ۲ ص ۲۰۵ میں ہے والحيلة في ذلك ان يبيع نصف البقرة
من ذلك الرجل ونصف الدجاجة ونصف بذى الفيلق
بشمن معلوم حتى تصير البقرة واجناسها مشتركة بينهما فيكون
الحادث منها على الشركة كذا في الظهيرية اور شرعاً
میں ہے۔ فتاویٰ ص ۱۲۵، شرح الوقایہ ج ۲ ص ۱۰۴، در المنقار رد المحتار ج ۲
ص ۴۰۹، کنز الدقائق، بحر الرائق ج ۵ ص ۱۸۰، ہدایہ، فتح القدیر ج ۵ ص ۴۰۴
میں ہے والنظر من الهدایة ویدعا فی النبال میدامانہ
فتح القدیر میں ہے ای سید الشریک مطلقاً اور امین پر بلا تعدی
ضمان نہیں وذا مفسر شرعاً اور شرح الوقایہ ج ۲ ص ۱۰۴، فتاویٰ ہندیہ



ج ۲ ص ۶۰۳ میں بت و انظم من السید و ما ضا
من مال الشریک فی سدا حدھما فلا ضمان علیہ فی سبب
شریکہ و یصل قول کل واحد منهما فی مضاء ضاع مع مبیع
کذا فی البدائع۔ ثامن ج ۲ ص ۶۰۴ میں بت قولہ و الصاء
ای ضیاع المال کلام و بعضا و لو من غیر تجارۃ تو شتر فی نصف پر
جواب کا شریک اور امین بھی بتے ضمان نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم و تعلمہ جل مجدہ اسد و حکم و صلی
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارئہ سلم۔

حور و النقیۃ الباقیہ محمد نور اللہ ایمنی غفرلہ نصر و ربہ وقوہ

۱۵ ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ

الاستفتاء

نوٹ: رجسٹر میں سوال درج نہیں صرف درج ذیل عبارت تحریر ہے (مرتب)
”حضرت مولانا مولوی نصیر الدین صاحب رکن پوری کے سوال کا جواب“



بجواب خدمت اہل ابرکت حضرت مولانا صاحب دامت نضرتم
السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ :- مزاج بہا یوں !

حسب تقریر فقہاء کرام مضارب میں صورت خسران میں شرط
اثر اک رب المال و مضارب فی الخسران باطل ہے اور مضاربیت صحیحہ موقی
ہے، بدائع صانع ج ۶ ص ۸۶، ہدایہ ج ۳ ص ۲۴۲، عالمگیری ج ۳ ص ۲۳۸
میں ہے والنظم من البدائع لو شرطاً فی العقد ان شکوت
بضیعة علیہما بطل الشرط والمضاربة صحیحة مگر
اصل قیاس عدم جواز ہے اور جزئیات و مسائل عامہ کی بناء عرف و عادت
تجاریہ ہے جو صورت رسم و عادت تجارت میں آجائے وہ جائز ہے جب تک
نفس آیت حدیث کی تصریح غیر ماول کے مصادوم و متعارض نہ ہو، کتب
مذہب مذہب کی مضاربیت دیکھئے استدلالات مسائل میں من صنفہ
التجاری من رسم التجار، عادة التجار عرف التجار منعاف
التجار المعروف سین التجار کے ہم معنی کلمات متکثرہ و مکرر گونج رہے
ہیں جن سے نمایاں و پدید آئے کہ مبنی و مدار عرف و عادت ہے بلکہ خود
فقہائے کرام نے تصریح کلیت عرف و عادت فرمادی، بدائع ج ۶ ص ۸۸ میں ہے
تصرف المضارب مبنی علی عادة التجار، مبسوط ج ۲ ص ۳۸ میں ہے

ماہر من صنع التجار بہنگ مضارب مطلق عقد
 ہدایہ ج ۳ ص ۲۱ میں ہے کہ الاموال عام المعروف ہر نفس
 نیز مبسوط ج ۲ ص ۲۴ میں ہے تصرف المضارب غیر مقصد مند
 سبب بجا ہونے سے صنع التجار عادتاً تنویر الاضمار میں ہے وعداد
 التجار وراختار میں ہے ہذا هو الاصل نہایہ اور شامی نے تحریر کیا
 ج ۴ ص ۴۷، نیز مبسوط ج ۲ ص ۲۵ میں ہے مال بیس من صنع
 التجار عادتاً کثراء السفینۃ یؤخذ باصل الفہم فی
 اور حدوث و قدوم و دونوں کا اعتبار ہے لہذا قلت المذكور
 والاطلاق حجة قوية کما بین فی مظاہرہ اور جزئیات خاصہ سے
 بھی ہو رہا ہے۔

تمام متقدمین متفق ہیں کہ اگر مال مضارب میں سلطان جابر طمع کرے
 اور مضارب دفع شرک و غرضت کوئی چیز دے کر نجات حاصل کرے تو اس کی ضمانت پر
 مضارب پر مگر متاخرین نے عدم ضمانت و تصرف فرمادی مبسوط ج ۲ ص ۲۶
 عالمگیر ج ۳ ص ۶۳، عقود الدرر ج ۲ ص ۴۷، میں ہے ولسطع من
 العقود قال مساند رحمہ اللہ تعالیٰ فی زمانہ الاصل
 علی المضارب فہذا دہی من مال مضارب الی سلطان
 طمع الخ یونی اگر مضارب مال مضارب اپنے مال میں ملا دے تو ضمانت
 پڑتی ہے مگر متاخرین نے فرمایا، اگر عرف عام ہو جائے تو ضمانت نہیں عقود الدرر
 ج ۲ ص ۷۳ میں ہے و غلب هذا التعارف فانہ لو خط المضارب
 ذلك لا یضمن ثلثین ج ۳ ص ۳۱ میں ہے ان السفی لیس

لہ اجمود علی المنقول فی کتب ظاہر الروایۃ من غیر
 مراعاة الزمان و اہلہ و الایضیہم حقوقاً کثیرۃ و یکون
 ضررہ اعظم من نفعہ، نیز ص ۱۳۲ میں ہے من البحر
 عن الکافی والاحکام تبتنی علی العرف فیعتبر فی کل قلم
 و فی کل عصر عرف اہلہ نیز ص ۱۳۳ میں ہے فہذاہ النقول
 ونحوہا دالۃ علی اعتبار العرف الخاص وان خالفہ لمنصوص
 علیہ فی کتب المذہب ما لم یخالف النص الشرعی
 نیز اسی میں ہے لیس للمفتی ولا القاضی ان یحکما بظاہر
 الروایۃ ویترک العرف رد المحتار ج ۴ ص ۴۹۰، ثلاثین ج ۲ ص ۱۲۲
 میں علامہ عینی سے ہے والبنار علی العادۃ الظاہرۃ واجب
 میں نے اچھی طرح استفسار کیا ہے، آج عرف عام یہ ہے کہ رب المال
 و مضارب دونوں شریک نفع و نقصان ہوتے ہیں تو فتوائے جواز چاہئے
 بلکہ لازم ولا باہی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ
 و صحبہ و بارک و سلم۔

باقی سائل زبانی عرض کرے گا باذنہ تعالیٰ۔

عزیز محمد سعید و حافظ صاحب وغیرہم احباب سے سلام منقول الاسلام۔

حضور انور ﷺ رحمۃ اللہ علیہ

۱۰ رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ

الکستفتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
 غلام محمد سہو اور قائم دلو کی دکان آڑھت کی میاں چنوں میں تھی اور قائم دلو
 نے غلام محمد کو کہا تھا کہ میں چک میں دکان پر کام کرتا رہوں گا اور تو آڑھت کی
 دکان چلا اور نفع و نقصان بھارا، مٹھارا بھیاں اور وہاں کا نصف و نصف ہوگا
 لہذا غلام محمد کام کرنے لگ گیا، روٹی کے موقع پر کچھ زمینداروں اور دکانداروں
 نے کہا کہ بھارا سودا کارخانہ سے کرا دے تو اس نے ان کی کپیس کا جو نمبر
 تھی، چوبیس روپیہ فی من کے حساب سے کرا دیا، جب کپیس ترے گی تو
 بھاؤ تیز ہو گیا، زمینداروں اور دکانداروں نے مال نہ دیا، کارنجنڈہ والوں
 غلام محمد سے مال طلب کیا، غلام محمد نے اگر قائم دلو کو کہا کہ میاں یہ بات ہے
 تو کبھی کوشش کر اور میں بھی کرتا ہوں، دوپہپ رہا، غلام محمد نے کوشش کی کہ
 مال پورا تو کیا لیکن کچھ بھی اب، کی برائی کی وجہ سے جو کہ تقریباً پستالیں
 پچاس روپیہ کو بیچ چکا تھا .. ۱۹۵۱ء روپیہ خسار اڑھا، اب قائم دلو
 انکار کرتا ہے کہ میں نہیں ادا کرتا، تو اکیلا ادا کر دے لیکن میاں چنوں
 اور بوریوالہ وغیرہ کے آڑھتی اور سیکرٹری وغیرہ نے فیصلہ دیا کہ یہ چیز
 بھاری آڑھت کے سودوں میں عام رائج ہے اور عرف عام کو پہنچ چکی

ہے کہ اس سے تنازع فیہ مقدمہ میں دونوں فریق نصف و نصف کے ذمہ دار ہیں اور مولوی ولی محمد نے قائم دتو کے حق میں فیصلہ دیا تھا لیکن بورڈیالہ میں جب اس نے تحقیق کی تو پہلے فیصلہ کو رد کر دیا اور اپنی قلم سے لکھ دیا کہ میں نے پہلا فیصلہ جو کیا تھا وہ بغیر تحقیق کے تھا، اب تحقیق کرنے سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ سودا کنٹریکٹ آڑھت میں ہی شامل ہے اور دونوں فریق نصف و نصف کے خسارہ کے ذمہ دار ہیں مولوی ولی محمد کی قلمی تحریر اور آڑھتوں کے فیصلہ جناب کی خدمت میں حاضر کئے گئے ہیں، جناب ہر بانی فرما کر شریعت کے رو سے مدلل فیصلہ فرمائیں کہ آیا یہ رقم قائم دتو کو دینی آتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبروار۔

السال: غلام محمد ولد احمد دین قوم سہوکنہ چک ۲۵
۱۳-۷
تحصیل ضلع منٹگری
۲۷-۱۰-۵۷

نوٹ: دیگر عرض یہ ہے کہ یہ جھگڑا ہمارا چھ سال سے چلا آ رہا ہے اس پر جو کچھ میرا عرض آیا ہے اس کے لینے کا بندہ حقدار ہے یا نہیں؟ (سائل نے استفسار کے ساتھ ہی ایک میاں چنیوں کی ۱۵-۹-۵۷ کی تحریر جس میں بہت سے معتبر آڑھتوں کے دستخط تھے، حاضر کی اور ایک منڈی بورڈیالہ کے آڑھتوں کی ۱۶-۹-۵۷ کی تحریر جس میں ذمہ دار آڑھتوں کے دستخطوں کے علاوہ مولوی ولی محمد کی قلمی تحریر موجود تھی) بھی حاضر کی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْجَوَابُ
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوْبَةَ الصَّالِحَةَ

۱۔ صورت مندرجہ بالا میں شرعاً مسمی قائم و کوپ لازم کہ حسب دستور و
 رواج مسمی غلام محمد سو کو نصف رقم خسارہ ۹۵/۸ ادا کر دے کہ
 شرعاً عرف و رواج کا بڑا اعتبار ہے حتیٰ کہ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی
 کہ مفتی و قاضی کے لئے یہ جائز نہیں کہ عرف کے خلاف فتوے یا فیصلے کرینا
 رسائل شامی ج ۲ ص ۱۳۳ میں ہے لیس للمفتی ولا للقاضی
 ان یحکما بظاہر الروایۃ ویترکوا العرف الخ اور ص ۱۳۱ میں
 فرمایا والا یضییح حقوقاً کثیرۃ ویكون ضرراً اعظم من
 نفعہ یعنی اگر مفتی عرف و رواج کے خلاف فتوے تو بہت سے حق
 ضائع کر دے گا اور اس کی ضرر اس کے نفع سے بہت بڑی ہوگی بلکہ علماء فہمے
 ہیں کہ جسے اہل زمانہ کے عادات و اطوار معلوم نہ ہوں تو وہ باہل ہے مسمی
 فتویٰ نہیں دے سکتا، رسائل کے ج ۲ ص ۱۳۰ میں ہے من لم یکن عالماً
 باہل زمانہ فہو جاہل، رسائل ج ۲ ص ۱۲۴ میں ہے من المسائل الخ
 اختلف حکمها باختلاف عادات اہل الزمان و احوالہم الخ
 لا ید للمجتہد من معرفتہا و ہی کثیرۃ جد الا یسکن استقصاء



اور مشائخ عظام نے یہ بھی تصریح فرمائی کہ ایسے احکام کا اکتنا عرف پر ہے جتنی
رد المحتار ج ۴ ص ۲۶۲، ۲۶۳ اور رسائل ج ۲ ص ۱۳۲ میں بحر الرائق سے اور بحر الرائق
ج ۶ ص ۱۳۶ میں کافی سے ہے والا احکام تبسٹی علی العرف فیعتبر فی
کل اقنیم وکل عمر عرف اہلما ودر المختار شامی ج ۲ ص ۱۰
میں ہے ان التعاملا، یہ نزلت بہ القیاس لحدیث ماسرا اور
المسلمون حنا فہو عند الذہن حسن، شامی فرماتے ہیں و فی
شرح البیہی عن المبسوط ان الثابت بالعرف کالثابت
بالنص نیز شامی ج ۴ ص ۴۹۰ میں بت قال العلامة نعینی والبناء
على العادة الظاهرة واجب، ج ۴ ص ۴۵۱ میں ہے بل مثله
کل ما جرت العادة بہ اور الاشباہ والنظائر میں فتاویٰ ظہیریہ اور فتاویٰ
بزازیہ سے ہے المشروط عرفا کالمشروط شرعا
جسے کوئی شک و شبہ زیادت تحقیق کا شوق ہو تو رسالہ نشر العرف نے
بنا بعض الاحکام علی العرف اور رد المحتار وغیرہ کا مطالعہ کرے، پھر یہاں تو
قائم و ثلث تصان کا ملاحظہ التزام بھی کر چکا تو حکم قرآن کریم او فوا بالعقود
کی بنا پر ہی لازم کہ ہر خسارہ ادا کرے۔



۲۔ قائم و ثلث پر جائز و صحیح خرچ مقدمہ ادا کرنا بھی ضروری ہے لحکم
العرف۔

واللہ تعالیٰ اعلم و عامہ جل مجدہ انعم و احکم



وصل اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ واصحابہ وبارک وسلم

عقودہ الغفران ابو الخیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ

یکم جمادی الاولیٰ سترہ بروز اتوار بوقت عصر

تصدیق

حضرت ام المہنت . اجماعت سید قند ابو البرکات راجحہ مظلہ العالی
جو مولانا غلام صابر صاحب نے مورخہ ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ کو روانہ کی۔

”حضرت مولانا مفتی ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب متع اللہ المسلمین بانوار علوہ میں
متماہمین کے بارہ حروف تہجی ارقام فرما کر حکم صادر فرمایا ہے، اگر تہجروں کے بین
یہی عرف و روان ہے تو بلاشبہ درست و واجب العمل ہے فقط کما فی
المبسوط الثابت فی العربیۃ کالتات بالنصر

واللہ اعلم واعدو علمہ جل جلالہ تہجد و تحکم

فتیہ قادری ابو البرکات غفرلہ

خطبہ مفتی دار العلوم مرکزی انجمن حزب الحنفی لاہور پاکستان

نہروال انقار
مرکز انجمن خاندان
بہمنیدہ لاہور

تائید

(تحریک پاکستان کے نثار و سہارا دہی سیر مجاہد تحریک تہجد سنت علامہ ابو الحسنات قادری
(مرتبہ ۱)

جواب صحیح ہے

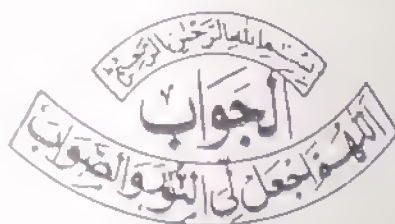
ابو الحسنات سید محمد احمد قادری خطیب جامع مسجد وزیر خان لاہور

نہروال

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ
ایک شخص جو کہ گندم وغیرہ کی تجارت کرتا ہے، بایں وجہ دکان میں گندم چنے
وغیرہ جمع کر کے رکھتا ہے، گندم کی آمد و رفت ہمیشہ رستی ہے اور موجودہ
نرخ جو بھی ہو اس کے مطابق خرید و فروخت ہوتی رہتی ہے اور فصل کے موثر پر
گندم اکٹھی کرتا ہے پھر اسے موجودہ جو بھی نرخ ہو اس کے مطابق وقتاً فوقتاً
فروخت کرتے رہتے ہیں، یہ تجارت شرعاً کیسی ہے اور ایسے تاجر کے ساتھ
مل کر کام کیا جائے تو کیا حکم ہے؟ ذرا وضاحت سے بیان فرمائیں، آمین
نوازش ہوگی، آمین و اتوجروا۔

سائل: محمد سلیمان از ملیسی بمعرفت حضرت مولانا غلام حسین صاحب خطیب ملیسی



ایسی تجارت شرعاً جائز ہے اور نیک نیتی ہو تو ثواب بھی ہے، اللہ
رب العالمین کا ارشاد ہے احل الله البيع نیز فرمایا الا ان تكون تجارة

عن تراخ، گندم نخود وغیرہ میں شرعاً ایک صورت تجارت کی ناجائز ہے
جسے احکام رکھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ شرکاء غلہ جمع کر لے اور منتظر گرانی
یا انتظار بقط میں رہے اور جلدی فروخت نہ کرے اور لوگوں کی تکلیف کا
باعث بنے، فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۱۰۳ میں ہے و ذلک ان
یشتری طعاما فی مصر ویستمتع من بیعہ و ذلک یضر
بالناس اور اگر لوگوں کو فروخت نہ کرنے سے تکلیف نہ ہو تو خرید کر کھانا
ناجائز نہیں، اسی میں ہے وان اشتری فی ذلک المصر وجبہ مصر
باهل المصر لا بأس بہ اور شخص تو فروخت کرتا رہتا ہے اور لوگوں کو
غلہ جمع کر کے بھوکا نہیں رکھتا تو اس میں کسی کا نقصان نہیں بلکہ زمینداروں کا مفاد
ہے، اگر ایسی خرید و فروخت بھی جائز نہ ہو تو زمیندار بچارے جس جمع کر کے
رکھیں تو ان کے ضروریات کیسے پورے ہوں؟ بہر حال یہ صورت احتکار نہیں
اور جب جائز ہے تو مل کر کام کرنا بھی ناجائز نہیں بلکہ بہتر ہے کہ اہل اسلام کا
میل جول شرعاً محمود ہے اور وہی آیتیں بھی جواز کی کافی دلیل ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ

و اصحابہ و بارئ وسلم۔

حقہ الفقیر الی الخیر محمد نور الدینی غفرلہ

۲۵ ذی الحجۃ المبارک ۱۴۲۵ھ

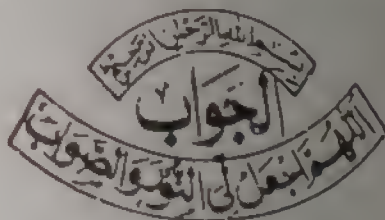
الاستفتاء

کبریا نے پیر علمائے دین و مفتیان شریع متین اس مسئلہ کے بارے میں ایک درس گاہ بھی میں چالو کیا گیا اور فطرانہ زکوٰۃ وغیرہ کی آمدنی سے مدرسہ کے نام پیکر جو بنایا، کچھ عرصہ بعد درس گاہ علیحدہ ہونے کی صورت میں لاؤسپیکر مسجد واسے چند لوگ ملکیت سمجھ کر درس گاہ کو حقوق ملکیت سے محروم کر دیا اور پیکر مسجد میں استقل ہو رہا ہے جس کا شرارت فساد کے ہونے سے اچھے نتیجہ کی امید نہیں لہذا اثر فیصلہ کیا حکم ہے، بنیوا توجروا۔

حاجی محمد یوسف بقلم خود ولد محمد رمضان

نہم مدرسہ جامعہ غوثیہ حضرت خواجہ محمد پیادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

۱۲۶۶



لاؤسپیکر مسجد کے لئے نہیں، مدرسہ کے لئے خریدایا گیا ہے تو وہ مدرسہ کا ہی ہے، اس پر کسی کو اختیار نہیں کہ مسجد کا سمجھ کر مسجد کا قبضہ کرادیں، ذن وغیرہ اس پر ہرگز ہرگز جائز نہیں کہ ناجائز طریقہ سے حاصل کرے

چیز مسجد کے لئے اور زیادہ غریب سب سے اللہ تعالیٰ کے پاک گھر میں کچھ
 ہی استعمال کی جائے۔ حدیث پاک میں ہے: **لَا تَطْبَلُوا طَبْلَ رَسُولٍ**
الاطیب بالذال لوگوں پر لازم ہے کہ مدرسہ کا حق مدرسہ کے سپرد کر دیں
وَإِنْ كَرِهَ يَمِ میں ہے **إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا**۔
وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا
 محمد و علی و آلہ و صحبہ و بارکات و سلم۔

عنوا فقیر البواخیر محمد نور اللہ النبی غفرلہ

۲۔ رمضان المبارک ۱۴۹۶ھ ۶-۹-۱۰

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید
 اور بکر دو حقیقی بھائی تھے، بقضائے الٰہی زید کا چھوٹا بھائی بکر فوت ہو گیا، زید
 نے اپنے برادر زادوں کی کفالت اپنے ذمہ لے لی، ان کے تمام حقوق پورے
 اب وہ خود صاحب اولاد ہیں اور اپنی اولاد کے خود کفیل ہیں، کاروبار کے
 لحاظ سے وہ کسی کے محتاج نہیں، زید کی اولاد کبھی جوان ہو چکی ہے اس ذاتی
 طور پر ہمت مکانی کی ضرورت ہے اس لئے اس کا مطالبہ ہے کہ اس کے بھتیجے

مکان خالی کر دیں لیکن وہ اس شرط پر مکان خالی کریں گے کہ ان کا تیا زید نہیں
 مبلغ تین ہزار روپے پہلے دے ورنہ وہ مکان خالی نہیں کریں گے کیا اس طرح
 کا شرطیہ لین دین شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیذا تو جروا۔
 نوٹ :- حلفیہ بیان کیا جاتا ہے کہ امرِ سر کے بغیر دعوے دار
 مہاجر ہونے کی حیثیت سے زید نے اس مکان کو نقد معاوضہ میں حاصل کیا ہے
 اس میں بجز کا قطعاً کوئی حصہ یا دخل نہیں۔



جبکہ زید ان کا محسن و مروتی ہے اور بلا معاوضہ ان کی پرورش اور دوسرے
 حقوق پورے کئے ہیں تو ان کا تین ہزار روپے کا مطالعہ بالکل بے جا ہے
 جو کسی وجہ سے قطعاً جائز نہیں خصوصاً جبکہ ان کے عقائد و اعمال و اقوال بھی
 شریعتِ غرار کے خلاف ہیں تو زید پر لازم ہے کہ ان کو ایک پیسہ بھی نہ دے
 بحکم الآیات والاحادیث والفقہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ و آلہ

و معبه و بارك و سلم -

حقه النفير الواجب من نور الشمس غفر له

١٨ - ٣ - ٤٩



سود

لعن رسول الله ﷺ اكل الربو و
موكله و كاتبه و شاهديه و قال
هم سواء

(صحیح مسلم ، باب الربو)

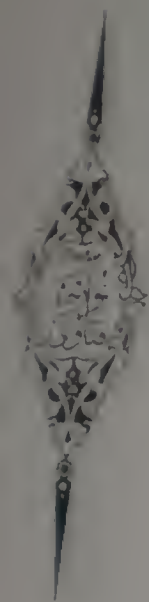
”رسول اللہ ﷺ نے سود لینے والے، سود دینے
والے، سود لکھنے والے اور سود کے گواہوں پر لعنت فرمائی
ہے اور فرمایا کہ وہ سب (اس جرم میں) برابر ہیں“



يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله و
 ذروا ما بقى من الربوا ان كنتم
 مومنين ۝ فان لم تفعلوا فاذنوا
 بحرب من الله و رسوله

(البقرہ : ۷۹ ۲۷۸)

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ
 گیا ہے سود میں سے، اگر تم ایمان رکھتے ہو، پھر اگر تم نے
 ایسا نہ کیا تو اعلان جنگ سن لو، اللہ اور اس کے رسول کی
 طرف سے“



کتاب الرولو

اللہ تعالیٰ مالک الملک اور قادر مطلق ہے، اس نے بندوں کی بہتری کے لئے جو احکام مقرر فرمائے ہیں وہ سراسر مہنی برحمت ہیں، اس نے ہمیں جو دین عطا فرمایا، اس میں امن و سلامتی، محبت و اخوت، عفو و درگزر اور ہمدردی، خیر خواہی کا حکم دیا گیا ہے۔ اسلام ایسے عادلانہ معاشی و سماجی نظام کا تصور پیش کرتا ہے جو لوہے، مار، ہوک، دہی اور ظلم و استحصال سے پاک ہو، اسلام کی منشا یہ ہے کہ دولت و منصفانہ تقسیم ہو اور یہ صرف چند باتھوں میں مرکوز ہو کر نہ رہ جائے بلکہ صدقات و عطیات کی صورت میں دولت امیران سے منتقل ہو کر غریبوں و طرف آئے، اس کے برعکس روپ پر مبنی (سودی) نظام غریبوں سے دولت لٹ کر امیروں کی تجوریاں بھرتا ہے۔

رولو کا معنی

رولو کا مادہ "ر" ب "و" ہے۔۔۔۔۔ بہ زیادتی، نمو، اضافہ، بڑھوتری،



بندی اور چڑھائی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔۔۔۔۔ شیخ ابوالبرکات نسلی
علیہ الرحمۃ (م 710ھ) اس کا شرعی معنی یوں بیان کرتے ہیں:

مومصل مال حال من المعوض فی معاوضۃ مال بمال

(مدارک التنزیل، ج: 1، صفحہ: 107)

”بلا معاوضہ مال، مال پر زیادتی، ربو ہے“

یہ لفظ الف، واو اور یاء کے ساتھ ربا، ربو اور ربی تینوں طرح لکھا جاسکتا
ہے۔ ربا کی دو قسمیں ہیں:

(1) ربا النسیئہ

(2) ربا الفضل

ربا النسیئہ

سود کی یہ قسم قرض کی صورت میں تھی، امام فخر الدین رازی (م 606ھ)
نے اس کی تعریف یوں کی ہے:

اما ربا النسیئۃ فهو الذی کان مشهورا فی الجاہلیۃ، وذلک انہم کانو
یضعون المال علی ان یأخذوا کل شہر قلدا معینا، و یکون راس المال باقیبا، ثم
اذا حل الدین طالبو المذنبون براس المال، فان بعتہ علیہ الاداء زاد فی الحق و
لا حل، فهذا هو الربا الذی کانوا فی الجاہلیۃ یتعاملون بہ

(تفسیر کبیر، ج: 7، صفحہ: 91)

”ربا النسیئہ ایسا امر ہے جو زمانہ جاہلیت میں مشہور اور
متعارف تھا، اس کی صورت یہ ہوتی کہ لوگ کسی شخص کو اس شرط
پر قرض دیتے کہ وہ اس کے عوض ہر ماہ معین رقم ادا کرتا رہے گا“

جبکہ اصل رقم مقروض کے ذمہ واجب الادا رہے گی، مدت پوری ہو جانے کے بعد قرض خواہ، مقروض سے اصل زر کا مطالبہ کرتا ہے۔ مقروض اگر ادا نہ کر سکتا تو قرض خواہ مدت ادائی اور شرح سود میں اضافہ کر دیتا، زمانہ جاہلیت میں یہ طریقہ عام طور پر رائج اور متداول تھا۔ (اور موجودہ دور کے سودی قرضوں کی زیادہ تر یہی صورت ہے)

ربا النسیئہ کو ربا القرآن بھی کہتے ہیں، کیونکہ اس کی حرمت قرآن کریم کی نص قطعی سے ثابت ہے۔

ربا الفضل

ہم جنس وزنی یا کیلی اشیاء میں زیادتی کے ساتھ دست بدست اور نقد و نقد بیع کو ربا الفضل کہتے ہیں، مثلاً ایک صاع (نوپہ) گندم کو دو صاع گندم کے معاوضہ میں نقد فروخت کیا جائے۔۔۔۔۔ ربا الفضل کو ربا الحدیث بھی کہتے ہیں اور اس کی حرمت حدیث پاک سے ثابت ہے۔۔۔۔۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الذهب بالذهب و الفضة بالفضة و البر بالبر و الشعير بالشعير و النمر بالنمر

و الملح بالملح مثلاً بمثل سواء بمواء يدا بيد فاذا احتلقت هذه الاصول

فبيعوا كيف شئتم اذا كان يدا بيد

(صحیح مسلم، جلد 2، صفحہ: 25)

”سونے کو سونے کے عوض، چاندی کو چاندی کے، گندم کو گندم کے، جو کو جو کے، کھجور کو کھجور کے اور نمک کو نمک کے



عوض برابر برابر اور دست بدست فروخت کرو اور اقسام مختلف ہوں
 ۲ جیسے چاہو بیچ کرو (یعنی کی بیشی کے ساتھ بیچ کا اختیار ہے)
 بشرطیکہ دست بدست ہو۔"

فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ حرمت کا یہ حکم ان چھ اشیاء کے ساتھ خاص
 نہیں بلکہ جو چیزیں ان کے معنی میں شریک ہوں ان میں بھی تفاضل کے
 ساتھ بیچ حرام ہے۔ البتہ ان چھ چیزوں میں حرمت ربا کی علت کے بارے
 میں فقہاء کا اختلاف ہے 'ملاحیون' (م ۱۱۳۰ھ) لکھتے ہیں:

يعمل ابو حنیفة بالفدر و الجسس و الشافعی بالطعم و النسيئة و مالک

بالاتفاق و الاوحار

(نور الانوار، صفحہ: ۷۱)

"امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ) قدر (ماپ تول) اور
 جنس میں اتحاد کو، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۰۴ھ) طعم (غذائیت)
 اور ثمنیت کو، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۷۹ھ) غذائیت اور ذخیرہ کے
 قابل ہونے کو علت گردانتے ہیں"

اختلاف کے نزدیک چونکہ قدر و جنس کا اعتبار ب'لذہ' ہر وہ چیز جس کی
 بیچ ماپنے یا تولنے سے ہوتی ہے، اتحاد جنس کی صورت میں اس کی تفاضل کے
 ساتھ نقد بیچ حرام ہوگی اور اوحار میں برابر برابر بھی حرام ہے۔ لہذا ایک
 صاع گندم کے بدلے دو صاع گندم کی بیچ نقد اور اوحار دونوں صورتوں میں
 ناجائز ہے اور ایک صاع گندم کی ایک صاع گندم کے ساتھ بیچ نقد و نقد جائز
 اور اوحار میں حرام ہے۔ اگر قدر و جنس میں سے ایک وصف پائی جائے تو



تفاضل جائز اور ادھار ناجائز ہے، چنانچہ ایک صاع گندم کے بدلے دو صاع دہ
کا نقد لین دین لیا جاسکتا ہے اور ادھار میں منع ہے، یہ نقد گندم اور دہ
تعلق قدر (وزن و گیل) ہے۔ ہر جنس مختلف ہے۔

یونہی ایک انداز کے بدلے دو اندوں کی بیع نقد جائز ہے اور ادھار منع
اس لئے کہ یہاں اتحاد جنس ہے مگر وصف قدر ہمیں یہ حد انداز دینی یا
کیلی چیز نہیں بلکہ عددی ہیں۔

جہاں قدر اور جنس میں سے کوئی وصف بھی نہ پایا جائے وہاں بیع میں
تفاضل اور ادھار دونوں جائز ہیں، بیسے گھڑی کے عوض میں قلم کا سودا، نقد
ادھار جائز ہے کہ ان کی جنس بھی مختلف ہے اور کیلی یا وزنی بھی نہیں۔

حرمت ربو

ربو پہلی شریعتوں میں بھی حرام تھا، یہود میں سونے عات بدلتے پکڑ چس
تھی جس کی وجہ سے وہ منصب الہی کے مستحق فہمے اور اللہ تعالیٰ نے ان
پر اپنی نعمتوں کا دار اور بندہ دیا۔ قرآن مجید میں ہے

وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّبْوِ أَنْ يَكُونَ مِثْلَ الْفِضَّةِ وَالْكَوْثَرِ

لَا يَنْبَغِي لَهُ

(سواء ایت: 116)

"اور ایت کے لئے یہ کہ وہ اپنے جہانوں کے لئے منع کیے
گئے تھے اور اس کے لئے کہ وہ ان کے مال باحق نکالتے تھے اور ان
میں سے باقیوں کے لئے اہم تھے اور ان کے غلبہ تیار رکھا ہے"
یہود کی یہ رسم بدعت جائزیت میں عربوں میں بھی رائج ہو گئی۔ حصہ

یہ عالم عزیز نے جہاں دیگر رسوم بد کا استیصال فرمایا، وہیں سوداے
مہار نے کاروبار کی سختی سے ممانعت فرمائی۔

وہ معشرہ جس میں سود کی دبا عام اور لوگ اس کے عادی مجرم بن چکے
تھے، اللہ تعالیٰ نے اسناد سود کے لئے شراب کی طرح یہ تدریج احکام نازل
فرمائے

کہ کرمہ میں نازل ہونے والی سورۃ روم میں سود پر ناپسندیدگی کا اظہار
فرمایا۔

وَمَا آتَيْتُم مِّن دِينَارٍ وَلَا دِينَارٍ فَمَا لِيَكُم مِّنْهُ مَعْشَرٌ يَعْلَمُونَ ۚ

○ رُكُوتٌ نَزِدْنَ وَجْهَ اللَّهِ فَاُولَئِكَ هُمُ الْمُضْمَعُونَ

(الروم: 39)

”اور جو مال تم سود حاصل کرنے کے لئے دیتے ہو کہ وہ لوگوں
کے مال میں شامل ہو کر بڑھتا (ہی) رہے تو وہ اللہ کے حضور نہیں
بڑھے گا اور تم جو زکوٰۃ (اور خیرات) دیتے ہو رضائے الہی کے طلب
گار بن کر، پس یہی لوگ ہیں (جو اپنے مالوں کو) کئی گنا کر لیتے ہیں“
یعنی سود سے جمع کردہ دولت کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی وقعت نہیں، اس
کے بعد مدینہ منورہ میں یہ آیت نازل ہوئی:

○ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ مِزْعًا قَدْ اتَّقَا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

(آل عمران: 130)

”اے ایمان والو! دو گنا چو گنا سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے

رہو تاکہ تم فلاح پا جاؤ“



اس آیت مبارکہ میں اس خرابی کی طرف اشارہ فرمایا کہ سود کی رقم دو گنی چو گنی ہو جاتی ہے، جس سے غریب، غریب تر اور امیر امیر تر ہو جاتے ہیں اور ایسا ظالمانہ استحصال اسلام سے میل نہیں کھاتا۔ اس سے اگلی آیت میں "و اتقوا النار التي اعدت للكافرين" "کافروں کے لئے تیار کردہ آگ سے بچو" فرما کر سود خوروں کو سخت تمہید فرمائی، امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے:

ہی اخوف ايم في القران حيث اعد الله المنافقين بالنار الممعة للكافرين

ان يتقوه في اجتناب محارمه

(مدارک، جلد: 1، صفحہ: 141)

”یہ آیت‘ آیات قرآنی میں سب سے زیادہ ڈرانے والی ہے‘
اس میں دوزخ سے‘ جو درحقیقت کفار کے لئے تیار کیا گیا ہے‘ ان
(عملی) منافقین کو بھی ڈرایا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں
سے نہیں بچتے“

اس کے بعد درج ذیل آیات میں سود کو دو ٹوک انداز میں حرام قرار دیا

گیا:

الذين ياكلون الربوا لا يقومون الا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطان من المس
ذلك بانهم قالوا انما البيع مثل الربوا و احل الله البيع و حرم الربوا فمن حاهم
موعظه من ربه فانتهى فله ما سلف و امره الى الله و من عاد فاولئك اصحاب النار
هم فيها خالدون ○ يمحقر الله الربوا و يريى الصدقات و الله لا يحب كل كفار

اثيم

(البقرہ: 275-276)

کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے۔

مفسد سود

اللہ تعالیٰ نے سود کو یوں ہی حرام قرار نہیں دیا، حقیقت یہ ہے کہ اس میں بے شمار مفسد ہیں۔

☆ سود آدمی کو بے رحم بنا دیتا ہے، سود خوار کا مطمح نظر جلب زر اور طلب منفعت ہے، جس کی وجہ سے وہ بے مروت، شقی اور سنگدل بن کر غریبوں کی مجبوری سے نہایت بے رحمی کے ساتھ فائدہ اٹھاتا ہے اور بے ایمانی اور فریب دہی کے نت نئے طریقے ایجاد کرتا ہے۔

☆ سود خواری کی وجہ سے مال و زر کی محبت اس کے دل میں راسخ ہو جاتی ہے اور وہ طمع، لالچ اور حرص میں اس حد تک جا پہنچتا ہے کہ حلال و حرام کا امتیاز کھو بیٹھتا ہے۔

☆ سود خور خود غرضی، بخل، ظلم، شقاوت اور سنگدلی کا مرقع بن جاتا ہے، وہ معاشرہ میں امداد باہمی اور ہمدردی و خیر خواہی کی صفات سے محروم ہو جاتا ہے، بلا محنت و مشقت مال ہاتھ آجانے کی وجہ سے اس کے نفس میں دناوت و زر پرستی کی ہوس غالب ہو جاتی ہے اور وہ ذاتی مفادات کا اسیر بن کر رہ جاتا ہے۔۔۔۔۔ اس کا ہر قدم اسلام کی غشا کے خلاف اٹھتا ہے۔

سود کے ایسے ہی مفسد کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اس کی حرمت کا اعلان انتہائی تمہید آمیز الفاظ میں کیا، ارشاد فرمایا:

يا ايها الذين امنوا اتقوا الله و ذروا ما بقى من الربوا ان كنتم مومنين ﴿۱۶۰﴾ فان



(البقرہ: 79-278)

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود میں سے اگر تم (صدق دل سے) ایمان رکھتے ہو، پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اعلان جنگ من لو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اور اگر تم توبہ کرلو تو تمہارے لئے تمہارے اصل مال ہیں، نہ تم ظلم کیا کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے“

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس قدر شدید تنبیہ کسی اور گناہ کے بارے میں نہیں فرمائی، اس واضح تنبیہ کے بعد بھی جو باز نہ آئے اس کے لئے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔ حرمت سود پر احادیث مبارکہ بڑی کثرت سے وارد ہیں۔

ظاہر ہے یہ شدید وعید اور حرمت سود کا شرعی حکم صرف ایسے کاروبار کے لئے ہے جس پر سود کا اطلاق ہوتا ہو۔

شریعت مطہرہ نے جہاں سود کو حرام قرار دیا وہاں تجارت اور جائز طریقہ سے نفع کمانے کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔۔۔ سود کی لعنت سے بچنے اور جائز منافع کی ایک بہترین صورت مضاربت ہے، جس کی شرعاً اجازت دی گئی ہے۔

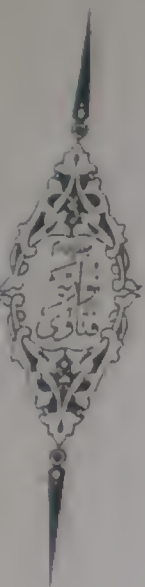
مضاربت میں ایک شخص کا سرمایہ ہوتا ہے اور دوسرا شخص اس پر محنت کرتا ہے، نفع میں آدھے یا تہائی حصہ کا معاہدہ کر لیا جائے تو یہ منافع جائز اور

حلال ہو گا۔۔۔۔۔ اس صورت میں جتنا منافع ہو گا اسی تناسب سے سرمایہ خرچ کرنے والے کو حصہ ملے گا۔ بیک بجائے سود کے مضاربت کا طریقہ رائج کرے تو سود کی لعنت سے بچا جاسکتا ہے۔

فتاویٰ نوریہ کی کتاب الربو انتہائی مختصر ہے، اس میں صرف تین استفتاءات کے جوابات دیے گئے ہیں۔

جس معاشرے کی انفرادی و اجتماعی معیشت کا تمام تر انحصار سود پر ہو اور صاحب تقویٰ لوگوں کے لئے بھی اس مصیبت سے بچ نکلتا نہایت مشکل ہو چکا ہو، ایسے معاشرے کے افراد میں سودی معاملات کا فہم حاصل کرنے کا جذبہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس موضوع پر استفتاءات بہت کم موصول ہوئے ہیں۔

(مرتب)



کتاب السنۃ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے کہ کیا غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے لئے سود دینا یا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس وقت انگلینڈ میں آباد لاکھوں مسلمانوں کو مسئلہ مندرجہ ذیل صورتوں میں درپیش ہے :

۱۔ ہر ایک مسجد کی مسلم ویلفیئر کمیٹی یا مسلم فیڈرل اکفن و فن کمیٹی وغیرہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے اپنے متعلقہ ارکان سے چندہ اکٹھا کر کے ایک فنڈ قائم کرتے ہیں اور حفاظت کی خاطر بنک میں رکھتے ہیں، بنک اس رقم پر سود دیتا ہے جو اس رقم میں جمع ہوتا رہتا ہے۔

۲۔ مزدوری پیشہ لوگ اپنے پس انداز اثاثے بنکوں میں جمع کراتے ہیں اور بنک اس میں قانون کے مطابق سود کا اضافہ کرتا ہے۔

۳۔ بعض اشخاص کسی ضرورتوں کے لئے بنک یا فنانس کمپنیوں سے قرضے لیتے ہیں



وربینک اس قرض پر سود وصول کرتے ہیں۔

جو حق معاملہ ثابت سنگین ہے یعنی رہائشی مکانوں کی خریداری، یہاں مکان تھے مگر
ہیں کہ کوئی بھی شخص پس بار رہائش کے لئے مکان نہیں خرید سکتا لہذا اسے بینک فنانس
سوسٹی سے پانچ دس یا پندرہ سال کے لئے قسطوں پر قرضہ حاصل کرنا پڑتا ہے جسے
رجسٹر کرتے ہیں۔ اس قرضہ پر بینک یا فنانس سوسٹی سود وصول کرتی ہے جتنی کہ کسی سہولت
بھی منظورہ کے لئے کوئی عمارت برائے مسجد خریدنا چاہیں اور اپنے ارکان و دیگر امدادی
جباب کے تعاون کے باوجود مطلوبہ رقم ہیا نہیں کر سکتیں تو مجبوراً بینک کی طرف رخ کرتی
ہیں اور مارن گج کے مرحلہ سے گزرتی ہیں یعنی متعلقہ عمارت کے کاغذات بینک میں رکھ کر
مطلوبہ رقم حاصل کرتے ہیں اور اس پر سود ادا کرتے ہیں۔

۵۔ کچھ عرصہ سے پاکستانی بچوں نے بھی اپنی شاخیں قائم کی ہیں۔

اگر تو سود ہر حال میں ناجائز ہے پھر تو مسلم، اگر غیر مسلم بینک سے جائز ہے تو مسلم بینک
یا کیٹی کے بارے میں کیا حکم ہے، اگر اس کے لئے بھی وہی حکم ہے تو فیہا البصوت دیگر
مسلمان سود وغیرہ کی جائز سہولت کے پیش نظر پاکستانی بینک سے لین دین نہ رکھیں تو دوسری
ملکی مفاد پر اثر پڑتا ہے۔

۶۔ انشورنس جو سود اور حوا کی ترقی یافتہ صورت ہے غیر مسلم ممالک میں بھی کیا اس کے دارالاسلام
و لے ہی احکام میں یا دارالحرب میں کچھ گنجائش ہے اور مسلمان اپنے مال و اولاد کے
حفظ و تقدم کے تحت غیر مسلم ممالک میں انشورنس کر سکتے ہیں۔

میں وقت ہے کہ آپ ائمہ اربعہ کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرما کر اجر کے مستحق ہونگے
بیت استغفار بخاندن سے بسطہ حضرت مولانا علامہ پیر محمد کرم شاہ صاحب مدظلہم بھیرہ شریف

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْجَوَابُ
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْتَوَّابَ

مالِ حربی غیر معصوم مباح ہے، جب کہ اس پر غدر و خیانت کے سوا اس کی رضا سے قبضہ کر لے تو مالک ہو جاتا ہے لہذا اس میں ربلو جاری ہی نہیں ہوتی۔ بدائع صنائع ج ۲ ص ۱۹ میں ہے فَمِنْهَا أَنْ يَكُونَ الْبَدَلَانِ مَعْصُومِينَ فَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمَا غَيْرَ مَعْصُومٍ لَا يَتَحَقَّقُ الرُّبُوعُ عِنْدَنَا (إِلَى أَنْ قَالَ) وَعَلَى هَذَا الْأَصْلِ بِحَرْجٍ مَاذَا دَخَلَ مُسْلِمًا أَوِ الْحَرْبَ تَاجِرًا فَبَاعَ دُرَّهُمَا بِدُرِّهِمَا (وَأَنْ قَالَ) إِنَّهُ يَجُوزُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنْ يَرَى فِيهِمَا أَنْ يَكُونَ مَالُ الْحَرْبِيِّ لَيْسَ بِمَعْصُومٍ بَلْ هُوَ مَبَاحٌ فِي نَفْسِهِ إِلَّا أَنَّ الْمُسْلِمَ الْمُسْتَأْمَنَ مَنَعَ مِنْ تَمْلُكِهِ مِنْ غَيْرِ رِصْدٍ لِمَا فِيهِ مِنَ الْغَدْرِ وَالْخِيَانَةِ الْخَوِ وَأُورِي نَهَى قُدُورِي أَوِ اس كِي شَرْحِ الْمَجْمُوعَةِ النِّيرَةِ ج ۲ ص ۲۶ میں ہے بتقریر حسن جدًا اور یونہی تنویر الابصار، در المختار، طحاوی علی الذہبی ج ۳ ص ۱۲ میں ہے، طحاوی کے لفظ یہ ہیں وقد تقدم أن شرط الربو عصمة البدلين جميعا، اور یوں ہی ہدایہ اور اس کی شرح عینی ج ۳ ص ۵۵ میں ہے اور فتح القدیر وغایہ ج ۶ ص ۷۸ میں بھی اور یونہی غرر الاحکام مع شرح در الحکام ج ۲ ص ۱۸۹

میں سے درمبوط ج ۴ ص ۵۱ اور ہندیہ ج ۲ ص ۶۲ وغیرہ میں یوں ہی ہے۔
 مینی علی الہدایہ اور فتح القدر مہبوط وغیرہ میں حدیث مرسل ہے والنظم
 سرحدی علیہ الرحمۃ ذکر عن مکحول عن رسول اللہ صلی
 علیہ وسلم ذل لا ربو بین المسلمین و بین اهل الحرب
 وهذا الحدیث ان کان مرسلًا فمکحول فقیہ ثقتہ والمرسل من
 منہ مقبول وهو دلیل لابی حنیفہ و محمد رحمہما اللہ حالہ
 باب دہن پندرہ کی حدیث سے استدلال کرے تو وہ تصحیح حدیث ہے کما فی کشف الغمہ
 و شامی ج ۴ ص ۵۱ والنظم ان المجتہد اذا استدل بحدیث
 کان تصحیح حالہ کما فی التحریر وغیرہ اور اس میں دونوں صورتیں برابر ہیں
 مسند کو نفع پہنچے یا تری کو چنانچہ مہبوط ج ۴ ص ۵۹، فتح القدر اور عنایہ ج ۶ ص ۱۷۸،
 طحاوی ج ۳ ص ۱۲ میں ہے والنظم من المہبوط ویستوی ان کان
 لمسلم خذ الدرہمین بالدرہم او الدرہم بالدرہمین
 لانہ طیب نفس الکافر بما اعطاه قل ذلک او کثر واخذ
 مالہ بطریق الاباحۃ کما قررناہ۔

ملا ملک کے جوابات واضح ہو گئے اور ملا کا یہی جواب ہو گیا کہ یہ سب ٹود
 نہیں اور جائز ہے۔ باقی ۵ کا معاملہ ذرا سنگین ہے مگر چونکہ اب پاکستانی بینک بھی ہو نہیں
 سکتے بلکہ منافع کے نام سے دیتے ہیں تو ظاہر یہی ہے کہ یہ ایک مضاربت کی صورت ہے
 کو فائدہ ہی تو قبضے سے ملک ثابت ہو جاتا ہے اور پاکستانی بینکوں کے ہوتے ہوئے
 غیر مذکوروں کی طرف میاں سے قومی زر کی وقار سخت بھرج ہوتا ہے جو اس سے بھی بُرا ہے
 بہ حال ہے تو یہی معلوم ہوتا ہے مضاربت کی بنا پر ہے حالانکہ مہبوط ج ۴ ص ۵۸، ۵۹

میں ہے ان فعل المسلم يجب حملہ علی احسن الوجوه ما امکن
 شامی ج ۳ ص ۶۳ میں ہے حمل احوال المسلمین علی الصلح واجب
 اور ارشاد رب العالمین ہے ان بعض الظن اشهر وقد جاء النهی فی
 الاحادیث المبارکۃ عن الظن السوء۔

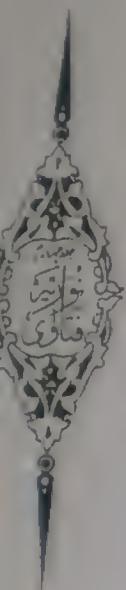
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ لا کرہ
 والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزیزہ الفقیر البرکات محمد نور الشانی غفرلہ

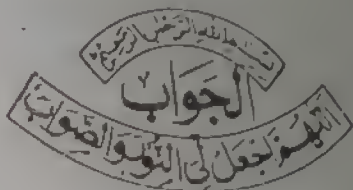
۶ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۷ھ ۲۰-۵-۲۰

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بار میں کہ زید نے چند
 دوکانیں کرایہ پر دینے کے لئے تعمیر کرائیں، اب کرایہ ماہوار کے علاوہ کرایہ داروں سے
 ایک ایک لاکھ روپے بطور ریگڑی وصول کرتا ہے اور کرایہ نامہ یا زبانی ان سے یہ طے کرتا ہے
 کہ جب وہ دکان چھوڑیں گے اور دوسرا کرایہ دار جو وہاں آئے گا، لاکھ روپے سے
 جتنا زائد بطور ریگڑی دے گا اس زائد رقم کا ۲۵ فیصد مالک دکان یعنی زید لے گا۔
 قرآن و حدیث کی روشنی میں ارشاد فرمائیں یہ ریگڑی والی رقم اور زائد رقم



پگڑی کا ۲۵ فیصد شرعاً جائز ہے یا حرام؟
 رشید احمد نوری میجر تاج شمس لاہور



اشارہ میں اصل اباحت ہے یعنی جب تک دلائل شرعیہ سے کسی شے کی حرمت و ممانعت ثابت نہ ہو حلال و جائز الاستعمال رہتی ہے۔ استعمال کرنے والے پر کوئی گرفت نہیں کہ ایسی شے ہے ہی معاف۔ قرآن کریم نے صاف صاف فرما دیا ہے عفیٰ عنہا (سورۃ المائدہ) (ترجمہ) اللہ انہیں معاف کر چکا ہے۔

مضمون اور آیات و احادیث سے ثابت ہے۔ دیکھو فتاویٰ نوریہ ج ۱ ص ۲۵۲ اور جب یہ عرف خاص ہے یعنی کرایہ پر دکانیں اٹھتی ہیں اور لوگوں کو معلوم ہے تو اسلئے بھی جائز ہے کہ اہل اسلام کا عرف یعنی رواج معتبر ہے، دیکھو فتاویٰ نوریہ میں اس کی تفصیل۔ بہر حال یہ عامیانہ خیال ہے کہ ایسے معاملات میں لوگ اپنی عقل کو دخل دیتے ہیں و کہتے ہیں کہ مسلمانوں پر اتنا بوجھ ہے حالانکہ کرایہ داروں کو بھی کافی منافع ہوتا ہے تب بھی تو وہ خرچ کر دیتے ہیں۔

محرر مذہب تنفیہ امام محمد شاگرد امام اعظم علیہما الرحمۃ فرماتے ہیں قال
 محدود، ناخذ مالہ من عرف شیئاً حراماً بعبین

وہو قول ابی حنیفہ واصحابہ کذا فی الظہیریۃ

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قرۃ النقیۃ الیٰ کبیر محمد نور السماء غفرلہ

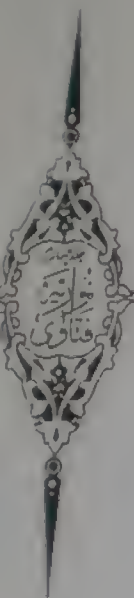
۷ جہادی الاخریٰ ۱۴۲۲ھ مطابق ۸۲-۸۳-۲۲

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں
ایک شخص نے بغرض تجارت ۱۰۰ افراد سے دو لاکھ روپیہ اس شرط پر قرض لیا
کہ ایک ماہ بعد واپس کر دے گا اور ہجاس ہزار روپیہ بطور انعام ۱۰ افراد کو
قرعہ اندازی کے ذریعہ تقسیم کر دے گا، جس کا نام نکل آئے تجارت میں نفع یا
نقصان ہوا، قرعہ اندازی میں ان افراد کے نام نکلے جن کے صرف ۱۰ یا ۱۰ ہزار
روپیہ قرض دیا تھا، ان کو یہ انعام حلال ہے یا حرام؟
محمد رفیق قاضی ۵۲۸، ریویس پولیس لائن لاہور



انا للہ وانا الیہ راجعون، عجب وقت ہے، جیلے بہانوں سے حرام کھانے



کی کوشش، صنوبر پاک نے فرمایا تھا کہ نام بدل کر شراب استعمال ہوگی اوکسا
قال، یہ کیا انعام ہے، سیدھا سود کہیں، پھر قرعہ اندازی کہیں، بالکل پریز
کیا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ
و بارک وسلم۔

بقولہ الغفر البواخیر محمد نور الشافعی غفرلہ

۱۹۰۱۰۸۰



رهن

و ان كنتم على سفر و لم تجدوا
كاتباً فرهن مقبوضة

(البقره : ۲۸۳)

”اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو کوئی چیز
گروہی رکھ لیا کرو اور اس کا قبضہ دے دیا کرو“



ال انبی ﷺ اشتری طعاما من رجل
یهودی الی اجل و رهنه درعا من
حدید

صحیح بخاری
باب شری النبی ﷺ بالنسیئة

”نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی کے پاس اپنی
لوہے کی زرہ گروی رکھ کر اس سے ادھار غلہ خریدا“

کتاب الرہن

گروی رکھنے کو عربی میں رہن کہتے ہیں۔ امام برہان الدین مرغینانی علیہ الرحمہ (م 593ھ) رہن کا لغوی معنی یوں بیان کرتے ہیں:

حبس الشئ بالی سبب کان (ہدایہ)

”چیز کو روک لینا“ سبب خواہ کوئی بھی ہو“

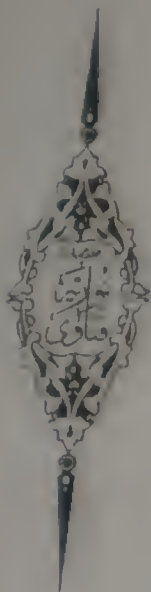
اصطلاح شریعت میں رہن (گروی رکھنا) یہ ہے کہ کسی کے مال کو اپنے پاس اس لئے روک لینا تاکہ اس کے ذریعے اپنے حق کو کھلی یا جزوی طور پر وصول کر سکے۔

گویا رہن کا مقصد یہ ہے کہ قرض لینے والا جب قرض دہندہ کے پاس اپنا مال گروی رکھ دے گا تو اسے یقین ہو گا کہ مجھے قرض واپس مل جائے گا اور رقم ضائع نہیں ہوگی۔

گروی رکھنے کا حکم قرآن کریم میں آیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

ان کنتم علی سفر ولم تجدوا کتابا فممن مقبوضۃ

(البقرہ: 283)



”اور اگر تم سفر میں ہو اور تحریر کنندہ موجود نہ ہو تو کوئی چیز گروی رکھ لیا کرو اور اس کا قبضہ دے دیا کرو“

اس آیت مبارکہ میں بحالت سفر گروی رکھنے کا بیان ہے، جب کہ حضر میں رہن کا جواز حدیث پاک سے ثابت ہے۔۔۔۔۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

لقد رهن النبي صلى الله عليه وسلم درعاً له بالمدينة عند يهودي و اخذ منه

شعيراً لاهله

(بخاری، جلد: ۱، صفحہ: 278)

”نبی کریم ﷺ نے مدینہ پاک میں ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ گروی رکھی اور اس سے اپنے اہل خانہ کے لئے جو قرض لئے“

قرض کے بدلے اپنی کوئی چیز گروی رکھنے والے کو ”راہن“ اور جس کے پاس سامان گروی رکھا جائے اسے ”مرتن“ کہتے ہیں، جب کہ گروی رکھی گئی چیز کو ”مرہون“ اور کبھی ”رہن“ بھی کہہ دیتے ہیں۔

مرہون (گروی رکھی گئی چیز مثلاً زمین، جانور وغیرہ) سے مرتن کو نفع حاصل کرنے کی اجازت نہیں۔ اگر کھیتی باڑی کرے یا جانور پر سوار ہو، دودھ وغیرہ استعمال کرے یا کسی بھی صورت میں نفع اٹھائے گا تو وہ ناجائز اور سود کے زمرہ میں شمار ہو گا۔

گروی چیز اگر مرتن سے ضائع ہو جائے، اس کی مالیت قرض جتنی ہے تو



حساب برابر ہو گیا۔ اگر مرہون کی قیمت زیادہ ہے تو قرض ساقط ہو گیا اور مرہن، راہن کو کچھ نہیں دے گا کہ قرض سے زائد مالیت امانت تھی جس کے ضیاع کی کوئی ضمانت نہیں اور اگر گروی چیز کی قیمت قرض سے کم ہو مثلاً یہ چیز پانچ صد روپے کی ہو اور قرض ایک ہزار روپے تھا تو پانچ صد ساقط ہو گئے بقیہ پانچ صد روپے گروی رکھنے والا (راہن) مقروض شخص، مرہن (قرض و ہندہ) کو ادا کرے گا۔

کتاب المرہن میں تین استفتاءات کے جوابات ہیں۔

(مرتب)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْجَوَابُ
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوْبَةَ وَالصَّالِحَاتِ



بچنے آٹھ ہزار قرض کے عوض آٹھ ہزار لینا ٹھہرایا اور زمین کی آمدنی ہر
 مجھوات تک بھی مزید براں یعنی شرط کی اور یہ صراحت سود سے کہ شریعت غرا کا سہ
 قاعدہ ہے کہ ایسا قرض جس میں مقرض کی منفعت مشہ و طہور ہے بے تفسیر گران
 ج ۱ ص ۲۵۲، تفسیر معالم التنزیل ج ۱ ص ۲۵۲، تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۳۴۴
 کل فرض جر منفعة فلهو ربو و مثله فی المبسوط للإمام شمس
 السرخسی ج ۱ ص ۳۵ والدر المختار و رد المحتار ج ۲ ص ۳۲
 نیز نامی ج ۲ ص ۱۲۲، شامی ج ۵ ص ۲۲۴ میں جو اہر الفتاویٰ سے ہے اذاکان
 مشروط صار قرضانیہ منفعة و هو ربائی، فتح القدیر ج ۶ ص ۱۳۴ میں
 القرض بالشیط حرام، مبسوط ج ۱ ص ۳۵، بدایہ مطبوع مع الفتح ج ۶ ص ۲۵۶
 فتاویٰ خیر پور میں و النظم من الخیریین وقد نہی عن کل فرض جر
 منفعة فتاویٰ عالمگیری میں ہے قال محمد فی کتاب الصرف ان
 ما حسمہ کان یسکرہ کل فرض جر منفعة، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۰ میں
 حضرت ابابیرین سے ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو کچھ روپے قرض دے
 اس شرط پر کہ اس کے گھوڑے پر سواری کرے گا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ

صحابی نے فرمایا ما اصاب من ظلمة فھو بئس ما اس پر جو سواری کرے وہ سود ہے
 موطا ۱۱۸۱ ص ۲۸۲ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا
 وان کان بضہ من علت فھو ہر کہ اگر چھٹی بھر گھاس ہو تو وہ بھی سود
 ہے، ابن ہبئی کے اسی صفحہ پر حضرت فضالہ بن عبیدہ صحابی سے ہے کہ آپ
 نے فرمایا کل قرض جرم منفعہ فھو وجہ من وجوہ الربو، ابن ہبئی
 ج ۶ ص ۲۸ میں حضرت ابراہیم تابعی سے ہے کہ سلف صاحبین (جو سادات
 تابعین اور صحابہ کرام تھے) ابن سے ذرہ بھر نفع اٹھانے کو بھی ضرور ضرور برا جانے
 تھے ان کا نوالیکر ہوا اس سے متنعوا میں رہیں بستی، اسی صفحہ پر
 اہم شافعی کا فتویٰ نقل فرماتے ہیں نس ندر دین مہاشینی اور ایسے ہی
 ص ۳۹ میں حضرت معاذ بن جبل صحابی اور شعبی تابعی سے ہے اور حضرت
 شریح جلیل القدر تابعی اور حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی نے اس کا ہم سو رکھا
 حضرت شریح کا ذکر ان الفاظ میں ہے سئل عن شرب حل، پھر
 بقرة فشرب من لبنہ فادک سرب الربو اور حضرت ابن مسعود کا
 فتویٰ کنز العمال ج ۳ ص ۲۴۸ میں بھی مذکور ہے برمز عب و النظم حباء
 رجل الى ابن مسعود فقال ان رجلا مرھنی قریباً فکسبھا قال
 ما اصببت ظلمة فھو ہر اور سود سخت ترین حرام ہے اور بدترین کام
 قرآن کریم کی متعدد آیات مبارکہ اور بحیرات احادیث شریفہ اور اجماع متبعین
 اور قیاس شرعی سے خباثت سود اور شقاوت سود و خوار ثابت، قرآن کریم کی اہم
 ایک آیت پاک نے فرمایا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذر ما لکم
 من الربو ان کستم مؤمنین وان لم تفعلوا فادنوا من الحرب من

اللہ ورسولہ" اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور پھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے
 سودا اگر تم مسلمان ہو، پھر اگر ایسا ہو تو یقین کرو اللہ اور اللہ کے رسول سے (دراں)
 اور صرف ایک حدیث شریف بھی نہیں، مشکوٰۃ شریف میں بروایت ابن ماجہ و ترمذی
 فی ثوب الایمان سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 علیہ وسلم نے فرمایا: **اَلرِّبَا سَبْعُونَ جَزَاءً اَیْسَرُهَا اَنْ یَّنْکَحَ الرَّجُلُ امْرَاةً**
 یعنی سودا کے ستر ٹکڑے ہیں، ان ستر کا سب سے ہلکا یہ ہے کہ مرد اپنی ماں کے ساتھ
 جماعت کرے، اعادنا اللہ تعالیٰ من ذلک۔



فتویٰ کو ذرا طول اس وجہ سے دیا کہ آج یہ وبائے عام واقع ہے کہ
 لوگ ایسی صورتوں کو رہن کا نام دے کر اس خالص سود کو شیر مادر تصور
 کئے ہوئے ہیں حالانکہ ہمارے حضرات فقہائے کرام
 نے ایسی صورتوں کو اجارہ فاسد کے مرتبہ میں قرار دیا کہ اگر نفع اٹھائے تو
 اجر لازم اور رہن نہ ہوگا، شامی ج ۵ ص ۴۲۷ میں ہے **قَالَ فِي التَّائِيخِيَّةِ**
مَانَصَهُ وَتَوَاسَقَرَضَ دَسَاهِمَ رَسْمِ حِمَاةِ اَوِ الْمَقْرَضِ
يُسْتَعْمَلُ اِلَى شَهْرٍ يَنْتَهِی عَنْهُ اَوْ دَسَاهِمَ يَسْكُنُهَا فَيُؤْجَرُ
بِمَنْزِلَةِ الْاِجَارَةِ الْفَاسِدَةِ اِنْ اسْتَعْمَلَهُ فَعَلِيَّةٌ اَجْرُ مِثْلِهِ
وَلَا يَكُونُ رَهْنًا اَوْ رَیْسَةً ہی ص ۵۳ میں ہے **مَعْنَاهُ اِدَاةُ التَّغْلِيلِ**
لَا الْمَقْرَضِ اِنْ مَّا اسْكَنَ فِي دَارِهِ عَوْضًا عَنْ مَنَفْعَةِ الْقَرْضِ
لَا مَحْنًا، بَلْ كَيْفَ لَزِمَ اَجْرُ شَيْءٍ حَدِثِ شَرِيفٍ سے مستفاد ہے کہ **كُنْزُ الْعَمَالِ ج ۳**
ص ۲۸۷، ۲۸۸ میں **بِرِزْلِ طَبِ** حضرت سرور رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے
مَنْ رَهْنُ امْرَاةٍ بِدَيْنٍ عَلَيْهِ فَانَّهُ يَقْضِي مِنْ شَيْءٍ بِهَا مِنْ فَضْلِ

بعد نفقتا یقضی ذلک من دینہ ذلک الذی علیہ بعد ان یحسب
 لصاحبہا الذی ہی عندہ عملہ ونفقتہ بالعدل الحاصل
 اجرش دے کر جان چھڑائے اگر کچھ نفع اٹھا چکا ہے تو اور اگر ابھی تک نفع نہیں
 اٹھا چکا تو شرط کو اٹھا کر معاملہ نیک کرے ورنہ ذمہ سود خواراں میں داخل اور وید
 مذکورہ خواراں اُسے شامل ہو گا، و ما علینا الا البلاغ لبین۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جملہ حیل مجتہدہ اتعوا حکم وصلی
 اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور الدین النعمی نصر ربہ القوی

۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۶۵ھ

انجواب صحیح

نصیر الدین . رکن پورہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس سلسلہ میں کہ زید نے
 بکر سے مبلغ بیس روپے بطور قرضہ طلب کیا کہ مجھے بیس روپے کی ضرورت ہے مجھے
 بکرنے کہا کہ کل تم کو دوں گا اور وعدہ اس وقت ادا کیگی قرض کا ایک ماہ کا دونوں
 فریقوں نے مقرر کیا۔



دوسرے روز زید نے اپنے لڑکے کی بیوی کو کہا کہ بکر سے بیس رو
 مبلغ میں روپے قرض لینا کیا ہے، تم بکر سے لے آنا۔ دوسرے روز وہ عورت بکر
 سے روپیہ لینے کی غرض سے گئی تو بکر نے کہا مجھ کو کوئی چیز اعتبار وصولی روپیہ کیلئے
 دے دو جو میرے پاس رہے گی جس وقت روپیہ ادا کر دو گے اس وقت روپیہ
 وصول کر کے تمہاری چیز واپس کر دوں گا۔ اس وقت عورت نے کان سے دو والیل
 سونا کی جو کہ ایک تولہ تین ماشہ تین رتی زید بیان کرتا ہے کہ بکر کو دی گئی اور بیس روپے
 وہ عورت لے گئی۔

بکر کا گھر اس شہر میں نہیں ہے، مال لے کر اپنے رشتہ دار کے پاس
 گیا ہوا تھا۔ جب تقریباً بیس یوم گزرے تو بکر نے زید کو کہا کہ میں اب واپس اپنے گھر
 جاتا ہوں تم روپیہ دے دو اور مال اپنا لے لو ورنہ تم کو میرے گھر جانا پڑے گا اور مال
 اس جگہ ملے گا۔ زید نے کہا کہ ابھی وعدہ میں تقریباً دس روز رہتے ہیں، میرے پاس
 اس وقت روپیہ نہیں ہے میں تمہارے گھر سے لے آؤں گا اور روپیہ بھی وہاں
 دے دوں گا۔

ابھی پہلے وعدہ ایک ماہ سے دو تین روز کم تھے کہ بکر جس گھر میں رہتا
 اس گھر کو چوروں نے پھلی طرف سے نقب لگا کر مال چوری کر لیا، مالک مکان کلہر
 نہ تھا۔ بکر کا بیان ہے کہ اس کو ٹھہ کے دروازہ کے آگے اس رات پانچ آدمیوں
 مرد و زن کی چار پائیاں تھیں جو سوئے ہوئے تھے، ایک بکر اور ایک آدمی اور تھا
 اور تین عورتیں تھیں اور وہ والیاں جو کہ زید کی تھیں اس کو ٹھہ کے اندر صندوق تھا
 اس میں دوسرا مال مالک مکان کا تھا اور وہ والیاں زید کی اور پندرہ روپے
 میرے تھے، اس صندوق میں ڈبہ میں رکھی ہوئی تھیں، وہ سب مال چوروں نے



چوری کر لیا۔

علی الصبح دروازہ کھولنے پر نقب لگی ہوئی پچھلی طرف معلوم ہوئی نہ رخ برافرو
ہوئی، مالک مکان بھی بعد میں آگیا۔ بجز در مالک کا رشتہ، بجز کی ہمیشہ و مالک مکان
کی منکو حہ ہے اور مالک مکان کی ہمیشہ و بجز کی منکو حہ ہے اور بجز بیان کرتا ہے کہ
وہ والیاں میں جس وقت زید کو کہا تھا اے کرا اپنے گھر چلا گیا تھا، واپس اگر مرصند وق
میں رکھ دی تھیں۔

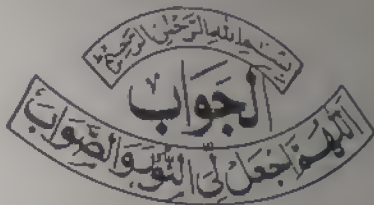
اب دریافت طلب امر یہ ہے وہ والیاں جو کہ چوری ہوئی ہیں۔ زید بجز
لے سکتا ہے یا کہ نہیں؟ جو صورت ہو بیان فرمادیں جس کو ٹھہ میں سے چوری ہوئی ہے
اس پچھلی طرف کوئی آبادی نہیں ہے۔

مستفتی سے پسند امور کا استفسار کیا تو حسب ذیل جواب دیا:

- ۱۔ وہ والیاں زید کے لڑکے کی بیوی کے ملک تھیں۔
- ۲۔ راہنہ نے زید کی اجازت کے سوار بن رکھی تھیں۔
- ۳۔ بجز نے دونوں باران والیوں کو زید و راہنہ کی اجازت کے سوا اپنے رشتہ دار
کے گھر رکھیں تھیں، ہاں زید و راہنہ کو یہ معلوم تھا کہ بجز کا رشتہ دار کے گھر
آیا ہوا ہے لہذا غالباً انہی کے گھر رکھے گا اور بجز نے دونوں بار مالک
مکان کی اجازت سے اسکی بیوی یعنی اپنی ہمیشہ کو والیاں دیں کہ رکھ دو۔
- ۴۔ بجز کے اس قول پر کہ والیاں چوری ہو گئی ہیں، زید و راہنہ دونوں
شک کرتے ہیں۔
- ۵۔ اس عورت نے وہ قرض زید کے لئے مانگا اور کہا تھا کہ قرض جو زید مانگ گیا ہے

میں لینے کے لئے آئی ہوں اور والیاں اپنی طرف یا زید کی طرف سے دین رکھنے کا خیال نہیں کیا، غصہ سے جلدی جلدی بلا سوچے سمجھے بیکر کو کہا کہ لو، واپس پکڑ اور قرض دو۔

السائل: محمد رمضان نوری المحقق خطیب تہ صلیع مصری

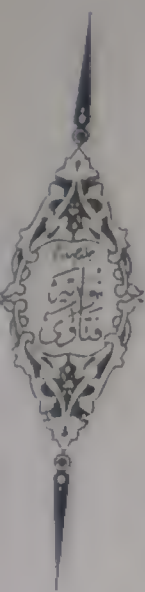


از روئے مذہبِ مہذبِ خفیر وہ طلائی بالیاں رہن لیں رہن چلنے کے لئے مستقرض کا ملک شرط نہیں اور نہ اجازت۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۱۵۸ میں ہے فرہن اجنبی بالالاف عبد البغیر امر بالمطلوب الی قالوا فهو جائز خصوصاً یہ صورت کہ راہنہ زید کی نہایت قریب اور پھر وکیل برائے قبض قرض بھی ہے اور لفظ رہن بھی شرط نہیں۔ ج ۴ ص ۱۲۸ میں ہے اما لفظ الرهن فلیست بشرط۔ وہ کوٹھ محل حفاظت ہے پیچھے سے خالی تھا تو دروازے پر پانچ آدمی تھے۔ بکر کا بہنوئی کی اجازت سے بہن کے پاس رکھنا تعدی، رخیانت نہیں جبکہ انہیں قابل اعتبار جانتا ہے اور اپنا مال بھی ان کے پاس لے کر

ج ۳ ص ۲۶۲ میں ہے: اودفع الى ميمن من امنه من
يشق بـ في مال وليس في عيال ان لا يصن لانه لما
كان موثوقا بـ في مال فكذا في الوديعة شرفا له وعلا
الفتوى كذا في النهاية خصوصا جبکہ بکر وراہنہ کو قرآن سے معلوم تھا کہ
غالباً انہی کے پاس رکھے گا اور پھر چپ رہے و السکوت فی معرض
البيان بيان بلکہ ظاہر سوال تو یہ ہے کہ ان دنوں میں بکر کی عارضی سکونت اسی
مکان میں تھی ان کے ساتھ رہتا تھا تو وہ مکان حکماً اس کا اپنا مکان مشترک بنا
اور وہ دونوں من فی عیال اصطلاحاً داخل ہوتے۔

ج ۳ ص ۲۶۲ میں ہے والعبرة في هذا الباب للمساكنة
اور ج ۳ ص ۲۶۲ میں ہے فان كان اتخذ دار للسكنى باى طريق
كان تو ايداع عند الاجنبى کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ رہا اپنے ساتھ لے جانا پھر اپنا
تو وہ بھی قابل اعتراض نہیں۔

ج ۳ ص ۲۶۵ میں ہے اذا الحريعين مكان الحفظ ولم يـ
عن الاخراج نصابا بل امره بالحفظ مطلقا فاسافر بها الى ان
قالوا بان كان الطريق امنا ولا حمل لها ولا مؤنة لا يضمن
بالاجماع بلکہ یہ لے جانا اور لانا اٹے دلیل احتیاط و تحفظ خاص ہے کہ لا یخفی
پس اندر ای حالات رہن چوری ہو گیا تو بکر کا قرض ساقط ہو گیا کہ رہن ساقط ہو گیا کہ
رہن اس لئے مانگا اور رکھا تھا کہ قرض ادا نہ کرنے کا خطرہ نہ رہے کہ ادا نہ کرنے کی صورت
میں اس سے پورا کر لے گا اور یہ اسے منظور تھا



۴۶ ص ۵۶ میں ہے وہ ان کا کثرت قیمۃ اکثر من السدین

سقط السدین اور چونکہ معاوضہ ربن میں ساقط ہوا تو راہبہ کا حق ہو گیا کہ زید سے وصول کرے اور قرض سے زائد مالیت ربن کا حصہ بلا معاوضہ ضائع ہو گیا، اس کا مطالبہ راہبہ کسی سے نہیں کر سکتی بجز اس لئے کہ زائد حصہ کے حق میں اس میں محض حق

۴۶ ص ۱۶۲ میں ہے علم بان عین الرهن امانة فی ید المرفقھن

سقط لود یعتہ فنی کل موضع لم یفعل المودع بالودیعۃ

لا یغرم فکذلک اذا فعل المرفقھن ذلک بالرهن لا یغرم اور

یہ ہے اس لئے نہیں کر سکتی کہ اس کے امر و اذن سے نہیں رکھا بلکہ اپنے ارادے

رکھا و لا لروم لا بال التزام ہاں زید کو چاہئے کہ اس بیچاری کا نقصان

پورا کر دے اور احسان کا بدلہ احسان ہی ہوتا ہے البتہ اگر راہبہ بکر کی تصدیق

نہیں کرتی تو نصف مانگ سکتی ہے اور اگر حلف سے انکار کرے تو اس کے پاس ہونا

ثابت ہوتا ہے گا (و علیٰ ہذا التقدیر ان اختلاف فی وزن القطین

فلیستفت مرۃ اخری)

۴۳ ص ۴۴ میں ہے رجل اودع رجلا عینا فادعی المستودع

ہلاکبا و کذب المودع و اراد تحلیفہ فنکل عن الیمین

فنکولہ عن الیمین یکون اقصرار ابقاء العین الخ

و اللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ

و صلواتہ و بركاتہ و سلم۔

عمرہ الغفر البو بخیر محمد نور اللہ کھنڈی القادری النعمی البصری فوری غفرلہ

۱۶۵۳ رجب ۱۳۵۳

الاستفتا

۷۸۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ ایک سید صاحب غریب تھے اور بکریاں پالتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مالدار کر دیا اور لوگ ان سے قرضیں منافع کے ساتھ اور زیورات بطور رہن رکھ دیں، اتفاقاً ڈاکوؤں نے شاہ صاحب پر ڈاکڑاں اور دو گھنٹے تک فائرنگ کرتے ہوئے شاہ صاحب کا ذاتی روپیہ وغیرہ بھی لے گئے اور وہ رہن رکھے ہوئے زیورات بھی لے گئے۔ شاہ صاحب نے مقدمہ کیا مگر کچھ دے لیکر چھوٹ گئے۔ اب وہ رہن رکھنے والے زمیندار شاہ صاحب کو تنگ کرتے ہیں کہ ہمارے زیورات دو اور قرضہ واپس لو تو شاہ صاحب بیچارے کہاں سے دیں؟ اب وہ محض فقیر ہیں۔

شرع شریف سے اس کا کیا حل ہے حالانکہ رہن رکھنے والے لوگ قریب جوار میں تھے اور دو گھنٹے تک فائرنگ کرتے رہے مگر کسی نے شاہ صاحب کی امداد نہ کی سب کو پتہ ہے کہ ڈاکو ٹپ گئے اور مال لوٹ لے گئے مگر وہ زمیندار طوپر شاہ صاحب کو تنگ کرتے ہیں۔ قرآن وحدیث اور فقہ حنفی سے جواب دیں۔

ببینوا تو جروا

السائل: سید لال شاہ صاحب ولد حسن شاہ صاحب موضع بنگلہ بلوچ نزد مخین آباد



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْجَوَابُ
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي الْقُرْآنِ الْحَكِيمِ

منافع پر قرضہ سود کی صورت اور سود واجب الادا نہیں ہاں اصل قرض واجب الادا ہے کما فی القرآن الکریم والحديث الشریف اور اگر کسی کو کھانا یا زیور وغیرہ جو نقد قرض کے عوض ہے لہذا اس کے ہلاک ہونے کی صورت میں اگر زیور قرض کا بہ قیمت ہے تو قرض بھی گیا اور زیور بھی گیا اور اگر قرض سے کم قیمت کا ہے تو وہ بھی واجب الادا ہے مثلاً قرض دس ہزار ہے اور زیور نو ہزار کا ہے تو ایک ہزار اصلی قرض واجب الادا ہے اور اگر زیور کی قیمت زیادہ ہے مثلاً قرض دس ہزار کے بدلے جو زیور تین ہے وہ گیا تو ہزار ہے تو یہ ایک ہزار زائد امانت ہے تو یہ ساقط ہو گیا۔

ہدایہ ج ۲ ص ۵۱۸، کنز الدقائق ص ۳۶۰، قدوری ص ۱۰۳، درر غرر ج ۲ ص ۲۴
 فتاویٰ سرجمیس ۱۳۴، فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۱۵۶، تنویر الابصار، در المختار، رد المحتار شامی
 ج ۵ ص ۴۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲،

قال فان كانت اقل سقط من الدين

اور یونہی یعنی علی الحدایہ ج ۲ ص ۳۸۹ اور مہبوط مشرق ج ۲ ص ۶۴ میں حضرت عمر
اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے یہی فتوے ذکر کیا گیا ہے اور حضرت مولائی رضی اللہ عنہ
سے بھی روایت کی ان المرتبہن فب الفضل امین و در قرآن کریم میں ہے و انظروا
لا تظلمون آیت کریمہ ۲۴۹ پارہ ۳ یعنی نہ ظلم کرو نہ ظلم کیا جائے تمہارے دپر۔

بہر حال فقہ کی نہایت مستند پذیرہ کتابوں سے ہمارا خفی مذہب تحریر کیا گیا ہے
تو وہ لوگ سید صاحب پر ظلم نہ کریں، اگر زیادہ بھتا اور زور کم تو زیادہ حصہ د کریں درگہ
زور زیادہ تھا تو زیادہ کر گیا، مانگ نہیں سکتے جبکہ سید صاحب کی کوئی زیادتی نہیں و در قرآن کریم
کا حکم بھی یہی ہے کہ ظلم نہ کریں اور یونہی حدیث شریف کا حکم ہے، وہ لوگ اپنے انجام سے
ڈریں کہ یہ غریب کو غربت کی وجہ سے تنگ نہ کریں بلکہ غایب یہی ہے کہ ڈاکہ بھی ان لوگوں
کی مرضی سے پڑا۔

قیامت کے دن جب سید صاحب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ مقدمہ پیش
کریں گے کہ مجھے یوں تنگ کیا گیا ہے اور حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی
اپنے لڑکے مظلوم کی حمایت کریں تو کیاں جائیں گے؟ کس سے شفاعت کریں گے؟
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعظم
واہل بیتہ الکریم و آلہ وسلم

سیدہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۰ شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ بمطابق ۸۲-۶-۳

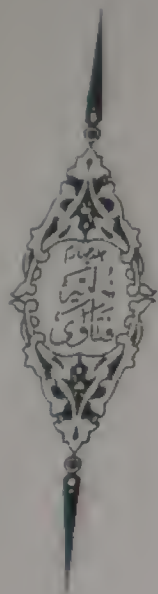


دعوت

يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله و قولوا
قولا سديدا

(الاحزاب : ٧٠)

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور ہمیشہ سچی
اور درست بات کہا کرو“



لَوْ يَعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَادْعَى
النَّاسُ دِمَاءَ رِجَالٍ وَ أَمْوَالَهُمْ وَلَكِنْ
يَمِينٌ عَلَى الْمُدْعَى عَلَيْهِ

صحیح مسلم ، کتاب الاقضية ،
باب یمین علی المدعی علیہ

”اگر لوگوں کو محض ان کے دعویٰ کی بنا پر دے دیا جایا
کرے تو کتنے ہی لوگ خون اور مال کا دعویٰ کر ڈالیں گے،
لیکن مدعی علیہ پر حلف ہے“



کتاب الدعویٰ

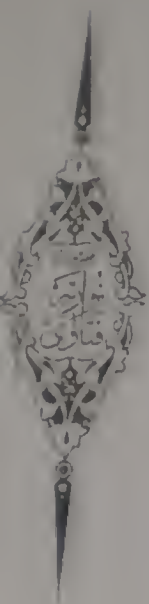
دعویٰ، ایسے قول کو کہتے ہیں جو دوسروں سے حق طلب کرنے کے لئے قاضی کے حضور پیش کیا جائے۔

مدعی سے مراد ایسا شخص ہے جو اگر اپنا دعویٰ ترک کر دے تو اسے مجبور نہ کیا جائے۔ جبکہ مدعی علیہ کو مجبور کیا جائے گا۔ — مثلاً ایک شخص نے کسی سے ایک ہزار روپے لینے ہوں، وہ اگر اپنی رقم کی واپسی کا مطالبہ نہ کرے تو قاضی (تمام حالات سے واقفیت کے باوجود) اسے دعویٰ کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اس کے برعکس وہ شخص جس کے ذمہ رقم ہے اگر اس پر دعویٰ کر دیا جائے تو لازمی طور پر اسے جواب دینے پر مجبور کیا جائے گا۔

دعویٰ کے لئے چند شرائط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے:

(۱) مدعی عاقل بالغ ہونا چاہیے اور اگر نابالغ ہو تو ضروری ہے کہ وہ

سمجھدار ہو۔ اتنا چھوٹا بچہ جسے تمیز نہ ہو، مدعی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔



(3) مدعی چاہیے کہ وہ اپنے دعویٰ میں جزم و یقین کے ساتھ بیان کرے۔ ایک شبہ سے کام لیتے ہوئے یوں کہے کہ ”میرا گمان ہے“ یا ”مجھے شبہ ہے“ تو ایسی صورت میں اس کا دعویٰ قابل سماعت نہ ہو گا۔
(4) جس چیز کا دعویٰ کرے وہ معلوم ہو، اگر یوں کہے کہ فلاں کے ذمہ ہمارا حق ہے تو ایسا مجہول دعویٰ معتبر نہ ہو گا۔

(5) دعویٰ ایسا ہونا چاہیے جس کے ثبوت کا احتمال ہو۔ ایسا دعویٰ جس کا ثبوت محال ہو، باطل ہے۔ مثلاً بڑی عمر کے شخص یا کسی معروف النسب کے باپ ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کا اعتبار نہیں۔

(6) مادۂ محال چیز کا دعویٰ باطل ہے۔ مثلاً ایسا غریب شخص جس کے فقر و فاقہ اور محتاجی سے سب آگاہ ہوں، یہ دعویٰ کرے کہ میں نے فلاں امیر شخص سے لاکھوں روپے لینے ہیں۔

(7) مدعی خود اپنی زبان سے دعویٰ کرے، اگر بولنے سے عاجز ہے تو تحریر پیش کرے۔

(8) اپنے دعویٰ کا ثبوت مدعی علیہ یا اس کے نائب کے روبرو پیش کرے۔

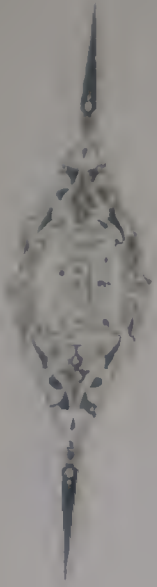
(9) اس کے دعویٰ میں تضاد نہ ہو۔

جب دعویٰ صحیح طور پر دائر ہو گیا تو اب مدعی علیہ پر ہاں یا نہ کے ساتھ اس کا جواب لازم ہو گیا۔ خاموشی اختیار کرے گا تو انکار سمجھا جائے گا۔ مدعی کا گواہ پیش کرنے کا حق ہے اور اگر وہ گواہ پیش نہ کر سکے تو پھر مدعی علیہ پر حلف ہے۔ دعویٰ منقولہ، غیر منقولہ، جائیداد، وراثت، امانت، ثبوت نسب وغیرہ

معاملات کثیرہ میں ہو سکتا ہے۔

فتاویٰ نو رییہ کی ”کتاب الدعوی“ میں اونٹنی مناسبت سے باب شہوت
النسب اور باب حضانتہ الولد (حق پرورش اولاد) کے علاوہ اجارہ اور عمارت
متعلق بھی ایک فتویٰ شامل ہے۔ — مجموعی طور پر اس کتاب میں 13 فتوے
ہیں۔

(مرتب)



کتاب الدعوات

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ کارخانہ پر قبضہ عمر کا ہے بطور الاٹ، جو اس سے پہلے الاٹ کسی نے نہیں کرایا۔ ہندوستان سے آتے ہی الاٹ کرایا گیا تھا۔ ہندوؤں کے ماسوا کسی کا قبضہ عمر کے بغیر نہیں ہوا مگر جائیداد عمر کی ہندوستان میں ثابت نہیں۔ زید کی جائیداد مذکور کارخانہ سے زیادہ ہوگی، کم نہیں مطابق دو تین سال سے عمر زید کی مقدمہ بازی شروع ہے جو کہ عمر بطور رشوت یا سفاکشی کے الاٹ کارخانہ کسے قبضہ سے برکنار نہیں ہوا۔

اب اس حالت میں عمر زید کو کہتا ہے کہ پانچ ہزار روپیہ لے لو اور مقدمہ بازی اور تنازع سے باز رہو۔ آیا یہ روپے زید کو لینے درست ہیں یا نہیں اور اپنی حاجت دینی دنیوی میں صرف کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جسروا۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الجواب
 اللَّهُمَّ جَدِّ لِي أَبَوَيْ وَصَوَّب

صاحت جائز و بہتر م ہے، قرآن کریم کا ارشاد ہے وَالصَّامِعُ حَرِيرٌ
 دایے ہی، حدیث شریفہ اور قول مہ کریمت صریحہ ثابت ہے۔ بدایہ میں ہے
 وَالصَّامِعُ حَرِيرٌ عَنْ دُتْوَى الْأَمْوَالِ لَمْ يَكُنْ فِي مَعْنَى تَسْبِيحٍ عَلَى خَصْرٍ وَالْمَنَافِعِ
 لَمْ يَكُنْ مَعْنَى الْحَرِيرِ تَوْبِخٌ بَلْ جَاءَ بِهِيَ جَائِزٌ هُوَ نِيَّ جَائِزٌ، اَوْ مَبْلَغَاتُ مَذْكُورَةٍ لِيَاوُزَ
 حُرُوجَ دِينَ دُنْيَا مِصْرَ كَرْنَا بَلْ جَائِزٌ هُوَ جَائِزٌ لَكِنْ اس صورت میں زید پر یہ حق انتفاع
 مطلقاً چھوڑنا تو قبیح ہے اسے اپنی منزل کو جائیداد کا مستقل معاوضہ مل جائے، لازم ہونا چاہیے یعنی
 جس قدر جائیداد کے لحاظ سے اس کا رخاں متنازع فیہا پر حق انتفاع دیکھ کے ثابت ہے
 اتنی جائیداد کے حق انتفاع کا مطالبہ طلاقاً ترک کر دے، نہ یہ کارخانہ طلب کرے اور نہ ہی
 کوئی دوسرا کارخانہ یا جائیداد طلب کرے اس مستقل معاوضہ جب ملے گا تو اس کے گاہبہ
 اپنی جائیداد کی بنا پر حق انتفاع کسی اور کارخانہ یا جائیداد اس کے لئے ثابت نہیں لے گا
 مستندی

وَاللَّهُ تَعَالَى عَلِيمٌ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى حَبِيبِهِ وَآلِهِ
 وَصَحْبِهِ وَبَارَكْ وَسَلَّم

عَنْهُ الْفَقِيرُ الْبَائِسُ الْخَائِرُ مُحَمَّدٌ بْنُ مُحَمَّدٍ لُورِيٍّ السَّعِيدِيُّ غُفْلَةً
 ۱۴۰۰ رَجَبُ الْمَرْجَبِ ۱۵ هـ بِوَقْتِ عَصْرِ

الاستفتاء

مستی سیمان نے کہا کہ میں نے اپنی لڑکی بھائی لڑکے کو نکاح کر دی اور لڑکے
کے باپ نے لڑکی کو بھینس دی اور پھر اپنے لڑکے سے اس بھینس کا عوض بھی لے لیا اب
اس بھینس کی لڑکی جس کی پرورش لڑکی نے کی ہے، دوسرے دوسرے سے بیکار
بھائی نے اپنی بھینس سے وہ لڑکی جو بھینس بن چکی ہے چھین لی ہے آیا زور سے نزع اس کا
یہ کام جائز ہے یا ناجائز ہے اور وہ بھینس کس کا حق ہے ؟
سائل : دایک مین از پائی پرتھیل پاکین شریف

۲۲۲۸۰



و بھینس شہر سیمان کی لڑکی کا حق ہے اور اس کے بھائی نے جو واپس
کی ہے وہ ظلم کیا ہے اس پر لازم ہے کہ لڑکی کو واپس کر دے۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على محمد

حضرت الفقیر ابو الجیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ

۹ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ ۸۰-۲-۲۶

الاستفتاء

۷۸۶
۹۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اندریں صورت کہ زید نے زیوراتِ اشتراء وغیرہ کے ذریعہ حاصل کئے، ہندو جوہر زید، زید کی رضا و رغبت سے استعمال کرتی رہی، اب بعد از انتقال زید دعویٰ کرتی ہے کہ یہ زیورات میرے ملک میں ہیں حالانکہ زید کا اشتراء وغیرہ طریق ملک اقرار ہندو یا بتینہ سے ثابت ہے، آیا دعویٰ ہندو بلا اثبات بہرہ وغیرہ کا محض بایں وجہ کہ رضائے زید سے اس کے سامنے استعمال کرتی رہی ہے معتبر ہو سکتا ہے؟

بینو اما جوریں

من رب العالمین



رضاء و رغبت سے استعمال کرنا دلیل تسلیم قطعاً نہیں بن سکتا کہ اجارہ، اعادہ،
 ہبہ، بیع کئی احتمالات پر استعمال ہو سکتا ہے اور محتمل دلیل نہیں بن سکتا ہر چند یہ تجسّس
 اظہر من الشمس ہے اور قرآن کریم و احادیث شریفہ سے صراحتہ ثابت مگر پھر بھی تسلیم قلب
 کے لئے صریح جزئیہ زیب قلم ہے۔

بحر الرائق ج ۷ ص ۲۲۵، رد المحتار ج ۲ ص ۹۱ میں ہے ولا یكوب
 استمتاعها بمشریہ و رضاه بذلك دلیلاً علی انہ مملکة باذلك
 كما تفهم النساء و العوام وقد فتیت بذلك مراراً اس ایک ہی
 جزئیہ نے صورتِ مسئلہ کا پورا پورا فیصلہ کر دیا یعنی عوام اور عورتوں کا یہ خیال ہے کہ عورت
 کا استعمال اور مرد کا اس استعمال کو پسند کرنا تسلیم ہے مگر یہ خیال غلط ہے اور کئی مرتبہ
 اس پر فتوے دے چکے ہیں یعنی کامل طور پر محقق ہو چکا ہے۔

نیز شامی ج ۲ ص ۱۸۷ میں ہے وقال لرمی وهد صریح فی
 رد کلام اکثر العوام ان تمتع المرأة یوجب التملیک ولا شک
 فی فسادہ یعنی عوام کا خیال ہے اور اس کے غلط ہونے میں کوئی شک نہیں اور مشریہ
 جو وضعِ مسئلہ میں وارد ہوا ہے، مثال کے طریقے پر وارد ہوا ہے کہ شرار ایک مستقل اور نمایاں



قرین ملک ہے بمقتور ملوک کہ جسے مدار ملک پر ہے، شرار من حیث ہو یقطن عالم انہیں
و د میں حق البیدہیات چنانچہ زوجہ کے اقرار اشتراک زن سے سقوط قول و دعویٰ
زوجہ کا جزئیہ جو بحر رائق ج ۷ ص ۲۲۵، شامی ج ۲ ص ۵۰۲ نیز ج ۲ ص ۵۹۸ نیز ج ۲ ص ۱۸۷ میں
س کی تعلیل انہا اقرب بالملک لہ وجہا سے اظہر من الشمس ہے کہ مدار ملک پر ہے
وہذا نص بجزئیۃ فی المذکورات عن البیدانم۔

و فی البیدانم ج ۷ ص ۱۰۰۔ ہذا کلمہ اذ الحقن السراۃ ان
ہذا نص شریعہ فان قدرت بذلک سقط قولہا لانہا اقرب
بالملک لزوجہا تہدعت لا انتقال الیہا فلا یثبت الا بالبیئۃ
و ایسے ہی اگر زوجہ یہ دعوے کرے کہ میں نے زوج سے خرید لیا ہے کہ اصل مالک بالغ
ہی ہوتا ہے۔

فتاویٰ غانیہ ج ۱ ص ۱۸۲، فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۳۴، بحر الرائق ج ۷ ص ۲۲۵،
شامی ج ۲ ص ۵۹۸ میں ہے و لو ادعت المرأة بمستاع انہا اشترت
عن زوجہا کل الممتاع للزوج و علیہا البیئۃ اور تعلیل مذکور سے یہ بھی واضح
کہ اقرب المرءۃ من حیث تزوج بھی قیساں انہیں بلکہ ثبوت ملک شرعی طور پر چاہئے لہذا
بحر رائق ج ۷ ص ۲۲۵، شامی ج ۲ ص ۵۹۸ میں تصریح فرمادی و لایخفی انہ لو برہن
عن سرہ کن کا قراہا بشرائہ فلا بد من بیئۃ علی الانتقال
لہما بہ دہبتہ او نحو ذلک۔

و جب مس و شمس کی طرح واضح ہوا کہ مدار ملک پر ہے تو بلا ریب خلیفہ مالک
یعنی رشتہ کو بھی بعد از موت زوج یہ حق پہنچتا ہے کہ ثبوت ملک یا اثبات سے قول زوجہ کو
مقتدر ہے اور یہ دلیل نہ ملے اور یہی وجہ ہے کہ جزئیات اقرار زوجہ جس کا اصل ماخذ غانیہ ہے



خانہ اور بندہ میں صور خلافت (جس میں صورت موت زون بھی ہے) کے بعد بیان فرمایا اور
بدائع سے بحر الرائق اور شامی کی نقل میں ہذا کہ سن چکے ہو صورت موت زون و زون
وارث کو بھی شامل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و عیب جس محدہ نہ و حکم
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحابہ و بارئ و سید

منزلہ الغنیۃ ابو انیسر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۰ شعبان لعظمیٰ ۱۳۳۵ھ

الاستفتاء

بخدمت اقدس جناب قید فقیر اعظم تہذیب پاکستان حضرت مولانا
الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ النعمی دامت برکاتہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : مزاج جمالیوں !

بعد تسلیمات غلام معروض کہ بندہ کو ایک نہایت ہی پیچیدہ مسئلہ کی وجہ سے ذہنی
پریشانی لاحق ہے، امید ہے کہ آپ اپنی گونہ مصروفیات و دھوئیں عدالت کے باوجود
کرم فرماتے ہوئے بندہ کی ذہنی پریشانی کا ازالہ فرمائیں گے۔

السوال : زید کو ورثہ میں چندہ کتب دینیہ ملیں لیکن زید خود ان چڑھ جاہل اٹھا و رکھ کر
استفادہ کی غرض سے دینے کا شعور بھی نہیں رکھتا تھا، اس کی بیوی نے وہ کتب بچہ کے ہاتھ
بلغ پانچتھ روپے کے عوض فروخت کر دیں۔ تقریباً ایک سال کا عرصہ گزر جانے پر بچہ کے



دل میں یہ خیال آیا کہ مبادا یہ کتب چوری کی نہ ہوں تو اس نے زمیہ کی بیوی سے رجوع کیا کہ
اپنی کتابیں واپس لے لو اور رقم بھی واپس نہ کرو لیکن عورت کتابیں واپس نہیں لیتی کیونکہ
اس کے غاوند کو علم نہیں ہے کہ کتابیں کہاں گئیں۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ بکر نے ایصالِ ثواب اور نیک نیتی کی
بند پر خیر می بخش لیکن اب خوفِ خدا کی وجہ سے واپس کرنا چاہتا ہے کہ کہیں مجھے پکڑ نہ ہو
کہ زید فقہ پرور آدمی ہے اگر اسے علم ہو جائے کہ اس کی بیوی نے بکر کے ہاتھ کتب ہیں
فروخت کر دی ہیں تو بھی اور واپس چلی جائیں تو بھی فساد کا اندیشہ ہے اور مقدمہ کا خطرہ ہے۔
اُسے شرع شریف کی روشنی میں بیان فرمائیں کہ وہ کتب بکر اپنے پاس
رکھ سکتے یا نہیں تو شرعاً گناہگار تو نہیں ہوگا۔ مختصر جواب سے شکور فرمائیں عین
کرم نوازی ہوگی۔

الاستفتی: سید محمد عبد الغفار شاہ سکھانہ ساہو کا متعلم دارالعلوم تحفہ فیہ بدیر رحیم پور

بصیر لوپر شریف ۱۵/۹/۸۱



زمیہ کی بیوی نے غلطی کی بلا وجہ فروخت کر دی ہاں اگر اس نے زمیہ سے حق نہ
یا کوئی چیز یعنی ہے جو شرعاً زید کو ادا کرنی لازم تھی تو اس کے بعد وہ عورت فروخت کر سکتی ہے

اور رقم وصول کر سکتی ہے کہ شرعاً جس کے ذمہ حق لازم ہو اور وہ دسے نہ مگر کوئی چیز اسکی
 اس کے ہاتھ آجائے تو اس چیز سے وہ اپنا حق ادا کر سکتی ہے کہ مافی الثامین
 وغیرہا مگر بکر دیکھے کہ وہ کتابیں اگر پانچ سو روپے سے زیادہ ہوں تو کچھ اور رقم دیدے۔
 پرانی اور مستعمل کتابوں کی قیمت کا اندازہ لگالے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علماہم وصلی اللہ تعالیٰ علی

حسبیم والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حمود الشعیبہ ابو الخیر محمد نور اللہ النیس غفرلہ

۲۲ صفر ۱۴۰۲ھ ۸۱-۱۲-۲۲

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مستے نجشیا اور
 احمد اور ایک شخص تیسرا کے کھیت خرلوزہ ماہ ہاڑ میں قریب قریب تھے و ہر ایک اپنے اپنے
 کھیت میں رہا کرتے تھے۔ رت کے وقت مستے نجشیا کے پاس مستے احمد گیا کہ میں تھمت پیتا ہوں
 اس نے کہا کہ اسی جگہ پڑا ہو کہ لے جاؤ اور پیو، وہ اس وقت حد لے کر اپنے کھیت میں چلا گیا
 اس کے بعد تیسرا شخص کا ہمان مستے رمضان آیا ہوا تھا وہ بھی مستے نجشیا کے پاس گیا اور
 اس نے کہا کہ میں تھمت پیتا ہوں۔

نجشیا مذکور نے کہا کہ دیکھ لو، اگر پڑا ہے تو پی لو..... ورنہ حد مجھ سے ملے گی احمد

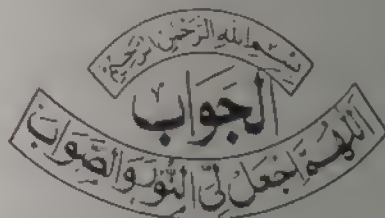


نے طب کا تہذیب لے گیا ہوگا۔ اس مہمان نے حقہ تلاش کیا مگر وہ اس جگہ نہ ملا تو
پھر دستے احمد کے پاس آیا کہ حقہ تم سے بخشایا کالایا ہو تو اس نے کہا کہ میں لایا ہوں
حقہ پڑ ہے تو پھر وہ مہمان حقہ لے کر جہاں رہا ہوا تھا، چلا گیا، وہاں جا کر حقہ
پی کر سو گیا اور حقہ وہیں رکھ چھوڑا۔

علی الصبح اٹھا تو حقہ وہاں نہ پایا یعنی چوری گیا اور ایک چیز اس کی بھی یعنی
کپڑ چوری ہو گیا۔

ب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا وہ حقہ اصل مالک لے سکتا ہے اور اگر
لے سکتا ہے تو وہ حقہ مستے احمد دیوے یا وہ مہمان جو حقہ احمد سے لایا تھا وہ دیوے ہے
برہمہ بانی افضل جواب سے سرفراز فرمائیں۔

اسائل ۱ صادق محمد ہوتیانہ بقلم خود ۵۵-۱-۳۱



یہ سوال افضل نہیں لہذا افضل جواب متعسر ہے مگر چند ظاہر صورتوں کا حکم فقہی
کھا جاتا ہے، اگر کوئی اور صورت ہو تو دوبارہ استفسار کر سکتے ہیں۔

بخشایا نے صرف احمد کے پینے کے لئے دیا ہو کہ وہ کہتا ہے میں حقہ پیتا ہوں اور
الفاظ "لے جاؤ اور پیو" محض جمع تعظیمی ہوں یا اسئل نے اپنی تہذیب کے لحاظ سے

پنجابی انفرادی الفاظ کو جمع بنا دیا اور بقدریہ لفظ پیتا ہوں صیغہ حال یہ مراد ہو کہ پی کر رہا ہے
 کر لے جاؤ اور پیو، اسی کے جواب میں کہتا ہے اور خود اس کا مادی حقہ ہونا بھی نہیں چاہتا ہے
 کر داپس کیا جائے اور یہ بھی مراد ہو کہ اپنے کھیت میں ہی پئے، پھر حقہ نے پی کر رکھ دیا کہ
 رمضان کو کہتا ہے حقہ پڑا ہے، تو اس صورت میں احمد کو حقہ کی ضمانت پڑتی ہے اس
 خلاف درزی کی ہے۔

فتاویٰ عالمگیر ج ۳ ص ۴۸۰، فتاویٰ الصلوٰۃ الدریہ ج ۲ ص ۸۷، ۸۸، شامی
 ج ۴ ص ۶۹۷، جامع الفصولین ج ۲ ص ۱۱۳، بدائع صنائع ج ۶ ص ۲۱۵ والنظمین
 الهندیۃ ولا فرق بین ان تكون العاریۃ موقتۃ بصب و
 دلالت حتی قیل ان من استعار قدوم مالیکسرحطب فکسره
 وامسک حتی هلکت عنده ضمن هکذا فی الفتاویٰ العالیۃ
 اور اگر اس صورت میں احمد نے خود نہ پیا ہو تب بھی یہی حکم ہے البتہ یہ شرط ہے کہ بخشیا
 نے رمضان کو احمد سے حقہ لینے کی اجازت نہ دی ہو اور سوال سے ظاہر ہے کہ ظہر ہی ہے
 کہ اگر چڑا اور لے گیا ہو گا، احتمالی الفاظ استعمال کرتا ہے تو چونکہ رمضان نے برا جازت
 لیا ہے لہذا اسے بھی ضمانت پڑتی ہے تو مالک حقہ مختار ہے جس ایک سے چاہے
 وصول کر سکتا ہے، احمد سے وصول کرے تو احمد رمضان سے وصول کر سکتا ہے اور اگر
 بخشیا براہ راست رمضان سے وصول کرے تو احمد بری ہو جائیگا۔

بدائع ج ۶ ص ۲۱۸ میں ہے فصارت العین فی یدہ کا مقصود
 فتاویٰ عالمگیر ج ۳ ص ۶۵۳ میں ہے فللمالك ان یضمن الاول و الثاني
 فان ضمن المالك العاصب الاول یرجع الاول علی الثاني بما
 ضمن وان ضمن الثاني لا یرجع علی الاول الخ

۳: بخشیا نے رات بھر کے لئے دیا ہوا دریان کا عرف ہو تو پھر بھی وہی حکم ہو گا کہ اگر حقہ کی حفاظت نہ کی۔ رمضان بلا اجازت دوسرے کھیت میں لے گیا اور اگر اسی کھیت میں رکھنا مشروط نہ ہو تب بھی وہی حکم ہے کہ گو اس صورت میں احمد مستعار دے سکتا تھا بشرطیکہ خود نہ پی چکا ہو مگر لایا ہوا اور میں لایا ہوں حقہ پڑا ہے، استعارہ اور اعارہ کے لفظ نہیں حالانکہ اعارہ میں لفظ ایجاب لازم ہے۔

شامی ج ۲ ص ۶۹۱، عالمگیری ج ۳ ص ۴۷۸، بحر الرائق ج ۷ ص ۲۸۰، فتاویٰ قاضی خان ص ۶۶ والنظم ان الاعارة لا تثبت بالسکوت اور جب اعارہ نہ بنا تو اس کا چپ رہنا اسے غائن بنا رہا ہے وذا ظاہر جدد۔

۵: بخشیا نے "لے جاؤ اور پیو" سے جمعی معنی مراد لیا ہوا اور ان کی عادت کے لحاظ سے تیسرے کھیت والے میزبان اور رمضان مہمان بھی عموم میں داخل ہوں مگر یہ منظر عموماً اور عادت ہو کہ جلدی واپس کر جائیں تو پھر صرف رمضان کو دینا پڑے گا کہ جب وہ لے گیا اور واپس نہ کیا تو وہی مجرم ہوا اور اگر اسی عمومی صورت میں رات بھر رکھنے کی اجازت عادت تھی تو مالک کسی سے بھی وصول نہیں کر سکتا کہ کھیتوں میں پاس ہونا بھی حفاظت شمار کیا جاتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۴۸۴ میں ہے نام قاعد او مضطجعا والمستعار تحت رأس او موضوعا بین یدب و بحوالی بعد حفاظا کذا فی الوجینا کردری نیز ص ۴۸۰ و ۴۸۱ میں ہے اذا وضعت المستعیر المستعار بین یدب و نام قاعد الاضمان علیہ وان نام مضطجعا و هو فی المصر یضمن والا فلا کذا فی خزائن المفتین۔



واللہ تعالیٰ اعلیہ وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ
وصحبہ وبارک وسلم۔

فتوہ الفقیر الی الخیر محمد زکریا نعیمی عفرلہ
۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۵ھ

الاستفتاء

بخدمت اقدس حضرت مولانا علامہ مرجع الفتاویٰ والفتین شیخ الاسلام
المسین قبلہ فقیر عظیم دامت برکاتہم العالیٰ بمبئی شریف
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: مزاج ہمایوں۔

معروض آنکہ فقیر موضع ساہو کا تھانہ تحصیل بورہوالہ ضلع دہاڑی میں خطیب ہے
گذشتہ جمعۃ المبارک کے موقع پر بنا بریں مضمون ایک رقعہ پیش ہوا کہ موضع ہندالہ سبئی بنگلہ
میں سے سٹے شان محمد کھل اپنی مسجد کی بیٹری برائے چارج کر لے موضع ساہو کا میں مسجد
بیت الرحمن میں حافظ محمد منشا صاحب جو کہ نابینا میں اور پردیسی (غریب الدیار) ہونے کی
وجہ سے مسجد میں رہائش پذیر ہیں، کے پاس لایا، حافظ صاحب نے دوسرے دن عصر کا
عدہ فرمایا لیکن صوفی شان محمد مذکور کسی کام کی رکاوٹ کے بسبب نہ آسکا اور اس نے
دوسرے آدمی کو بیٹری لینے بھیج دیا جو اپنی بیٹری نہ پہچانتا تھا۔ حافظ صاحب جو بیٹری
دی وہ کسی دوسری سے تبدیل ہو گئی تھی۔ گاؤں جانے پر نمازیوں نے شور برپا کر دیا



کہ چوری بیڑی تو بڑی تھی یہ چھوٹی ہے۔ تب شان محمد مذکور وہ چھوٹی بیڑی لیکر
حافظ صاحب کے پاس آیا تو حافظ صاحب نے کہا کہ تنہا ہی بیڑی گم ہو گئی ہے نہ
یہ بیڑی دریا میں ۲۰۰ روپے سے جاؤ جس پر شان محمد مذکور راضی نہ ہوا تو حافظ صاحب
نے کہا کہ اس کے علاوہ پھر شرعی فیصلہ پر ہی کوئی قدم اٹھایا جاسکتا ہے یعنی نہ
جو حکم ہو میں تعمیل کروں گا۔

السائل

سیّد عبد الغفار شاہ غفرلہ متعلّم دارالعلوم ہذا
مستقل مکتبہ نقاد ساہوکار ضلع دہاڑی بقیہ خود



یہ مسئلہ اجیر شترک کا ہے وہ حافظ صاحب اجیر خاص ہیں بلکہ اجیر شترک ہے
کیونکہ وہ سب کی بیڑیاں جو کہ آتے ہیں بھرتے ہیں حالانکہ اجیر شترک کے ہاتھ میں جو بیڑی
آئے وہ مانت ہے لہذا حافظ صاحب کو ضمانت نہیں پڑتی فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۵۵
اور قدوری ص ۹۱ میں ہے واللفظ من الہندیۃ و حکم الاجیر المشترک
انہک فی سدہ من غبل صنعہ فلا ضمان علیہ فی قول ابی حنیفہ
رضی اللہ عنہ

ہاں اگر حافظ صاحب پریشہ نہ ہو کہ دیر دوانستہ کسی اور کو دست دی ہے تو مخالف
کی قسم اٹھا سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیٰ جن مجدہاتہ واحکمہ وصالہ
علیٰ حبیبہ الاکرم والہم وصحبہ وبارک وسلم۔

تھوہ الفتیر الہا بحیر نور اللہ النبی غفرلہ

ارزنی القعدۃ اکرام شہدہ ۸۱-۹۰



شربت
شربت

بَابُ ثُبُوتِ النَّسَبِ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ ایک شخص ایک لڑکے کو جو اس کی منکوحہ بیوی کے لطن سے ہے، اپنا بیٹا کہتا رہا ہے اور ڈمی سی، اسے ڈمی سی کی عدالت میں بیان دیتا رہا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے جس کی اٹھارہ بیس نقول محکمہ نقول سے حاصل ہو سکتی ہیں اور فنانشل کمشنر سے لے کر پٹواری تک کا غذات میں بیٹا درج ہے اور وہ شخص اس لڑکے کا بیٹا ہونے کا اقرار کرتا رہا ہے۔ اب دس بارہ سال کے بعد وہ شخص اس لڑکے سے خفا ہو کر اپنا بیٹا ہونے سے انکار کرتا ہے۔ آیا اس کا یہ انکار بروئے شریعت صحیح ہوگا اور وہ لڑکا محروم عن الارث ہوگا؟

بروئے فقہ حنفی جواب تحریر فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ والسلام

السائل

فدوی نور الحسن کوٹ دیوال ضلع مظفری

مبعوث

حاجی سید محمد اسحاق شاہ صاحب جنرل چوک مظفری



جب منکوحہ کے پیٹ سے بعد از نکاح پور سے چھ ماہ یا زائد زمانہ گزرنے پر بچہ پیدا ہو تو اس کی نسب نازک سے ثابت ہو جاتی ہے اقرار کرے یا سکوت۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۳۹ میں ہے وان جاءت به لستة اشهر فصاعدا يثبت نسبه منه اعترف به الزوج او سكت اور جبکہ صورت مسئلہ میں دس بارہ سال تک اقراری رہے تو نسب مراۃ ثابت ہو چکی بشرطیکہ بعد از نکاح والی شرط مذکور پائی گئی ہو۔ اب اسکا انکار محض لغو اور بے کار ہے۔

فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۳۱ میں ہے اذا اقرب الولد صریحاً او دلالة لا یصح النفي بعد ذلك اور جب لڑکا ہی رہا تو وارث ہوگا۔
والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيبنا
وصاحبنا وبارک وسلم۔

عقدہ الحقیقہ الہدایہ الخیر مجتہد نور اللہ النعمی غفرلہ

۵ ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ہدایت اللہ کی شادی کے وقت سکے الیہاں رحیم بخش نے متبرک گواہاں کے رو برو یہ کہا کہ ہدایت اللہ میرا حقیقی بیٹا ہے۔

۲۔ یہ کہ میرا نکاح ہدایت اللہ کی والدہ کے ساتھ فلاں فلاں گواہاں کے رو برو ہوا تھا یہاں یہ امر قابل ذکر ہو گا کہ بیان بالا دیتے وقت گواہاں موقع نکاح کا انتقال ہو چکا ہوا تھا۔

۳۔ یہ کہ میاں رحیم بخش نے اپنی زندگی میں اپنی جائداد ہدایت اللہ اور ہدایت اللہ کے بیٹے کے نام رجسٹری کرتے ہوئے ہدایت اللہ کو بیٹا اور اس کے بیٹے کو اپنا پوتا ظاہر کیا ہے

اب مفتیان شرع مبین سے یہ سوں کہ کیا میاں رحیم بخش کا اقرار مجمع ہدایت اللہ کے ثبوت نسب کے لئے کفایت کر سکے گا؟

سائل : راشد قریشی مدرسہ مرکزی دارالتجوید والقرارت رجسٹرڈ
چوک شاہ عالم گیٹ اندر ن ڈاڈا آزاد پاکستان گیسٹ ہاؤس لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْجَوَابُ
 اَللّٰهُمَّ جَعَلْ لِيْ الْتَوْبَةَ وَالْصَّوَابَ

میں رحیم بخش کا معتمد گواہوں کے سامنے صرف یہ کہنا کہ ہدایت اللہ میرا حقیقی
 بیٹا ہے، ثبوت نسب کے لئے کافی ہے بشرطیکہ :
 ۱۔ ان کی عمروں میں اتنا تفاوت ہو کہ ہدایت اللہ کا ہم عمر رحیم بخش کا بیٹا بن سکتا ہو۔
 ۲۔ اور ہدایت اللہ کسی اور شخص کا ثابت النسب بیٹا نہ ہو۔
 ۳۔ اور ہدایت اللہ بھی تصدیق کرتا ہو۔

اور جب ہدایت اللہ رحیم بخش کا بیٹا بن گیا تو لا محالہ اس کا بیٹا رحیم بخش کا پوتا بنے گا۔
 کز ندائق، بحر الرائق ج ۷ ص ۲۵۵، تبیین الحقائق ج ۵ ص ۲۷، فتاویٰ سرحدیہ ص ۱۲۳، بدائع الصنائع
 ج ۷ ص ۲۲۸، ہدایہ، کفایہ، عنایہ ج ۷ ص ۳۶۶، تنویر الابصار، در المختار، رد المحتار ج ۲ ص ۶۴۲،
 فتیٰ البحر، مجمع الانهر، در المنقذ ج ۲ ص ۳۰۴، فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۳۹۸ میں ہے (والنظم
 من الهندیۃ) یصح اقرار الرجل بالولد بشرط ان یکون المقر له
 بحال یولد مثله لثبته وان لا یکون المقر له ثابت النسب من غیره
 وان ینصدق المقر له المقر فی اقراره اذا کان تلعبارة صحیحۃ
 نرائی میں ہے حتیٰ ان اذا اقر بالابن مثلاً فالابن المقر له یرث
 مع سائر ورثۃ المقر وان جحد سائر الورثۃ نسبہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ
 واصحابہ وسلم۔

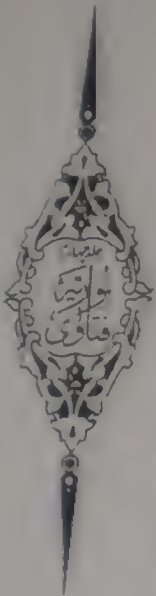
فتوہ الفقیر الی الخیر محمد نور الدین غفرلہ

۱۹ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مشرعین اندر یہ مسئلہ کہ محمد ضیف ولد محمد رمضان چٹاٹ
 یہ کہتا ہے کہ جب میری شادی ہوئی تو میری عمر اس وقت آٹھ سال تھی اور شادی کے بعد سات ماہ
 میں لڑکا پیدا ہو گیا اور میں نے اس لڑکے کا اسی وقت انکار کر دیا کہ یہ میرا لڑکا نہیں بلکہ حرام زادہ ہے
 اور اب بھی میں انکار کرتا ہوں کہ یہ میرا لڑکا نہیں کیا وہ لڑکا میری وراثت کا مالک بن سکتا
 ہے یا نہیں؟

نشان انگوٹھ محمد ضیف ولد محمد رمضان چٹاٹ ۱۳۷۵ھ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الجواب
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي الْقَوْلِ وَالصَّوَابِ

اگر سوال صح اور واقعی ہے تو وہ لڑکا محمد صلیف کا لڑکا نہیں بن سکتا، وارث بھی نہیں بن سکتا، آٹھ سالہ بچہ کا باپ بننا ممکن نہیں تو نسب کیسے ثابت ہو، مبسوط ج ۶ ص ۵۳ میں ہے: **انه لا يصلح ان يكون والد** یعنی بچہ باپ بننے کے قابل نہیں۔ فتح القدیر ج ۴ ص ۱۴۹ میں ہے **ولا يمكن ثبوت في الولد** اور ص ۱۵۱ میں ہے **لان الصبي لا هائل** فلا يتصور منه العلوق (و هذا من الهداية) یعنی خاوند بچہ ہو تو ثبوت نسب ممکن نہیں کہ بچے کے لئے پانی (مادہ منویہ) نہیں آس سے حاصل ہونا مقصود ہی نہیں اور یوں ہی تبیین الحقائق ج ۳ ص ۱۳ وغیرہ میں ہے **لذا مبسوط عامۃ أسفار مذہب** مذہب میں مصرح ہے **ان النسب لا يثبت منه** یعنی بلاشبہ بچے سے نسب ثابت نہیں ہوتی۔
 واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ
 والہ وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

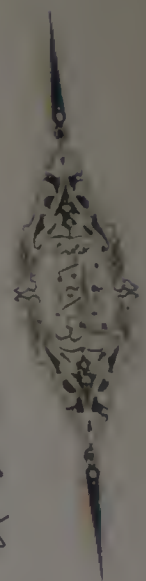
کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندریں کہ زید نے مرض الموت

میں اپنے بالغ لڑکے بکر جو ہندو جوڑا دلی کے بطن سے جس کے متعلق زینب زوجہ ثانیہ یا کسی
 اور کے درغلانے سے وصیت لکھ دیا کہ یہ میرا لڑکا نہیں مگر امیر زادہ ہے ورنہ میرے دن مر گیا
 تو آیا بکر کو رو راشت زید سے محروم رہتا گا یا وارث ہوگا؟ بےینو ما جو بیس میں
 رب العالمین۔

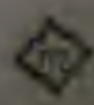
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الْجَوَاب
 اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّی الْبُؤْرَ وَالْصَّوَابَ

سوال سے پڑتا ہے کہ ہندو بکر کا چ صحیح ہے اور بکر انعام نکاح سے چھوٹا
 یا اس کے بعد پیدا ہوا اور زید اسے اپنا لڑکا سمجھتا رہا تو نفی مذکور سے نسب بکر پر گزرتا تو نفی
 ہو سکتی ہے کہ تو زید کا لڑکا ہے۔ حدیث شریف میں ہے التولد لنفسه برابرة لغيره القدير
 عنایہ ۲ ص ۱۲۶، ۱۲۵، المختار، رد المختار ج ۲ ص ۸۱۳، فتاویٰ عالمگیری مجیدی ج ۲
 ص ۱۳۱ والنظم من الهندية واذ لى الرجل ولد امرأت عقيب
 الولادة او فى الحال الى نفس له من ولد امرأت عقيب
 نفية ولا عن به وان بعد ذلك لى عن وبتب نسب ولو كان
 غائب عن امرأت ولم يعلم بالولادة حتى قدم له النفي عند ايجبة
 رحمه الله تعالى في مقدم ما نقلته من الهندية ج ۲ ص ۱۳۱ میں ہے ادا

عن الولد صريحاً ودلالة لا يصح النفي بعد ذلك سواء كان بصريح
 بورده أو بعده والصريح ان يقول الولد منى او يقول هذا اولدى
 ودلالة ان يسكت اذهني لكنه يلاعن كذا في غايية البيان به
 من كذا بغير حرف في كسى موت من منى متنفى النسب ليس هو كذا، اگرچه عقیب الولادة ہی ہو کر اس میں
 بھی لعان و تنفی و قطع قاضی شرط ہے۔ بحر الرائق ج ۲ ص ۱۱۹ رد المحتار ج ۲ ص ۸۱۱ عالمگیری ج ۲
 ص ۳۲ میں ہے و لنظر منها و اذا فرق القاضی بینہما بعد اللعان
 لم يرد الولد امه و روى بشر عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ان
 لا بد ان يقول القاضی فرقت بینکما و قطعت نسب هذا الولد
 منه حتى لو لم یقل ذلك لا ینتفی النسب عنه و هذا صحیح کذا
 فی المبسوط و هكذا فی النہایة ثم ینفی القاضی نسب الولد و
 ینلحقہ بامه و عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ان القاضی ینفرق و
 یقول الزمت امه و اخرجت من نسب الولد حتى لو لم یقل
 ذلك لا ینتفی النسب کذا فی الکافی و فی المبسوط هذا هو الصحیح
 کذا فی شرح مجمع البحرین لابن الملق نیز اسی میں ہے (ج ۲ ص ۱۳۹)
 قل أصحاب الثبوت النسب ثلث مراتب الاولى النکاح الصحیح و
 ما هو فی معناه من النکاح الفاسد و الحکم فیہ انہ ینتفی النسب
 من غیر دعوة و لا ینتفی بمجرد النفی و انما ینتفی باللعان فان کان
 ممن الاعان بینہما لا ینتفی نسب الولد کذا فی المحيط خصوماً عن ابی



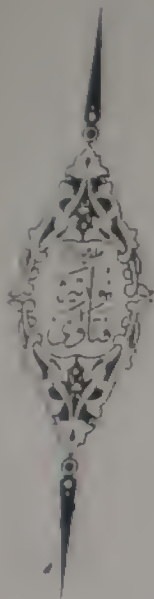
کہ کذا فی من هل الاعان فلم یلاعن فانہ لا ینتفی النسب کذا فی شرح
 المفصل و هو انہ بعد الحرة فصدقہ فلاح و لا لعان و هو انہما لا یصلان
 منہما کذا فی کتابہ شرح المختار ۲ ہندۃ ج ۲ ص ۱۳۱ - منہ غفر



وایسی حالت ہے کہ اگر اس میں عورت کو طلاق مغلط دے اور اس کی عدت میں فوت ہو تو وارث
 ہوتی ہے چنانچہ بکر ثابت النسب، بالجملہ بکر ضرور وارث زید ہے کہ زید کا لڑکا ہے اور اللہ تبارک
 تعالیٰ کا فرمان والا ہے للرجال نصيب مما ترك الوالدان والاقراب وللنساء نصيب مما ترك
 الوالدان والاقرابون مما قتل من وکثر
 نصيبا مفروضا نیز فرمان والا شان ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل
 حظ الانثیین الا یہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جن مجدہ ام و حکم و صلی اللہ
 تعالیٰ علی خیر خلق محمد و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

عقدہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ العباسی غفرلہ



حق پرست
(حفظانہ الولد)

بِأَحْضَانِ تَرَاوُلِدَ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ ایک شخص
مسئلہ محمد یسین نے اپنی بیوی مسماۃ بشیرا کو طلاق دی جبکہ بشیرا کے بطن سے محمد یسین
کی لڑکی بھرچھ سات ماہ تھی، وہ بچی بشیرا کے پاس رہی اور اب ۱۳ سال کے
لگ بھگ اس کی عمر ہے۔ اب محمد یسین وہ لڑکی بشیرا سے لینا چاہتا ہے۔ بشیرا
نے دوسری جگہ عقد کر لیا ہے اور محمد یسین نے بھی دوسری شادی کر لی ہے۔ بشیرا
کے والدین بقید حیات ہیں جو کہ اس بچی کے سکے نامادانی ہیں۔ محمد یسین کے والدین
بھی بقید حیات موجود ہیں جو کہ اس بچی کے سکے دادا دادی ہیں۔ اس وقت بچی کی عمر
تقریباً تین چار سال ہے۔

شرعاً حکم تو یہ فرمائیں کہ لڑکی کی تربیت کے لئے زیادہ مناسب و مقدار
 نامزدگانی میں یا داد و ادائی جبکہ بچی کے لئے دونوں فریق بصد میں نیز دو اٹھائی سال
 کے عرصہ کا خرچہ جس میں اس کی پرورش و تنصیل نے کی ہے، وہ لینے کے لئے شہر
 سستی میں یا نہیں؟ بیوا تو جسروا۔



سماء البشرات کے نکاح کے بعد بشرات کی ماں جو کہ لڑکی کی مانی ہے زیادہ
 مقدار ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ج ۲ ص ۱۴۱ والام والجدۃ احق بالجاریۃ
 حتی یحصی اور جو بچی کی پرورش پر خرچ ہو واجب پہلے کچھ مقرر نہیں ہوا تھا تو اب خرچ
 وصول نہیں کر سکتے۔ ہاں آئندہ کے لئے باقاعدہ مقرر ہو جائے تو وہ وصول کر سکتے ہیں اور یہ
 حق بچی کے جوان ہونے تک ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد
 و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۶ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ ۱۱ اپریل ۱۹۸۲ء



الاستفءا

كفا فرماتے ہیں علمائے دین متین اندر یں سسءء كههنءء نامی اكف عورت كا زفء
كه ساءءء نكاح هوا۔ ههنءء كه لطن سے زفء كا اكف لڑكا اور اكف لڑكف سفءا هوئف اور زفء
فءء هو كفا۔ ههنءء بفءلن ءءف وه زفء كه هءر سے ءلئ كئف اور لڑكه كو اٱنے ساءءء لے كئف اور
لڑكف ءس كف عمر ءقرفءا ءار سال ءءف اسے ءهوءر كئف۔ بعءا زال زفء ءهف مر كفا اور وه لڑكف باءل
بے سهارا هو كئف۔

بعءا زال اس لڑكف كف سولف بفن كه ءاوند نے هو اكف اءنبف ءءفء اس نے
اس لڑكف كف ٱرورش كف، اب وه لڑكف ءوان هے اور اس كا ءءقف ءهائف ءس كو ماں اٱنے
ساءءء لے كئف ءءف وه ءهف ءوان هے۔ اب ان ءوئوں نے لعنف لڑكف كف ماں اور اس كه ءهائف
نے اٱنا اسءءاق ءءا كر لڑكف كو لعفء كف كوشش كف هے، لڑكه ٱرورش كفنءه نے عرصه
ففس سال كا ءرءه مانكا هے۔

ءرفاءء ءلء فء امر هے كه آفا ٱرورش كفنءه ءرءه لعفء كا ءءرءا ءءا هے فففف

اكر هے ءو كئء عرصه كا ءرءه لے سكءا هے؟ كفا لڑكف بالف هو نے كه بعء ءرءه لے سكے كا؟
فا ءر هے كه لڑكف بالف هو نے كه بعء اٱنے سولف بفنءف كه كهر هءء ءقء
ءهائف ماءول كه مرءا بفء ءءء كام كا ءفا ان كف كوئف ءءءء ءهف كو ءف هف هو كف ءو اس ءءء



کابھی خرچہ دربار پر لازم ہوگا۔ واضح ہو کہ ہندہ اور اس کا لڑکا خرچہ ادا کرنے پر رضا مند نہیں۔
سائل: میاں فاضل سرگاندہ، دولت آباد ضلع وہاڑی ۸۱-۴۲-۱۹



شرعاً اس سوتیلی ہمیشہ کے خاوند کا نابالغہ بچی کو پرورش کرنا تبرع تھا یعنی
اپنی مرضی سے نیک کام کرتا تھا لہذا اس کا معاوضہ نہیں لے سکتا۔ شامی ج ۲ ص ۹۰۶
میں ہے وَالنَّظْمُ لِلنَّسْوِ وَالنَّفَقَةُ لَاتَصْمِيدِ ابِ الْقَضَاءِ
وَالرَّضَا اور اس صورت میں نہ قاضی نے حکم دیا اور نہ رضائے والدین سے خرچہ ہوا
تو مطالبہ نہیں کر سکتے ہاں اگر والدہ اور بھائی اپنی رضامندی کچھ دینا چاہیں تو ہو سکتے ہے۔

وَلِلَّهِ تَعَالَى الْعِلْمُ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى حَبِيبِهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

محررہ الغنیۃ ابوالکھیر محمد نور الدین نعیمی غفرلہ

الرحمۃ من المآثر ۱۴۰۱ھ ۹۱-۴۲-۱۹

الاستفتاء

کیا فرائض میں عملائے دین بیچ اس مسئلہ کے ایک عورت نے جوانی کے عالم میں

بیوہ ہو گئی، بیوہ ہونے کے وقت اس کے دو نابالغ بچے ایک لڑکی بچہ پانچ سال اور ایک لڑکا بچہ چار ماہ کا رہ گیا۔ اب لڑکی کی عمر تقریباً نو سال اور لڑکے کی عمر تقریباً پانچ سال ہے۔
 خاوند کی موت کے بعد عورت مذکورہ نے ایک غیر شخص کے ساتھ اپنے تعلقات استوار کر لئے اور بغیر نکاح کے اس کے ساتھ رہنا سہنا شروع کر دیا۔ عورت کے دو بچے اپنے لئے سے سمجھایا کہ وہ اس مرد کی بیوی ہے لیکن وہ شادی کے لئے بھی تیار نہیں اور اس مرد کے ختم تعلقات منقطع کرنے پر بھی رضامند نہیں۔ عورت مذکورہ کے موجودہ کردار کے باعث اس کے دونوں نابالغ بچوں پر اخلاقی لحاظ سے سخت برا اثر پڑ رہا ہے۔ خصوصاً چھوٹا بچہ اپنی کم عمری و مصیبت کے باعث اپنی ماں اور اسی کے آشنا کا کردار دیگر لوگوں سے کرتا ہے۔ ساتھ ہی عورت مذکورہ دونوں یتیم بچوں کی جائیداد کی آمد پر اسے آدمیوں کو کھانا خرید کر ہر روز دے رہی ہے۔ از روئے شرع صحیحی موجودہ صورت حالات میں جو احکام دینی ہوں صادر فرمائے جائیں۔

البتس

محبتی احمد معرفت فہیمت کرنل مشتاق احمد جنرل تیار کو رور دہ پٹی
 جنرل سٹاف بریج انٹرمیڈیٹ کالج کراچی



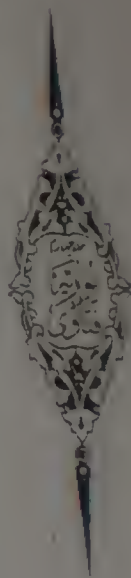
اگر یہ سوال صحیح اور واقعی ہے تو لازم کہ ان یتیم بچوں کے مال کی حفاظت کی جائے

کہ ایسی حالت میں بچہ پڑوں کی جائیداد ضائع نہ کر دے، شرمناک و متوفی کی اولاد ہو تو بڑی ایک
 یا زیادہ کاٹھنوں حصہ ہے تو اگر وہ عورت مالیت جائیداد کا اٹھواں حصہ ضائع یا وصول کر چکی
 ہے تو اس کا کوئی حق نہیں رہا ورنہ اس کا حق اس کے لیے پیر و کر کے بچوں کی جائیداد سے الگ
 کر دیا جائے پھر ایسی ماں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ بچوں کو جبراً اپنے پاس رکھے۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲
 ص ۴۲ میں ہے: **ان تكون مرتدة او فاجرة غير مأمونة كذا في الكافي**
ثانی ج ۲ ص ۸۷۲ میں ہے: **والحاصل ان الحاضنة ان كانت فاسقة فسقاي لزم**
من ضياع لولد عند هاسقط حقها اور بچوں کی پرورش الیاسرشتہ دار مڑ ہو یا
عورت جو نیک نیتی سے کر سکے کرے۔

والله تعالى اعلم و صلى الله تعالى على حبيب و آلہ و

صحابہ و برکات و سلمہ

ضمیمہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعمی مغفرلہ

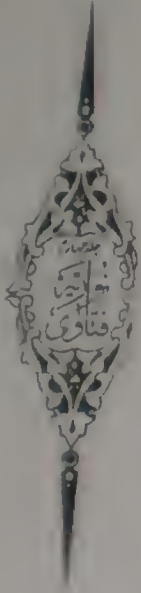


وَصَايَا

كتب عليكم اذا حضر احدكم
الموت ان تترك خيرا الوصية

(البقره : ١٨٠)

”تمہارے اوپر فرض کیا گیا ہے، جب تم میں سے کسی
کو موت آنے لگے، اگر وہ کچھ مال چھوڑے تو وصیت
کرے“



لا وصية لوارث

(مشکوٰۃ ، باب الوصایا ، الفصل الثانی)

”وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں“



کتاب الوصایا

وصیت کے لغوی معنی ہیں: اتصال الشيء یعنی ایک شے کا دوسرے تک متصل ہونا (پہنچنا، ملنا، ملا دینا) و سمیت وصیت لاتصالها بالمر الميت (تابع العروس، جلد: 15، صفحہ: 394) وصیت کو بھی وصیت اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ میت کے معاملات سے متعلق و متصل ہوتی ہے۔

شرعاً کسی کو کسی چیز کے بلا عوض (تبرعاً) مالک بنا دینے کو وصیت کہتے

ہیں۔

وصیت کرنے والے کو ”موصی“ جس کے حق میں وصیت کی جائے اسے ”موصیٰ لہ“ اور جس چیز کے بارے میں وصیت کی جائے اسے ”موصیٰ بہ“ کہا جاتا ہے۔

ابتدائے اسلام میں قریب الموت شخص کے لئے ضروری تھا کہ وہ اپنے والدین، قریبی رشتہ داروں اور عزیزوں کے لئے وصیت کر جائے۔ بعد ازاں

جب احکام میراث نازل ہوئے تو ان میں تمام قریبی رشتہ داروں کے حصص کی تفصیل بیان کر دی گئی۔ اور وصیت کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ البتہ اپنی ذمیت اور حیثیت کے اعتبار سے اب بھی اس (کے جواز یا عدم جواز) کی کئی صورتیں ہیں۔

1۔ واجب: حقوق اللہ (مثلاً زکوٰۃ، حج، قضا نمازیں، روزے وغیرہ) اور حقوق العباد (امانت، قرض وغیرہ) میں سے جو حق اس کے ذمہ ہو اور وہ اسے ادا نہ کر سکا ہو اس کی ادائیگی وصیت فرض یا واجب ہوگی۔

2۔ مستحب: کسی کار خیر مثلاً دینی مدارس، دینی طلبہ، غریب رشتہ داروں کے لئے یا دیگر امور خیر کی وصیت کرنا۔

3۔ مباح: کسی جائز کام مثلاً امیر رشتہ داروں یا دنیا داروں کے لئے مال کی وصیت کرنا۔

4۔ مکروہ: کسی نامناسب امر مثلاً فاسق و فاجر کے حق میں وصیت کرنا۔

جس درجہ کا ناپسندیدہ امر ہوگا کراہت بھی اسی اعتبار سے ہوگی بعض صورتوں میں تنزیہی، بعض میں تحریمی جبکہ مطلقاً حرام کام کی وصیت ظاہر ہے، حرام و معصیت قرار پائے گی۔

وصیت کے سلسلہ میں حدیث پاک کی رو سے یہ پابندی عائد کر دی گئی ہے کہ یہ ایک تہائی سے زائد نہ ہو۔ اسی طرح ورثاء کے حصے چونکہ قرآن کریم میں متعین کر دیئے گئے ہیں اس لئے ان کے حق میں وصیت ممنوع ہے۔ اور وارث کے حق میں یا ایک تہائی سے زائد کی وصیت کر لے گا تو وہ

نافذ العمل نہیں ہوگی۔ البتہ عاقل بالغ درمء اپنی رضا مندی سے چاہیں تو
 عمل درآمد کر سکتے ہیں۔
 کتاب الوصایا میں چار فتوے ہیں جن کے ضمن میں متعدد جزئیات آگئی
 ہیں۔

(مرتب)



کتابُ العَصَا

الاستفتاء

مستفتی مرد جو کہ بل سنت جماعت سے تعلق رکھتا تھا، فوت ہو سبب جس کے چار لڑکے نور محمد، رجاہ، بیگ، سراج الدین تھے ورتین لڑکیاں تھیں، اس کی فوتگی کے وقت دو لڑکے نور محمد، رجاہ اور لڑکی گوماں اس کی موجودگی میں فوت ہو چکے تھے نور محمد کے چار لڑکے ہیں احمد، رمضان، سوہنا، مہماں۔

بیگ اور سراج الدین ورتین دیگر معززین علاقہ بیان کرتے ہیں کہ متوفی نے بوقت فوتیگی زبانی وصیت کی تھی کہ نور محمد پسر کی اولاد کو حصہ دیا جاوے۔ اس نے اپنی موجودگی میں ان کے حصہ کے برابر زمین تقسیم کر دی تھی۔ قبضہ احمد وغیرہ کا ہے دو لڑکیاں



مسئد سیدال وحبت اپنا حصہ دینے کو تیار نہیں جواب دیا جاوے کہ آیا اٹھ غفرہ کو مار کے تیر حصے دیا جاوے یا نہیں؟



یہ وصیت شرعاً جائز ہے، قرآن کریم میں ہے من بعد وصیة یوصی بہا و دینہ پھر اس صورت میں تو متوفی نے زمین تقسیم کر کے تیسرے حصہ پر احمد وغیرہ کو قبضہ بھی دے دیا اور وہ باقاعدہ قبول بھی کر چکے ہیں تو وہ باقاعدہ شرعاً مالک بن چکے ہیں فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۲۲۳ میں ہے و لموصی نہ یسملک بالقبول توان کا وہ حصہ بحال رکھا جائے اور ان کے نام انتقال کیا جائے، سیدال اور حبت کو کوئی حق اعتراض قطعاً نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ
و اصحابہ و بارک و سلم۔

عقودہ الفقیر البر الخیر محمد نور اللہ النبی غفرلہ

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان رب سترہ کربہ و انتقال بر
حالانکہ اس کا وارث صرف ایک اعیانی بھائی ہی ہے و مرض فوت میں اس نے وصیت
کی کہ میرا کل مال خیرات کیا جائے اور جو نقد ہے وہ دیکھو پڑھو جائے امتی بھائی کا تقاضا یہ ہے
کہ سامان اور نقدی سے مجھے بھی کچھ پہنچتا ہے یا نہیں اور یہ بھی تقاضا ہے کہ قبر پر خرچہ کرنے
انتظام سے خرچ کروں تو کیا حکم ہے سبحنا سبحنا۔

نوٹ: زید کا ایک سوتیل بھائی بھی ہے کیا اس کو بھی کوئی حق پہنچتا ہے یا نہیں؟

اساس: عبد الحفیظ
عبد الحفیظ بقلم خود ۱۴۱۶ھ



عینی بھائی کے ہوتے ہوئے سوتیل بھائی وارث نہیں کہ فی السراحۃ
موت قبرت محمد تک نافذ کی جائے کہ فی السراحۃ و منصوص فی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الجواب
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْيُسْرَ وَالصَّوَابَ

قرآن کریم نے حصّہ مال وراثت کو نصیباً مقرر و مضاف فرمایا ہے تو وہ
 رواج وغیرہ سے ساقط نہیں ہو سکتا لہذا سمندر کے ورثہ اپنے حصّے لے سکتے ہیں اور
 وصیت صرف بیوی کے اپنے حصّے سے (جو کل مال کی چوتھائی ہے) نافذ ہوگی اور اس کا
 بھی صرف تیسرا حصّہ مسجد کا حق بنے گا کہ والثلث کشیر ہاں اگر وارث بالغ اپنی خوشی
 سے اپنے حصّے مسجد میں لگا دیں تو جائز ہے مگر کسی نابالغ کا حصّہ بلا رضا بالغ کا حصّہ
 لگانا جائز نہیں کہ مسجد پر مال طیب ہی لگایا جاسکتا ہے اور مال سمندر کا حصّہ بوجہ غناطہ ربع
 سدس بارہ سے آئے گا مگر چونکہ بن بھائیوں پر باقی بعد الفرائض بیکسر تقسیم نہیں ہو سکتا لہذا
 سب ذیل قاعدہ بارہ کو چھ میں ضرب دی جائیگی اور ۲ سے حسب ذیل تقسیم درست ہو جائیگی :

سمندر حصّہ از ۱۲ تصحیح از ۷۲

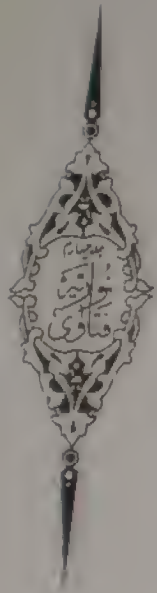
بیوی	والدہ	ماچھیاخ	نور اراخ	زینب خست	سائل خست
$\frac{18}{42}$	$\frac{12}{42}$	$\frac{12}{42}$	$\frac{12}{42}$	$\frac{6}{42}$	$\frac{6}{42}$

کذا فی السراجیۃ وغیرہا من اسفار المذہب المہذب -

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد

والہ وصحبہ و بارئ وسلم -

عزیز الفقیر ابو الحکیم محمد زور اللہ النعمی غفرلہ



الاستفتاء

- ۱۔ وصیت اور بیہ میں از روئے شرع کیا فرق ہے؟
- ۲۔ کیا والد اپنی نرمینا ولاد میں سے صرف ایک کے نام جائیداد کا کچھ حصہ بیہ کر سکتا ہے جبکہ اس کے دو اور وارث موجود ہوں اور ان کو اس نے عاک نہ کیا ہو؟
- ۳۔ اگر والد اپنے والد کی زندگی میں فوت ہو جائے تو مستوفی لڑکے کی نرمینا ولاد اپنے دادا کی جائیداد کی وارث ہو سکتی ہے؟ اگر ہو سکتی ہے تو اس کی شرح کیا ہوگی جبکہ والد کی اولاد صرف تین لڑکوں پر مشتمل ہو۔
- ۴۔ کسی شخص کے مرنے پر اس کی جائیداد کی تقسیم کیسے ہوگی جبکہ اس کی دو بیویاں ضرب دو لڑکیاں (ایک بیوی سے) اور ایک بھائی زندہ ہو اور ایک فوت ہو گیا ہو مگر اس کی اولاد زندہ ہو۔

السائل: مہتر عبدالحکیم اسٹنٹ سٹیشن مہتر مہرباں ضلع میانکوٹ



- ۱۔ وصیت شرعاً کسی چیز کا بلا عوض دوسرے کو اپنی موت کے بعد مالک بنادینا اور بیہ

کسی چیز کو دوسرے کو بلا عوض مالک بنادینا اسی حال میں ہے تو وصیت میں ثبوت
 ایک موت کے بعد ہو گا اور سبب میں موت سے پہلے اور اگر سبب کی نول فوت ہو جائے
 قبل از قبضہ ہو سبب نہ تو سبب باطل ہو جاتا ہے۔ ایک فرق تو یہ ہے قبل الموت اور بعد الموت کو۔
 دوسرا یہ ہے کہ سبب وارث کو بھی کر سکتا ہے اور وصیت وارث کے لئے نہیں کر سکتا اور اگر کرے تو
 شرعاً بالکل باطل ہے اور بھی بہت سے فرق ہیں مگر امید کہ سائل کے لئے یہ دو ہی کافی ہوں گے۔

۲۔ اگر ایک کو دوسروں پر دینی فضیلت ہے مثلاً عالم ہے کفایت علم دین میں مصروف ہے
 یا عبادت و مجاہدہ میں مشغول ہے تو کوئی حرج نہیں اور اگر با فضیلت دنیاوی سیکرے تو سبب
 ہو جائے گا اور دوسروں کا اس صورت میں بھی کوئی اعتراض یا ملاحظہ نہیں ہو سکتا مگر مکرر دہرے
 اور گنگار ہو گا۔ بحر الریق ص ۱۲۰

۳۔ بوقت وفات والد ایک یا زیادہ ترکے زندہ ہوں تو کسی ترکے زندہ یا متوفی کی کوئی اول و زما
 وارث نہیں ہو سکتی البتہ اس صورت میں داد ان کے لئے وصیت کر سکتا ہے ورنہ
 ہی مرض الموت سے پہلے سبب سے بھی ان کے لئے نظام معاش کر سکتا ہے ان کی
 یتیمی کی وجہ سے۔

۴۔ کل ترکہ کے ۴ حصے کئے جائیں گے و حسب تفصیل میں ہوں گے متوفی بھائی کی اولاد
 اس صورت میں وارث نہیں دونوں ترکوں کو سولہ سولہ و بیویوں کو تین تین باقی اس
 زندہ بھائی کے بیویوں کا حق برابر ہے ہر ایک

سہ کما فی معتبر لمدھب سہد -
 اللعہ اور ایسے ہی گردانی میں یا کسی وجہ سے مفلج ہو تو جائز ہے۔ بفتح تباری میں حضرت امام محمد سے مروی ہے قولہ
 لا تا باہ بسل تویدہ - من غفل - صہ سراجہ وغیرہ - مذمت بکاتہ



زید اس سده ۲۴ تصحیح سن ۲۸ سراجیه و غیره

رژکی رژکی رژکی رژکی رژکی

و الله تعالى اعلم و عليه حل مجده الحمد و احکم و صلی الله تعالی علی حبیب و صلی الله علیه و آله

الفقیه ابو الجبر محمد نور الله فی القادری الشریفی النعمانی

۲۴ محرم الحرام شریف ۱۳۶۹ هـ

قول هذا هو الحق والحق بالاتباع الحق

بوالفضیل محمد باقر قادری الشریفی النعمانی



فراض

(قانون وراثت)

للرجال نصيب مما ترك الوالدان و
 الاقربون و للنساء نصيب مما ترك
 الوالدان و الاقربون مما قل منه او
 كثر نصيبا مفروضا

(النساء : ۷)

”مردوں کے لئے اس (مال) میں حصہ ہے جو چھوڑ
 گئے ماں باپ اور قرابت والے۔ اور عورتوں کے لئے (بھی)
 حصہ ہے اس (مال) سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت
 والے (خواہ) تھوڑا ہو یا بہت۔۔۔۔۔ حصہ مقرر کیا ہوا“

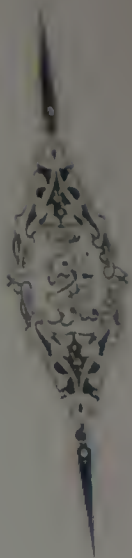


تعلّموا الفرائض و علموها الناس

شعب الايمان ، جلد : ۲ ، صفحہ : ۲۵۵

حدیث ۱۶۶۸

”علم فرائض یکھو اور سکھاؤ“



کتاب الفرائض

فرائض، فریضہ کی جمع ہے، جو فرض سے مشتق ہے۔ فرض کا لفظ مقرر کرنے، واضح طور پر بیان کرنے، بلا عوض مال ملنے، اور بعض دیگر معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ علم الفرائض کا تعلق میراث سے ہے، چونکہ ورثاء کے حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر و متعین ہیں اور وضاحت سے انہیں بیان کر دیا گیا ہے، اس لئے اس علم کو علم الفرائض اور علم المیراث کہتے ہیں۔

اصطلاح شریعت میں علم الفرائض ایسا علم ہے جس کے ذریعے میت کے ترکہ میں سے اس کے ہر ہر وارث کا حصہ معلوم کیا جاسکے۔

میت کے مال سے متعلق بالترتیب چار حقوق ہیں:

(1) تجنیز و تکفین

(2) ادائے دین (قرضہ)

(3) نفاذ وصیت (ایک تنائی تک)



(4) ان تینوں امور کے بعد بقیہ ترکہ شریعت مطہرہ کے احکام کے مطابق میت کے ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا۔ درج ذیل افراد بالترتیب مستحق وراثت ہوں گے:

۱۔ ذوی الفروض

وہ ورثاء جن کے حصے قرآن کریم میں مقرر کر دیئے گئے ہیں۔۔۔۔۔
یہ بارہ اشخاص ہیں۔۔۔۔۔ چار مرد اور آٹھ عورتیں، جو کہ حسب ذیل ہیں:

- ۱۔ میت کا باپ
- ۲۔ میت کا دادا (جد صحیح)
- ۳۔ میت کا اخیانی بھائی (ماں شرکا)
- ۴۔ میت کا خاوند
- ۵۔ میت کی بیوی
- ۶۔ میت کی بیٹی
- ۷۔ میت کی پوتی
- ۸۔ میت کی سگی بہن
- ۹۔ میت کی علاقائی بہن (باپ شرکی)
- ۱۰۔ میت کی اخیانی بہن (ماں شرکی)
- ۱۱۔ میت کی ماں
- ۱۲۔ میت کی دادی (جدہ صحیحہ)

ان (ذوی الفروض) کے لئے چھ حصے مقرر ہیں:



1 _____ نصف (1/2)

2 _____ چوتھائی (1/4)

3 _____ آٹھواں (1/8)

4 _____ ایک تہائی (1/3)

5 _____ دو تہائی (2/3)

6 _____ چھٹا (1/6)

2۔ غصبات

ایسے وارث جو ذوی الفروض سے باقی نہ بچنے والا تمام مال سمیٹ لیں اور
ذی فرض نہ ہونے کی صورت میں تمام ترکہ کے حق دار محضین۔
غصبات کی تفصیل یہ ہے :

میت کے اصول (باپ، دادا)

میت کے فروغ (بیٹا، پوتا)

میت کے باپ کے فروغ (بھائی، بھتیجا)

میت کے دادا کے فروغ (چچا، چچا کا بیٹا) جبکہ یہ مذکر ہوں، البتہ میت کی

بیٹی، پوتی، حقیقی اور علاقائی بہن اپنے بھائیوں کے ساتھ اور یہ حقیقی اور علاقائی

بہنیں میت کی بیٹی اور پوتی کے ساتھ بھی عصبہ ہو جاتی ہیں۔

3۔ رد علی ذوی الفروض

غصبات نہ ہونے کی صورت میں بقایا مال دوبارہ ذوی الفروض پر تقسیم

کیا جائے گا۔

4۔ ذوی الارحام

میت کے وہ قرابت دار جو نہ ذوی الفروض میں سے ہوں اور نہ ہی
عصباء میں سے، جیسے ماموں، نانا، خالہ وغیرہ

نوٹ:۔۔

- قرہی رشتہ دار کی موجودگی میں دور کا رشتہ دار محروم ہو گا (جیسے باپ
کی موجودگی میں دادا محروم)
- قوی قرابت دار ضعیف قرابت دار کو محروم کرتا ہے (جیسے حقیقی بھائی
کی موجودگی میں علائی بھائی محروم ہو گا)

5۔ مولیٰ الموالاة

وہ شخص جس سے میت نے زندگی میں معاہدہ کر لیا ہو کہ ہم میں سے جو
پہلے فوت ہو دوسرا اس کے مال کا مستحق ہو گا۔

6۔ مقررہ بالنسب

متوفی نے اپنی زندگی میں کسی مجہول النسب شخص کے بارے میں نسب
کا اقرار کر رکھا ہو۔

7۔ موصیٰ لہ بجمع المال

جس شخص کے لئے میت نے تمام مال کی وصیت کی ہو۔



درج بالا مستحقین میں کوئی بھی موجود نہ ہو تو میت کا تمام ترکہ بیت المال (سرکاری خزانہ) کی ملکیت ہو گا تاکہ تمام مسلمانوں کے کام آئے۔

موانع میراث

وراثت سے رکاوٹ کے اسباب درج ذیل چار امور ہیں

(1) غلامی (یہ صورت اس وقت منقور ہے)

(2) وارث اپنے مورث کو ناحق قتل کر دے۔۔۔۔۔ (اس میں قتل

بالبسب کے علاوہ باقی تمام اقسام قتل شامل ہیں، مزید تفصیل کے لئے ”تب الدیۃ والقصاص“ کا تعارف ملاحظہ کریں)

(3) اختلاف مذاہب۔۔۔۔۔ البتہ مرتد کے زمانہ ارتداد سے پہلے کی

جائیداد سے مسلمان وارث کو میراث ملے گی۔

(4) اختلاف دار۔۔۔۔۔ غیر مسلم وارث و مورث میں مملکت کا

اختلاف مانع وراثت ہے۔ یعنی ایک دارالاسلام کی حدود میں اس کا شری ہو

اور دوسرا دارا کلف کا رہنے والا ہو، جیسے حبشہ و ذمی اور مستمن اور ذمی کہ

ان میں سے ایک دارالاسلام کا شری ہو اور دوسرا دارا کلف کا، ان کو ایک

دوسرے کی میراث نہیں ملے گی۔۔۔۔۔ البتہ اگر مسلمان دارا کلف میں جا کر

فوت ہو یا دارالاسلام میں فوت ہو اور اس کے مسلمان وارث دارا کلف میں

مقیم ہوں تو اختلاف دار کے باوجود حق وراثت سے محروم نہیں ہوں

گے۔۔۔۔۔ (درالمختار، ردالمحتار، جلد 5، 73، 12، 16)

فتاویٰ دہلیہ کی کتاب الفرائض کافی مفصل ہے۔ اس میں درج ذیل
بواب شامل ہیں۔

1۔ باب ذوی الفروض

ذوی الفروض، جن کے حصص قرآن کریم میں مقرر کر دیئے گئے ہیں،
تفصیل اسی مضمون میں پہلے بیان کر دی گئی ہے۔

2۔ باب العصبات

عصبات کی تفصیل بھی اسی مضمون کے گزشتہ صفحات میں درج
ہے۔

3۔ باب ذوی الارحام

ان کی تشریح بھی پہلے بیان ہو چکی ہے۔

4۔ باب العول

ذوی الفروض کے حصص کی تعداد زیادہ اور مخرج ادائے فرض سے کم
رہے تو مخرج کے اجزاء میں حسابی زیادتی پیدا کرنے کے عمل کو ”عول“ کہتے
ہیں

5۔ باب الرد

عمل کے برعکس ذوی الفروض کے حصص کم اور مخرج زیادہ ہو تو بقیہ
ذوی الفروض، لوٹا کر ان کے حصص میں اضافہ کرنے کو ”رد“ کہتے ہیں

6۔ باب التصحیح

وارثوں کے کسی گروہ کا حصہ پورے طور پر نہ بٹ سکے تو ضرب و لطمہ دے کر ایسی صورت کی جائے جس سے وہ حصہ پورا تقسیم ہو جائے اسے ”تصحیح“ کہتے ہیں

7۔ باب المناخہ

میت کی میراث ابھی تقسیم نہ ہوئی تھی کہ بعض وارث فوت ہو جائیں تو مورث اعلیٰ کی میراث ان مرنے والے ورثاء کی طرف منتقل کر دیتے ”مناخہ“ کہلاتا ہے

8۔ باب مسائل الشتی

اس باب میں ترکہ، مفقود الخبر شخص اور دیگر متفرق امور کے بارے استفتاءات شامل ہیں

مجموعی طور پر کتاب الفرائض میں (154) استفتاءات شامل ہیں۔

(مرتب)

ذَوِي الْفُرُوزِ

کتاب الفرائض

الاستفتاء

خداوند سہاں یہ کہ جمال متوفی نے ایک عورت منکوحہ اور ایک لڑکی چھوڑی ہے
 علاوہ انہیں اس نے یہ عورت جو غواہ کر کے لایا تھا جس کا نکاح کسی اور کے ساتھ ہونے لگا
 بھی چھوڑا ہے اور عورت منکوحہ تھری بیاسات سال سے اس کے پاس نہیں رہی بلکہ اپنے
 میکے رہی تو شرعاً اس کی وراثت کا حق کس کو ہے؟ نیز حالِ فتمیہ نے بیان کیا کہ متوفی جمال
 کی تین ہمشیرہ ہیں دو حقیقی اور ایک متبلی اور ان دو حقیقی بہنوں میں سے ایک دین اسلام چھوڑ کر لٹ گئی
 اور متوفی کا باپ اور مائی اور بھائی موجود نہیں۔





از روئے شریعت مطہرہ جمال متوفی کے وارث اس کی منکوحہ عورت اور لڑکی اور گاہی ہیں۔ کل مال متروک و نفع اغراجات کفن و دفن و وصیت کے بعد میں سے اٹھواں حصہ عورت منکوحہ کا حق ہے اور نصف لڑکی کا حق ہے اور باقی یقینی بہن کا اور آپس کے نزاع یا عورت کے بچے پہلے جلسے سے اس کا حق سلب نہیں ہو سکتا جب تک طلاق کا صحیح ثبوت نہ ملے اور عورت کے اس کہنے سے کہ جمال نے مجھے ماں بہن کہا تھا، کچھ نہیں ہوتا، بدستور عورت عورت کا حق پا سکتی ہے اور دوسری عورت اغوار کردہ کا قطعاً یقیناً کوئی کسی قسم کا حق نہیں ہے اور سبیلی بہن اور دینا سلم سے الگ ہونے والی بہن ان دونوں کا بھی کوئی حق نہیں۔ یہ احکام شریعت مطہرہ، قرآن کریم اور حدیث شریف اور کتب مذہب میں ملحقہ بلا شک بشہد موجود ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتمہ واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وسلم۔

عزیزہ الغیبہ ابوالکحیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۸ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس صورت کہ نسبی محمد اسحاقی فوت ہو گیا ہے اور اس کے ورثہ میں سے ماں، سگی بہن، لڑکی، بیوی اور دو چچے ہیں تو اس کی وراثت کا کیا حکم ہے جبکہ بیوی نے حق نہ بھی وصول نہیں کیا جو انیز متوفی کی ماں چاہتی ہے کہ متوفی کی لڑکی اپنے پاس رکھے حالانکہ لڑکی بالکل کم عمر ہے صرف پونے دو سال کی ہے اور متوفی کی ماں بہت ضعیف ہے اور کمزور نظر والی محتاج ہے۔ لڑکی کی پرورش اور نگرانی نہیں کر سکتی، تو کیا وہ لڑکی لے سکتی ہے یا متوفی کی بیوی لڑکی کے غیر محرم سے نکاح کرے تو پھر لے سکتی ہے یا کیا حکم ہے؟ حق حضانہ والی عورتوں میں سے صرف متوفی کی ماں اور بیوی اور بہن ہے جو لڑکی کے غیر محرم کے نکاح میں ہے اور مردوں میں سے متوفی کے صرف دو چچے ہیں جن سے ایک لڑکی کا ناما ہے

ببینوا توحید

اساس: محمد دین، از دیلیک مہار ۹ ذی الحجۃ المبارک ۱۳۶۶ھ



حسب دستور شرع مطہر تجزیہ و تفسیر کے بعد دیوں اور حق مہر جو داخل دیوں ہے



دکے جائیں بعد ازاں وصایائے مال سے اور باقی مال کا چھٹا حصہ والدہ اور آٹھواں بیوی اور اہل
 لڑکی کو دیا جائے اور باقی بن کو چھون کو کچھ نہ دیا جائے کہ بن لڑکی کی وجہ سے عصب بن گئی ہے تو یہ
 بسبب خلیفہ شمس دس سو چوبیس سے سیکا :

محمد بن سلا ۲۴

زوجه بنت اخت لاب وام

x

۵

۱۲

۳

۲

قرن کریم کا ارشاد میں ہے من بعد وصیة یوصی بہا او دین اور تقسیم
 بر وصیت حکم حدیث شریف ہے اور عطف متقاضی ترتیب نہیں نیز قرآن کریم کا ارشاد ہے ولا یویہ
 لکن و احد منہما السدس، نیز ارشاد ہے فلہن الثلثن مما ترکتم نیز فرسہ ان
 والا نشان ہے و ان کنت واحدة فلہا النصف فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۴۲ مثالی ج
 ص ۶۷، ترجمہ ص ۱۱۰ میں ہے والنظم من السراجیة ولهن الباقی مع البنات
 و بنات لابن لقونہ علیہ السلام اجعلوا الاخوات مع البنات عصبہ
 فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۰۵ میں ہے اذا اجتمعت العصابات بعضها عصبہ بنفسہا
 وبعضہا عصبہ بغيرہا وبعضہا عصبہ مع غیرہا فالترجیح منہا بالقرب الخ
 حق حنات سب سے قول واقدم ہاں کے لئے ثابت ہے اور غیر محرم سے نکاح کی صورت میں گو وہ
 حق نہیں رہتا مگر جب س کے سوا کوئی دوسرا لڑکی کے لئے خاطر خواہ انتظام نہ کر سکے تو اس کا حق بن سکتا
 ہے اگر یہ انتظام کر سکتے ہوں ورنہ وراثتی و غیرہ چیز کے کی حفاظت و پرورش کر کے حق دار نہیں
 بن گئی تو غیر محرم سے نکاح کرنے کے بعد پرورش کا حق متوفی کے اس پیچھے کا ہے جو لڑکی کا نام بھی ہے
 حق و مکتب شریف سے ظہر ان الشمس ہے اور شامی ج ۲ ص ۸۷۱ میں ہے قال الرملی



ویشترط فی الحاضنة ان تكون حرة بالغة عاقلة امينة قادرة
ان تخلو من شرج اجنبی، نیز قید قادریة کے فوٹ میں فرمایا ہے یعلم من حکم
ما اذا كانت مریضنة او کبيرة عاجزة نیز شامی ج ۲ میں ہے، فینبغی لستغی
ان یكون ذا بصیرة لیراعی الاصلح للولد فان قد یدکون له قریب
مفضل له یتمنی موت و یدکون شرج امه مشفق علیہ یعرض علیہ
فدافه فیرید قریب اخذه منها لیؤذیه ویؤذیه او یاکل
من نفقته او نحو ذلك وقد یدکون له زوجة تؤذیه ضعف
ما یؤذیه زوج امه الاجنبی وقد یدکون له اولاد یخشی علی لبنت
منهم الفتنة لسکنها معهم فاذا علم المفتی او القاضی شیئ من
ذلك لا یحل له نزعہ من امه لان مدار امر الحاضنة علی نفع
الولد الخ وحکم العصبۃ ایضا واضح۔

والله تعالیٰ اعلم وعلمه جل مجده اتمم وحکم وصلى الله
تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

وزی الحجۃ المبارکۃ ۱۳۳۶ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس صورت کہ زید فوت ہو گیا ہے و

دولہ کے اور ایک عورت چھوڑ گیا ہے، عورت کو ترکہ میں سے از روئے وراثت کتنا حصہ ملے گا؟
 بینوا اما جودین من رب العلمین۔



قول بتوفیق اللہ تعالیٰ و عونہ عورت کو ترکہ میں سے از روئے وراثت
 اٹھواں حصہ ملتا ہے جس طرح کہ قرآن مجید میں موجود ہے قوله تعالیٰ فان كان لکم ولد
 فلهن الثمن مما سترکم من بعد وصية توصون بها او دین (موتہ النساء)
 یعنی اگر تمہارے اولاد ہے تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے اٹھواں حصہ ہے جو وصیت تم کر جاؤ اور دین
 نکال کر برابر ہے کہ ایک بیوی ہے یا زیادہ ہوں۔ واللہ اعلم۔

حزقہ الفقیر البائس محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
 ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ

الاستفتاء

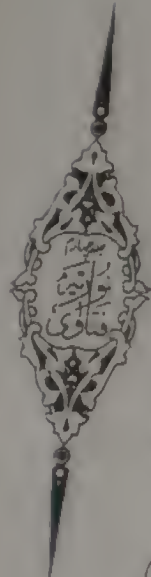
نقل استفتاء و فتویٰ مولوی بحر العلوم علی بابہ فی حفظ و عبارتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین فقہائے شریعت میں اس مسئلہ میں ایک شخص امیر کبیر اس کا
 صرف ایک لڑکا، دونوں فقہائے الہی سے فوت ہو جاتے ہیں اور امیر کبیر کی بیوہ اور لڑکی شادی
 اور اس کی ایک پوتی بمع والدہ ماجدہ حیات میں، وراثت کا انتقال متوفی لڑکے کے نام نہیں ہو اس
 امیر کی تمام جائیداد جدی وراثت نہیں تھی، کچھ حصہ اپنے ماموں کی جائیداد سے بہ کچھ حصہ اپنی خالہ سے
 جو کہ اہل ہندو کے پاس فروخت ہو چکا تھا، ہوتے حق شفعہ حاصل کیا، متوفی امیر کے بقی وراثت تھریبا
 پانچ پشت پڑتے ہیں۔

جواب

اس صورت مسئلہ میں لڑکی تمام شریعت کی مستحق ہوگی جیسا کہ المختار ج ۳ ص ۱۲ میں ہے
 ان القربى تحجب البعدى یعنی قریبی وراثت دور والوں کو محروم کر دیتا ہے یعنی بیٹی کے
 ہوتے ہوئے پوتی کو از روئے فتوے محروم کیا جائے گا جیسا کہ فتاویٰ شامی ج ۵ ص ۵۵ میں ہے
 ام الام ترث ومع الام وكذا احجبت بنت لابن مع بنت لوالد لصلبۃ
 یعنی ماں محروم کر دیتی ہے مانی کو اور اس طرح پوتی محروم ہوتی ہے بسبب بیٹی کے جو بسبب متوفی
 سے پیدا ہوئی ہو۔

اس عبارت سے صاف ظاہر معلوم ہوا کہ قرابت قریبی کے سبب دوری والے محروم
 رہیں گے۔ یہ فقہ کا مسئلہ بڑی کتابوں میں ہے بمبسوط، جامع صغیر اور محیط وغیرہ میں اس صورت میں
 لڑکی نصف میراث سے کل کی طرف لوٹے گی، نصف میراث کی اور صورت ہے نہیں، عمار کو دھوکہ
 نہ کھانا چاہیے۔ شامی کی عبارت میں نے پیش کی ہے اور یہ موت متوفی کے بعد واپس بہہ کر نیوالے
 کی طرف نہ پھرے گا بلکہ متوفی امیر کبیر کی اولاد کو ملے گا، اسی پر فتوے ہے اور شفعہ کے سبب متوفی
 امیر کبیر نے جو جائیداد ملی ہے وہ پچھلے وارثوں کی طرف از روئے میراث نہ لوٹے گی جیسا کہ پہلے بیانی و اب



کی اولاد کو دینے کا بلکہ جو محبوب لہ نہر کی اولاد کو ملے گا یعنی جس کو سب سہرا، اس کے بعد اس کی اولاد کو ملے گا، اسی طرح شفیع کی اولاد کو ملے گا یعنی اس کو جسے شفیع کا حق ملا ہے اور پچھلوں کو میراث نہ ملے گی۔ اسی طرح در الحجاز ج ۲ ص ۳۵ میں ہے الشفعة لا تورث یعنی شفیع میراث نہیں بنا اور پچھلے وارث جنہوں نے وہ جائیداد اپنی اہل ہند کے پاس فردخت کی بھئی اب وہ شفیع کی میراث سے حق نہیں پاسکتا۔ یعنی کا حق از روئے شریعت حدیث بخاری شریف پارہ ۱۱ ص ۸۳ سے ثابت ہے کہ بیٹی کی جائیداد بھی لے سکتا ہے جیسا کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور وارثوں کے ہوتے ہوئے بیٹی اور عورت میں وراثت تقسیم کیا اور حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہنچا تھا اور آپ نے اجازت دی تھی وہ بخاری کی حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں ولھدیکن زیومئذ لابنتہ یعنی سعد بن ابی وقاص کے نزدیک وراثت میراث کا کوئی حق نہ تھا بغیر بیٹی کے حال شک اور وراثت موجود تھی مگر کبھی بیٹو نے بغیر اپنی بیٹی اور بیوی کے کسی کو میراث نہ دی، اسی معنی شرح بخاری میں مرقوم ہے اور بخاری شریف کے حاشیہ پر جعینہ یہ الفاظ موجود ہیں اور فقہ شامی ج ۲ ص ۳۵۲ میں ہے کہ مال ایک میت کا اقرب وراثت گھیر لیتا ہے جیسا کہ بیٹی مذکور تمام کو محروم کر دیا اور خود اس نے تمام جائیداد پوری گھیر لی۔

دوسری عورت شامی میں لکھی ہے کہ اگر وراثت جائیداد کا صغیر ہو تو اس کا مال ساتھ والے کو میراث کرینگے جیسا کہ بیٹی صغیر ہونے کے سبب اس کی ماں تمام جائیداد گھیر لے گی اور امانت رکھے گی اور اس کی حفاظت اس کے سبب سے سرانجام دے گی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جائیداد مذکورہ سے دوسرے وراثہ مدعی محروم مگر بیوی اور لڑکی دونوں میراث لیں گی اور تمام جائیداد پر قابض ہوں گی۔



تفسیر شان پر

بنت

زوجہ

زید میت

۲۱

۳

زوجہ بنت

حصہ

حصہ

حررہ عنہ منہ بحر العلوم مولوی عبد الجبار بھری پوری دکنوی مدرس کتب عربی

۱۲ جمادی الاول ۱۳۶۶ھ

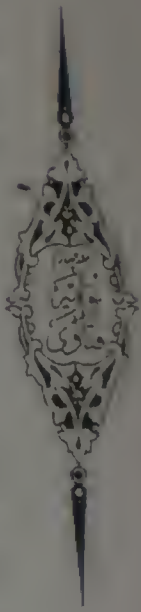


یہ فتویٰ فتویٰ نہیں بلکہ فتنہ و شرع مستہر بعض افترار ہے، چند عبارات فقہیہ حدیثیہ کو توڑ کر پیش کیا جس سے قرآن کریم و حدیث شریف و فقہ منیف کے احکام مخصوصہ انہیں کے لئے اضعف ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فیصد فرمایا کہ شرک کے لئے نصف اور لپٹی کے لئے ستر تکملہ ثلثین کما ہے رد و البخاری ج ۲ ص ۹۹ وغیرہ لائمہ۔ تمام فقہ کرام نے اس پر فتویٰ دیا ہے، درالحقار کی پہلی نقل کردہ عبارت کے ساتھ متصل سی بیان

نہیں بلکہ تصلاً ہی و المختار میں ہے والدس لبنت لابن واکرم مع البنت
 الواحدة تکملۃ لثلاثین یعنی چھ اہم ایک پوتی یا زیادہ کا ہے۔ ایک لڑکی کے
 ساتھ ثلاثین کا تکملہ اور شامی کی عبارت میں حجب حرمان نہیں بلکہ حجب اختصاص کا بیان ہے
 یعنی ایک لڑکی کے ہوتے ہوئے پوتی کو نصف نہیں ملے گا بلکہ سب ملے گا۔ ص ۸۳ میں
 ہے قوله و بنت الابن تحجب مع الصلیبۃ من النصف الی نسب
 اور ایسے ہی مبسوط ج ۲۹ ص ۱۴۱ میں ہے بلکہ جمیع کتب مذہبیہ میں یہی ہے کہ یہ مخصوص قرن حدیث
 اجماع ہے کما مر اور منصوص کا خلاف تو مسائل قیاسیہ میں بھی نہیں ہو سکتا چنانچہ
 مسائل فرائض کن میں تو قیاس کو بالکل دخل ہی نہیں کما صرح بہ العلامة فی الدرر
 الشامی فی حاشیئۃ وغیرہما فی غیر ہما اور ظلم بظلم یہ کہ جب لڑکی تمام وراثت کی مستحق
 ہے اور نصف سے کل کی طرف لوٹی تو بیوی کے لئے ثمن کہاں سے آگیا؟ یہ تناقض عجیب ہے
 اور اسی طرح عدم رجوع فی المہر سے استدلال نہایت ہی مضحکہ خیز ہے۔ وراثت کو کون دلو نہ
 رجوع قرار دیتا ہے۔

شامی وغیرہ نے تصریح فرمادی کہ موت سے ہلک وراثت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے
 شامی کے لفظ یہ ہیں لا انتقال المذکک للوارث اور وراثت کو اولاد میں منحصر کرنا یہ یو لوی صاحب
 ہی کا کام ہے اور عدم وراثت شفعہ سے استدلال وراثت اولاد کے لئے عقل و انصاف کو لٹی چھڑی
 سے ذبح کرنا ہے کہ بس عدم وراثت سے عدم وراثت او بار وغیرہ وراثت ہی میں درجہ شفعہ
 سے حاصل کی ہوتی جائیگا و بذریعہ شفعہ مراد لینا یہ یو لوی صاحب کا ہی منصب اجتہاد ہے۔ افوس!

در الحناہ و شامی کا بیان کردہ معنی شفعہ معنی یا زہد یا اور حدیث بخاری سے استدلال کرتے ہوئے
 تو حدیث دینی کی تباہی کر دی، اجمال میں تو دعویٰ یہ کہ حدیث بخاری سے ثابت کی جاتی ہے
 لے سکتی ہے اور تخصیص میں نبوی کو بھی حصہ دار بنا دیا، پھر یہ کہنا کہ حضرت سعد نے ورثہ تقسیم کیا تھا
 یہ بھی موضوع ہے تقسیم ورثہ کا اس حدیث میں ذکر ہی نہیں بلکہ یہ بھی نہیں کہ حضرت سعد اس
 مرض میں فوت ہوئے، بلکہ اسی حدیث سے ثابت کہ تندرست ہو کر کافی مدت تک زندہ رہے
 فتح باری و یثربی میں ہے کہ چالیس سال سے بھی زیادہ زندہ رہے، تاہم شاہد ہے کہ شہر
 فاتح فارس بنے، اور پھر اسی تقسیم کی اجازت حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر
 منسوب کرنا سخت جرات ہے، اس حدیث میں تو وصیت ہی کی اجازت کا ذکر ہے۔



معاذ اللہ! یہ کیونکر ممکن کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حق تفتیٰ اور ظلم
 کی اجازت دیں بلکہ مرفوع کلمات مبارکہ میں رعایت جمیع ورثہ کی ہدایت فرمائی اور پانچ حصے
 بیان فرمایا کہ وارث زیادہ میں تو راوی کے قول لحدیکن لہ یومئذ الا ابنتہ کا وہ
 غیر محقق تھے جو مولوی جیسے بیان کیا اگر واقعی ہوتا تب بھی باطل ہو جاتا چہ جائیکہ حاشیہ میں صحیح معنی میں
 ہے جسے کہنے کی سعی حاصل کی گئی پھر قول شامی سے استدلال وہی ادعائے بے دلیل و متناقض
 ہے اور امانت کے طور پر پیغمبر کا مال سپرد کرنا صغیر کے حق کو ثابت کرتا ہے مگر اس کا کیا علاج کہ دلیل
 محرومی بنا رہے ہیں اور اخیر میں فرائض دینی پر یوں مہر تصدیق ثبت کر دی کہ تصحیح ۲۴ سے کہہ رہے ہیں
 حالانکہ پوتی کو ثلث دیا جائے تو تصحیح بالکل بے جا و مغل جاتی ہے، شاید یہی خیال آیا کہ تقسیم ثانی ہر یک
 مگر یہ بھی متناقض مذکور کی وجہ سے باطل ہے، واقعی کسی نے صحیح فرمایا ہے

گر ہمیں متسیان ہاں فتوے دخت و مادر حلال خواہد شد



ایں صوفیوں کی یا فقط لڑکی اور بیویوں کو داشت ہوا ہے۔ اس میں جو شخص بیان کا حاصل
 بیان میرے پہلے فوتے میں ہو چکا۔ راستہ تعالیٰ عہدہ عہدہ جس مجدد و واحد
 صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و صلواتہ و سلامہ و علیٰ آلہ و سلمہ

حضرت مفتی ابوالفیض محمد نور الدین صاحب

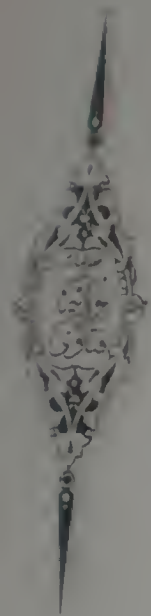
۳ رمضان المبارک ۱۳۸۰ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع عتین اس سلسلے میں، دو بھائی تحقیق میں در یک
 ان کی والدہ حقیقی اور دونوں شادی شدہ بے اولاد، چند دن کے بعد چھوٹا بھائی فوت ہو گیا۔ ب
 توفی کی بیوی اور اس کا بڑا بھائی اور اس کی بیوی اور والدہ یعنی کل چھ افراد شخص ہوئے۔ ب مبین
 ان کے ارض تقسیم کریں۔ بیٹو اتوجروا۔



اگر صورت مسئلہ واقعہ اور صحیح ہے تو ماں کا تیسرا حصہ اور توفی کی بیوی کا چوتھا



باقی سب بھائی کا ہے اور بھائی کی بیوی کا کچھ حصہ نہیں، قرآن کریم میں ہے فلاحہ الثلث۔
 فلاحہ الرابع۔ للرجال نصیب الاثیۃ حدیث شریف میں ہے فلاحہ لدی رجل ذکر
 (متفق علیہ) اور یہی تمام کتب مذہبِ مہذبِ حنفیہ میں مخرج و مخرج سہا اور چوکہ مسد میں ثلث
 اور ربع آگیا ہے لہذا بارہ سے آئے گا کذا۔

میت	زید	مسد از ۱۲	کذا فی لحدۃ والسرعیۃ و غیر
ماں	بیوی متوفی کی	بھائی	بیوی بھائی کی
تیسرا حصہ	چوتھا حصہ	باقی از ۱۲	

و اللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ وصحبہ

و بارک و سلم۔

عزہ الفقیہ ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۸ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر مسدہ کمرٹی و ریام فوت ہوا اور اس کی اولاد نہیں
 کچھ بن بھائی و ایک بیوی مسماہ صباہاں باقی میں تو از روئے قانون وراثت شرعیہ مسماہ صباہاں
 کا و ریام کی کل جائیداد باقی سے کیا حق ہے؟ بینوا تو جروا۔

السائل: عبدالغفور ساکن بارہ پور تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری

ترجمہ کی رو سے یہی کہتے ہیں چوتھا حصہ مقرر فرمایا ہے دین وغیرہ کے بعد وہیں
الرابع ممانت رکھنا نہ دیکھ سکے وہ نہ۔
و اللہ تعالیٰ محمد و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ
و صحبہ و برکات و سلم۔

حمزہ الشفیہ ابوالخیر محمد زور اللہ النعمین غفرلہ

۲ ارزی الحجۃ المبارکہ ۱۴۲۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ندیری مسئلہ کہ سنی محمد علی فوت ہو

اور اس کے پس ماندگان حسب ذیل ہیں :

بیوی مسماۃ گاماں ۲- حقیقی بہن مسماۃ نشان ۳- حقیقی بہن مسماۃ جوائی



۴۷۔ بھتیجی سماء سزاراں ۵۔ احمد دین حقیقی چچہ کا لڑکا

تو شرعاً اس کی جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی، قرض اور وصیت نہیں، کفن دفن ہو چکا ہے

سیدنا توجروا۔

سائل : احمد دین، موضع چک نمبر ۲



شرعاً بیوی کا حق کل ترکہ میں چوتھائی اور بہنوں کا دو تہائی، بانی تحقیقی چچہ کے لڑکے کا ہے اور اختلاط ربع و ثلثان کے سبب مسئلہ ۱۲ سے آئے گا ہکذا،

محمد علی مسئلہ از ۱۲

بیوی گاماں ۳ بہن نشاں ۴ بہن جوانی ۴ عم زاد احمد دین ۱ بھتیجی سزاراں ۵

قرآن کریم میں ہے وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ
نیز قرآن کریم میں ہے فَإِنْ كُنَّ اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الشَّلْثُ مِمَّا تَرَكَتُمْ
حدیث شریف میں ہے مَا بَقِيَ الْفَرَاتُضُ فَلَا وَلِيَ سَاجِلْ ذَكَرُ، اور
اسی سے ثابت ہے کہ بھتیجی محض محروم ہے۔

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى حَبِيبِهِ وَالْم



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شریف متین اندریں مسئلہ بسمی جی فرات ہو
اور تین پوتے مسیان شیرا شریف، محمد زبیر اور پوتی سماء نور الہی اور بیوی سماء عفتت
چھوڑ گیا، ان کے علاوہ اس کے بھتیجے بھی موجود ہیں البتہ لڑکا یا لڑکی نہیں تو شیر عا کے وارث
کون کون ہیں، کفن دفن، جو چکا ہے وصیت و قرض نہیں۔ سائل محمدہ آبادی تحصیل پیاپور
آہم مسعر بظفر



صورت مذکورہ میں وراثت کے مستحق صرف بیوی اور پوتے ہی ہیں کہ اس صورت
میں پوتے اور پوتی لڑکوں اور لڑکیوں کے حکم میں ہیں کہ وہ بھی اولاد میں جن کا کوئی حاجب نہیں
البتہ اگر متوفی کا لڑکا زندہ ہوتا تو یہ مستحق نہ ہوتے تو اس صورت میں بیوی کا آٹھواں حصہ ہے

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ

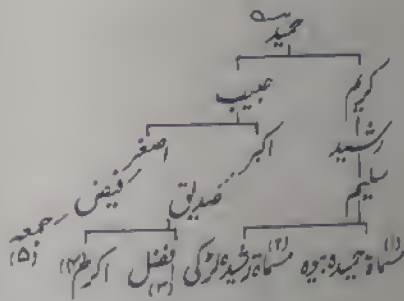
و السلام

نوٹ: یہ سوال قبل ازیں مورخ حکیم بیچ الثانی رحمہ کو سنی غلام از بنگہ حیات کی طرف سے آیا
مگر اس میں بہن مسعودہ دہل در ایسے ہی مستکی بیوی کا بھی ذکر نہیں تھا تو جواب اور دیا گیا اگر
چھج ہے تو جواب بھی وہی ہے اور اگر یہ سوال درست تو جواب یہی ہے واللہ اعلم
بالصواب اور وصیت مذکورہ کا اعتبار نہیں۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۱ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ

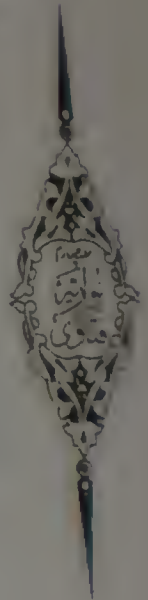
الاستفتاء



مع بعینہ بطرح یک رسول یا مگر ہم اور حق لہذا اندراج

نکالیا کہ جب ایک ہی سبب تغیر الاسماء فقط۔

البر خیر غفرلہ



سليم فوت ہر جانتے۔ مندرجہ ذیل آدمی وارث بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ مسماۃ
حمیدہ ۲۔ مسماۃ رشیدہ لڑکی ۳۔ افضل ۴۔ اکرم ۵۔ جمعہ۔ ان کے حصص ہر جہ شریعت
کیے ہوئے چاہئے۔ سليم توفی اہل سنت سے تعلق رکھتا تھا۔ سليم کے فوت ہونے سے پہلے ان کے
والدین اور صاحب بن فیض، اکبر اور اصغر فوت ہو چکے تھے۔ اب صرف ۵۰۴۰۳۰۰ حیات ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْجَوَابُ
اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْتَوَّابَ الْقَوَّابَ

بریری کا $\frac{1}{8}$ لڑکی کا $\frac{1}{8}$ افضل کا $\frac{1}{8}$ اکرم کا $\frac{1}{8}$ جمعہ کا $\frac{1}{8}$ حصہ ہے۔ مسماۃ سے آئیکا۔

حب ذیل :
سليم
مسماۃ ازہ
سر سب سے پہلی بیوی فوت ہوئی

حمیدہ بریری	رشیدہ لڑکی	افضل	اکرم	جمعہ
$\frac{1}{8}$	$\frac{2}{8}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{8}$

کما فی القرآن الکریم والاحادیث الصحیحۃ والفقہ الحنفیۃ
الملیفۃ - واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وآله

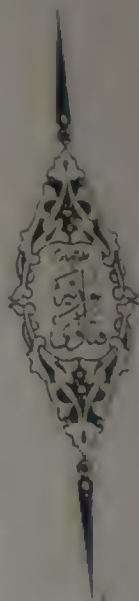
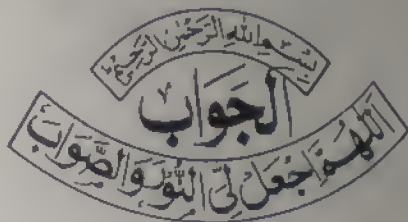
وضحیہ وبارک وسلم۔

عزوة الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

یکم ذی الحجۃ المبارکہ ۱۴۲۵ھ

الاستفتاء

سائل: مغلہ کہہ رہے تھیں کہ فوت ہوا اور ایک لڑکی کا شیراز اور حقیقی بہن مسماۃ صیدال
 وچچا زاد تین بھائی چھوڑ گیا تو شرعاً اس کا ترکہ کس طور پر تقسیم ہوگا اور تمام مال کی وصیت لڑکی کے لئے کر لی ہے
 تو میں وغیرہ کچھ نہیں کہن دفن ہو چکا۔ سائل: رمضان پر ایسے از نوریکے



شرعیہ وصیت بحکم حدیث شریف لا وصیۃ لوارث باطل ہے اور لڑکی کا حق
 بحکم قرآن کریم نصف ہے وان كانت واحدة فلها النصف اور باقی سب بہن کا ہے بحکم
 حدیث شریف اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلو
 اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وسلم

عزیز الفقیر ابو النجیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۳ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۵ھ



کے ہوتے ہوئے بھتیجے کے لڑکے وارث نہیں ہو سکتے، سہ چار سے آئیگا حبیب ذیل،
علیا سلاز ۴

مہیت
سماہ بیانی زوجہ
ماہی برادرزادہ
امیر شمیر بشیر بھتیجوں کے لڑکے
 $\frac{1}{4}$ $\frac{3}{4}$ x x x

کذا فی السراجیۃ وغیرہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی
حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

الاستفتاء

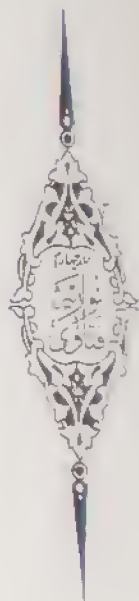
شجرہ نسب
الشیخ بخش

خدا بخش
نصیر
امان علی
ندان

ماگھی اللہ دتہ، بھولا، مولا بخش بھولا
صدو
ملکھی خاں (اپنے الہ کی جیامیں فوت ہو گیا تھا
اب ملکھی کی ایک لڑکی بیان ہوتی ہے۔

غلام نبی بقلم خود

۲۹-۱۲-۵۳



ہاتھی کی نر کی کے متعلق تصدیق کیا جائے، اگر ثابت ہو جائے تو نصف رکع و رہا
 نصف ندان کے عصبات ہاتھی وغیرہ جو بوقت وفات ندان زندہ تھے (کا کراس نے زبانی بیان
 کیا، نصیر ندان سے پہلے فوت ہو گیا تھا اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ندان کی کوئی پوتی بھی نہیں تو
 ہاتھی وغیرہ کل جائیداد کے وارث ہیں۔

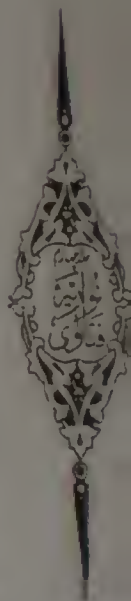
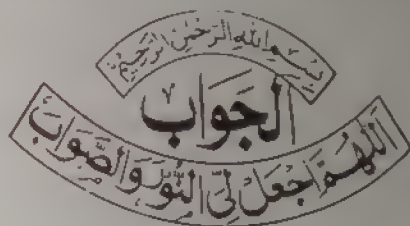
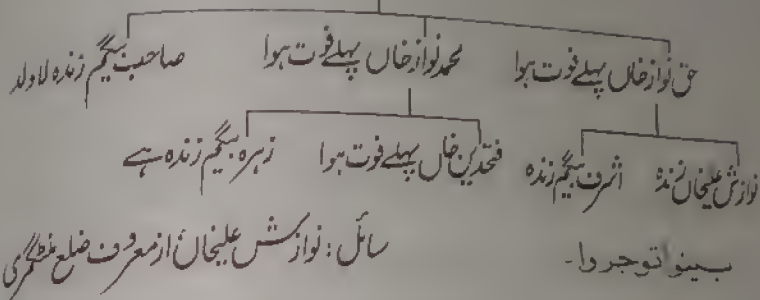
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب ومحبہ وسلم۔

حضرت الغفر ابو الحیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ مستی غلام محمد خاں حسب
 ذیل وارثوں سے فوت ہوا تو اس کی جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی؟

شجرۂ نسب
غلام محمد خاں ترقی

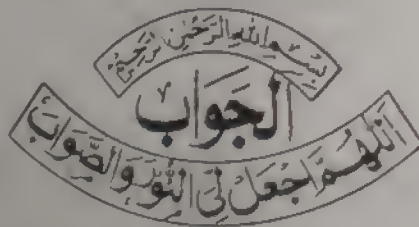


سماۃ صاحب بیگم لڑکی کا حصہ $\frac{1}{8}$ ہے، قرآن کریم میں ہے وان كانت واحدة فلمها النصف، مزاج میں ۸ میں ہے النصف للواحدة، سہمی نوازش علیخان پوتے کا $\frac{1}{8}$ اور سماۃ اشرف بیگم پوتی کا $\frac{1}{8}$ اور زہرہ بیگم پوتی کا بھی $\frac{1}{8}$ ہے، قرآن کریم میں ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (پہ ۱۳۶)، سر اچھی میں ہے والباقی بیئہم للذکر مثل حظ الانثیین۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النبی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں محمد عبدالرحمن بن محمد یعقوب
عبدالغفار و عبدالجبار پسران میاں رحم الدین ہیں، محمد عبداللہ پہلے فوت ہو چکا ہے جس کا ایک
رو کا عبدالعزیز ہے بعد ازاں محمد یعقوب بھی فوت ہوا۔ عرصہ ۳۵/۴۰ سال جو اس نے اس کی
کوئی اولاد نہیں، اس کی ایک بیوی مسماۃ روشن بی بی ہے اور عبدالغفار و عبدالجبار و بھائی
اور بھتیجا عبدالعزیز موجود ہے، محمد یعقوب کا سالم حمزہ زمین مسماۃ روشن بی بی کے نام بطور
فانون انگریزی ہے اور وہ عبدالغفار و عبدالعزیز کو ہسب یا پیڑہ کی صورت میں کل زمین دینا چاہتی
ہے اور عبدالجبار کا حق تلف کرنا چاہتی ہے۔ کیا وہ اس طرح ہسب یا پیڑہ کی صورت میں
دے سکتی ہے اور ایک کی حق تلفی کر سکتی ہے؟ حق بیان کریں تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔
سائل: عبدالجبار موضع ڈولہ پختہ، ۱۰ اشوال الحکمہ ۱۳۸۷ھ



مسماۃ روشن بی بی کل زمین ہسب یا پیڑہ نہیں دے سکتی کہ اس کا حق کل جائیداد میں



صرف ۴۰ ہے باقی ۴۰ عبد الغفار و عبد الجبار کا ہے کہ متوفی محمد یعقوب کے عہد سلطنت و بھائی ایک
 کے ہیں اور عبد الغفار بھتیجے کا حق نہیں سراجی میں ہے اما للزوجات فحالات
 لربیع المواعدة عند عدم الولد و ولد الابن وان سفل
 ص ۷۸ و ۸۰ نیز ص ۱۲ میں ہے شجر جزایہ ای الاخوة شجر بنوهم وان سفلو
 نوروش بی بی اپنا حصہ ۴ بعد از تقسیم بہہ یا پڑہ پر دے سکتی ہے۔

نوٹ : یہ جواب سوال کی واقعیت پر مبنی ہے اگر سوال میں فرق ہو مثلاً ایک بھائی
 حقیقی دوسرا سوتیلیا ہم درجہ یا قریب تر ہیں ہو تو جواب بھی بدل جائے گا۔

ابوالخیر غفرلہ ۱۶ سوال المکرم ص ۷۳

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ

و اصحابہ وسلم۔

حقوہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ ایضاً غفرلہ



الاستفتاء

جناب عالی ! عرض ہے کہ میری ہمیشہ بنام بیگیاں کے نام ۱۸ ایکڑ زمین عطیہ خود اس کو
 ملا ہے اور خاوند اس کا بنام شیر چیلہ گز گیا ہوا تھا اور شیر کے نام آگے زمین ملکیت کی قریب
 ۴۰ سال تھی اور شیر خاوند مائی کا پہلے زمین ملنے سے ۱۴۰-۱۵ سال کا فوت ہو یا ہوا تھا، دو اسکی لڑکی
 تھیں ایک لڑکی فوت ہو گئی اور ایک زندی ہے اس کے نام تو نصف ۹ ایکڑ زمین انتقال ہو گئی

ہے اور دوسرے ۹ ایچہ کا حصہ سے فتویٰ تحریر کیا ہے جو پاکستان اور حدیث شریف اور
کلام پاک میں جو حکم ہو۔

زمین مائی نے خود پیدا کی ہوئی ہے، انشاء اللہ اس میں کوئی غصہ نہ ہوگی۔
الراقم : ہندو توکل لہ دین پاک نہ رہو وہ تحصیل دیاں پور



اگر سوال درست ہے کہ راضی خاص مسماۃ بیگیاں کو عطیہ ہوئی ہے وریگیاں ہی
اس کی مالک تھی تو اس راضی کے وارث بیگیاں کے وارث ہی ہوں گے حدیث شریف
میں آیا ہے من تراث ما لاف لورشتہ متفق علیہ، تو دوسرے ۹ ایچہ کے متفق اس کے
دوسرے بھائی ہوں گے جو سائل نے زبانی زندہ بیان کئے حدیث متفق علیہ ہے، دوسرو
لاولی رجل ذکر قرآن کریم میں ہے والا قربون۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب و آله وصحبه
و بارک و سلم

عزہ اعفیہ برکۃ محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

نوٹ : سائل وہی سوال سابقہ ترسیم شدہ دوبارہ لایا جو درج ذیل ہے :-



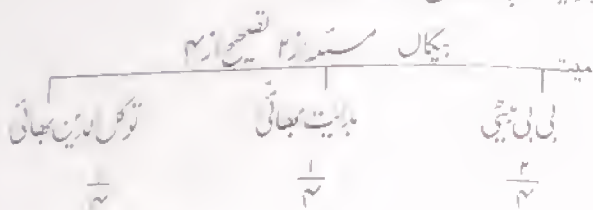
الاستفتاء

جناب عالی! عرض ہے کہ سماء بیگیاں بیوہ شیر مہار فوت ہو گئی ہے اور اسکا
 خاوند قبل ۳۶ سال سے فوت ہوا ہوا ہے، خاوند کی موت کے بعد سماء بیگیاں کو گورنمنٹ کی طرف سے
 زمین بطور عطیہ دی گئی تھی، مائی بیگیاں کی دولڑکیاں بی بی اور ستاں تھیں جن میں سے ستاں
 فوت ہو چکی ہے، اب صرف بی بی زندہ ہے۔ مرحوم ستاں کے دو پسرافضل اور نجاتا و کچی زندہ
 ہیں۔ سماء بیگیاں کے خاوند کے دو بیٹے سادنا اور سید بھی زندہ ہیں۔ ہم سماء بیگیاں کے حقیقی
 بھائی ہدایت اور توکل الدین بھی زندہ ہیں۔ برائے مہربانی فوتہ حقیقی اور نزدیک وارثان کو دیا جاوے۔
 سائل: توکل الدین ولد خوشحال جٹ مہار چک ۵۵ تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری
 ۲۴ ذی قعدۃ المبارک ۱۳۷۳ھ



سائل نے زبانی بیان کیا کہ سماء ستاں دختر بیگیاں بیگیاں سے پہلے فوت ہوئی ہے
 تو شرعاً متوفیہ بیگیاں کے وارث سماء بی بی دخترش اور ستمیان ہدایت اور توکل الدین حقیقی بھائی

ہیں۔ بی بی کا نصف اور عیالیت و توکل الدین کا باقی نصف نصف و نصف ہے۔ توکل الدین کا نصف
 ہے و ان کا نصف و حدة فلها النصف و عیالیت تنفق عیالیت سے قبول اولی
 رجل ذکر توپہ چارے صحن: برگا ملک:



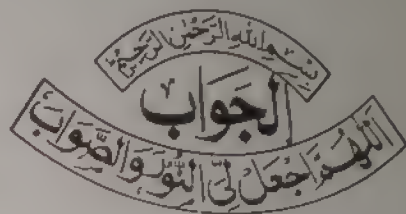
ناض و نجات و سپرین سٹا اور سادو سید سپرین برادر زوج بی بی محمد ہیں۔
 واللہ تعالیٰ عید و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و سیدہ

عزہ الغمیر الراجحہ محمد نور الشامی غفرلہ

الاستفتاء

کیا ذہن میں سمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک شخص کو نہال کی طرف سے
 یعنی نانا کی جائیداد غیر مقورہ رضی بذریعہ بی بی بی، کچھ غرضہ کے بعد وہ شخص فوت ہو گیا۔ اسکی
 یہ لکیر اراضی کا ۱/۴ حصہ اس کے والد اور ۱/۴ حصہ اسکی والدہ کے انتقال ہو گیا۔ اب اس کے سال
 کے بعد اسکی والدہ بھی فوت ہو گئی۔ اب اسکی والدہ کے مذکورہ ۱/۴ حصہ جو اس کے بیٹے کی طرف سے
 انتقال ہوا تھا کون حصہ دار ہے جبکہ متوفیہ مذکورہ کا کوئی تھقیقی باپ، بھائی بہن، بیٹا وغیرہ کوئی نہیں ہے
 البتہ اس کا خاوند زندہ ہے اور اس کے خاوند کے نہیں لڑکے دوسری بیوی سے موجود ہیں۔

سائل نے زبانی بیان کیا کہ متوفیہ کے جدی رشتہ دار جو پڑا ادائیں ملے ہیں وہ جو ہیں
بمعرفت مولانا محمد صدیق صاحب حجرہ شریف



متوفیہ کا خاوند ۱/۲ حصہ کا مستحق ہے، قرآن کریم میں ہے وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ
اِذَا جَاءَكُمُ الْمَوْتُ مِنْكُمْ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اِذَا جَاءَكُمُ الْمَوْتُ مِنْكُمْ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ
الولد اور باقی ۱/۲ جدی مردوں کے لئے ہے جو عصبیات میں، حدیث شریف میں ہے الحقوا
الفرائض باہلہا فما بقی فہو لاولیٰ رجل ذکر (متفق علیہ) مشکوٰۃ
صحیح المغالبع ص ۲۲۳، سراجی ص ۴ میں ہے ثم بالعصبات من جهة النسب
ص ۱۵ میں ہے ثم فی اعمام ابیہ ثم فی اعمام جدہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ
و اصحابہ و بارک وسلم۔

حقرہ الفقیر الراجی محمد نور الدین النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ تیسرا دہشتہ

ولد شاہ دین شاہ سکھ محبوب شاہ تحصیل دیبا پور ضلع فٹنگری کے لاولہ دزینہ نہ ہونے کی وجہ سے
 اپنی جائیداد منقولہ وغیرہ منقولہ برائے وصیت اپنی بیوی مسماۃ زہرو بی بی کو وارث قرار دیا مسماۃ زہرو بی بی
 کئی بیات کے بعد جائیداد کا وارث و قائم مقام دونوں لڑکیوں مسماۃ گاما بی بی و شفا بی بی کو قرار دیا۔
 مسماۃ شفا بی بی بحالت ناکتختائی میں ہی فوت ہو گئی۔ مسماۃ زہرو بی بی نے اپنی جائیداد اپنی وصیت
 مسماۃ گاما بی بی کو مورخہ ۲ فروری ۱۹۲۳ء قائم مقام مقرر و تسلیم کیا مسماۃ گاما بی بی کی شادی
 مسٹی جہاں شاہ نمبردار سکھ محبوب شاہ سے ہوئی۔ عرصہ ۱۲۔۱۳ سال کے بعد جہاں شاہ نے ایک
 اور شادی کر لی۔ مسماۃ گاما بی بی کی والدہ مذکورہ کے فوت ہونے پر وارثان بازگشت میں جائیداد
 کے حقدار بننے کا جھگڑا کیا، زرعی جائیداد کا انتقال پانچواں حصہ مسماۃ گاما بی بی کو دیا گیا اور
 چار حصے وارثان بازگشت نے تقسیم کر لیا جس کے بعد مسماۃ گاما بی بی نے وصیت بذریعہ جہری
 اپنے سوتیلے لڑکے مسٹی مظہر حسین شاہ کے حق میں ۵ مارچ ۱۹۲۶ء میں کی اور جس میں درج کرایا کہ
 وارثان نے مجھ سے دھوکہ کیا تھا، اب میں بارضامندی مظہر حسین شاہ کو وارث قائم مقام قرار دیتی ہوں
 اب مسماۃ گاما بی بی ماہ نومبر ۱۹۵۶ء کو فوت ہو گئی جسے جس کی جائیداد اب کس طرح تقسیم ہونی ہے
 بذریعہ شریعت، فتویٰ دیا جائے۔

نوٹ: مسماۃ گاما بی بی لاولہ فوت ہوئی ہے اور اس کے سوتیلے بہن بھائی بھی نہیں اور

عصبیات ہیں۔

سائل: سید جہاں شاہ ولد سید غلام قادر شاہ نمبردار

سکھ محبوب شاہ تحصیل دیبا پور ضلع فٹنگری

۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۵ھ



مسماۃ گماں بی بی کی کل جائداد جو کس دین اور قرض ادا کرنے کے بعد بچی اسکا تیرا
حصہ مظهر حسین شاہ کو دیا جائے اور باقی کا نصف جمال شاہ خاوند کا ہے اور باقی ماندہ عصبہ کچے ہاں اگر جمال شاہ خاوند
اور وارث عصبہ اجازت دے دیں تو باقی دونوں حصے بھی مظهر حسین شاہ کو دے جائیں اور اگر
سب اجازت نہ دیں اور بعض دیں تو اجازت دینے والوں کے حصے دے جائیں اور باقی اپنا
اپنے لیں، فتاویٰ عالمگیری میں ہے ثم تنفذ وصایاہ من ثلث ما یبقی بعد الکف و
الدين الا ان تجیز الورثۃ اکثر من الثلث ثم یقسم الباقی بین الورثۃ
على اسهام السیرات۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و حکم و صلی اللہ
تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ واصحابہ و بارک و سلم۔

حضرہ الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۵ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ بچہ نے اپنی بیوی کو طلاق

دی اور اس پیروی سے ایک لڑکا تہ بچہ کر کے دوسری شادی کر لی ہے جس سے وہاں کوئی ورہ نہیں ہے کہ بکری فوت ہو گیا۔ اب مسئلہ درمیش ہے کہ توفیق کی وراثت کو نقد کوئی سہہ پہرہ چھڑ



سائنس نے زبانی بیان کیا کہ مصافحہ کی حدت قبل وفات پوری ہو چکی تھی اور متوفی کے والدین اور دادا و امی، نانا نانی زندہ نہیں تھے تو اندریں صورت انکھواں حصہ بیوی کلبہ اور باقی کھل لڑکے کا ہے۔

وَبَدَّ قَائِلُ عَمْرٍو عَن جِلِّ مَجْدِهِ تَعَالَى وَحُكْمِهِ وَصَلَّى تَعَالَى
عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

ضمہ الفقیر ابو نجیر محمد نور اللہ النیسری غفرلہ

۱۷ رجب المرجب ۱۲۸۵

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ زید انگریزی دور میں فوت ہوا، ایک

لو کی، دو بیویاں اور کچھ اور عصبے زندہ تھے مگر انگریزی قانون کے مطابق نصف جائیداد بطور
گزارہ، ایک بیوی کے نام منتقل ہوئی اور دوسرا نصف دوسری بیوی کے نام، بعد ازاں ایک
بیوی اور لو کی جو اسی کے پیٹ سے تھی، فوت ہو گئیں اور اس مستفیض بیوی کی جائیداد وارثوں میں
تقسیم ہو گئی۔ اب دوسری بیوی فوت ہوئی ہے اور اس کے دو حقیقی بھتیجے اور دو بھتیجے کے لڑکے
موجود ہیں اور متوفی زید کے عصبات اور ایک نواسہ بھی موجود ہیں تو اندریں صورت اس مستوفیہ
کے بھتیجوں اور بھتیجے کے لڑکوں کو اس نصف جائیداد سے شریک چھوڑ سکتا ہے یا نہیں؟

ببینو اسوجرد

نوٹ : اس دوسری بیوی کے والدین اور بھین، بھائی اور خاندان نہ ہیں



اس نصف جائیداد میں اس بیوی کا حصہ زید خاندان سے آقاؤں بقا تو وہاں سے
حصہ اس کے دونوں بھتیجوں کا حق ہے اور باقی بچہ حصے حسب دستور شرع زید کے ورثہ کے ہیں
قرآن کریم میں ہے نہرجال نصیب ممالک الوالدان ولا حرمون احیث
پاک میں ہے فلا ولی رجل ذکر استفق علیہ، فتاویٰ مالکیہ ج ۴ ص ۴۰۴ میں ہے
فاقریب العصبات الی ان قالوا ابن الاحم تو بیوی کے بھتیجوں کے ہوتے ہوئے بھتیجے



کے لڑکوں کو کچھ نہیں ملتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ صلوات جلال مجدہ اللہ و حکمہ و صلی اللہ
تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک و سلمہ ۔

حرمہ الغیبیہ الباقیہ الخیر الخیر نور اللہ العالیٰ غفرلہ

۲ شعبان ۱۴۴۲ھ بمطابق ۲۰۲۱ء

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین و اندرین مسئلہ کہ متوفی کسی حنفی کی ایک
لڑکی و تین حنفی جہاد ، ایک ہمشیرہ ، و ایک بیوی ہوتی ہیں تو کیا لڑکی کو شمن نکال کر باقی کا نصف
لے کر لڑکی کا نصف ، ہمشیرہ و بیوی حصہ پائے گی یا نہیں ؟
مستفتی : حاجی توفیق ، ساکن چیت ، ٹھیکہ ۱۰۱۰ نزد مارواڑہ ضلع منٹھری



ایک لڑکی کے لئے کل لڑکی کا نصف ہے ، قرآن کریم میں ہے و ان کانت

وحدہ قلب النصف ورفاوی عالمگیر ج ۴ ص ۴۰۳۔ سر جیو ص ۸ وغیرہ میں ہے
 نصف لہو وحدہ یعنی کیل ٹوکی کے لئے نصف ترکہ ہے۔ وژمن کمال کربانی کا نصف پڑ
 کا نصف نہیں بن سکتا بلکہ وہ تو باقی کا نصف ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں سبھا ورنہ ہی کسی
 حدیث شریف میں ہے وکسی کتاب فقہ میں بھی نہیں لکھا جس نے یوں کہا اس نے محض
 فتر کیا۔ حقیقی ہن بھی بھائیوں کے ساتھ ضرور حصہ دار ہے، قرآن کریم میں ہے وان کما
 اخوة رجال وساء فذلک کر مثل حظ الانثیین یعنی اگر بھائی بہن ہوں تو مرد و
 حصہ و عورتوں کے برابر ہے اور یہی فتاویٰ عالمگیر ج ۴ ص ۴۰۴۔ و سر جیو ص ۱۰ میں ہے ومع
 لایخ لایب و ام لذلک مثل حظ الانثیین تو روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ بہن
 حصہ دار ہے گو اس کا حصہ بھائی کے برابر نہیں بلکہ اس سے آدھا ہے کسی کا یہ کہنا کہ ایسی
 صورت میں حقیقی ہن حصہ نہیں پاتی قلنا قابل اعتبار نہیں۔

وَلِلّٰهِ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَعَلِمَ جَلَّ جَدَدُهُ تَمَّ وَحُكْمُهُ وَصَلَّى تَعَالٰی
 عَلٰی حَبِیْبِهِ وَاٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَبَارُکَ وَسَلَامُ

حزیرہ الفقیہ الباکیر محترم نور اللہ تعالیٰ غفرلہ

۲۵ ربیع الثانی ۱۲۹۹ھ ۵۹-۱۰-۲۸

الاستفتاء

فتلہ دانا، ولوی محمد نور اللہ صاحب مدظلہ

آداب کے بعد عرض ہے کہ فتویٰ کو مندرجہ ذیل مسئلہ کا حل دریافت کرنا مطلوب ہے

میری ہمیشہ صاحب جس کو میرے والد صاحب مرحوم کے ترکہ میں سے حصہ وراثت پہنچاتا ہے۔ بد
وقت ہو چکا ہے۔ اس کا خاندان جیتا ہے در اس سے کوئی درد نہیں ہے لہذا اس کو کس ترکہ
کس نسبت سے تقسیم کیا جائے۔ اس کی والدہ صاحبہ اور بندہ پروردہ حقیقی جیتا ہے۔

ساتھ : محمد رفیع خاں والدہ یقین بخش



خاندان کا نصف کس ترکہ ہے۔ قرآن کریم میں ہے وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ
ازواجکم من بعدہم۔ اور والدہ کا ثلث یعنی کس ترکہ کا ۱/۳ اور باقی سب پروردہ
حقیقی کا ہے۔ قرآن کریم میں ہے وَنِسْفَ لِكُلِّ عِدَّةٍ مِّمَّ هُوَ رَءُ لِكُلِّ عِدَّةٍ مِّنْ
قرآن کریم میں ہے مِمَّ۔ مطلب مسئلہ سے صحیح ہے حسب ذیل :

مستند از

محقق

والدہ

خاندان

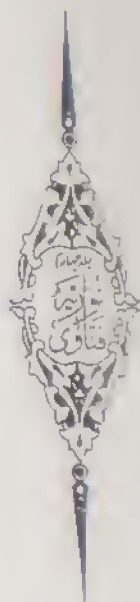
وَاللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الصَّالِحِينَ

و صاحب و بارگاہ سلم

عبد الفتاح محمد رفیع خاں

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر اس مسئلہ کہ ایک خاتون جسے باپ کے ترکہ سے حصہ ملا
 لادار فوت ہوئی اور اس کا خاوند اور والدہ اور برادر حقیقی زندہ ہیں تو اس کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟
 سائل: محمد الیوب خاں ولد محمد یعقوب خاں



خاوند کا حصہ $\frac{1}{4}$ ہے، قرآن کریم میں ہے وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ
 ان لم یکن لهن ولد۔ ترجمہ میں ہے النصف عند عدم الولد الخ اور والدہ کا
 $\frac{1}{2}$ ہے۔ قرآن کریم میں ہے فَلَاحِمَ التَّلِثِ اور ترجمہ میں ہے وَثُلُثُ الْكُلِّ عند عدم
 هؤلاء اور باقی برادر حقیقی کا ہے۔ حدیث متفق علیہ میں ہے فَلَاحِمٌ سِرْجِلٌ ذَكَرٌ اور ترجمہ میں
 ہے ثم جزء ابیہ ای الاخوة مسئلہ ۶ صحیح ہے سب ذیل :

مستند از خانوان
میت خاوند
والدہ
۲
۳

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ
راضیہ و باریک وسلم۔

حرمہ الغیرہ البراکہ محمد نور اللہ اللہ و غفرلہ

شب ۳ شعبان معظم ۱۳۵۷

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ ایک شخص فوت ہوا
حالانکہ اس کی ایک لڑکی ایک بیوی اور ایک بھائی زندہ ہیں ان کے سوا کوئی اور قریبی ورثہ
نہیں تو شرعاً اس مرنے والے کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے؟
سائن ۔۔۔۔۔



میت کے کفن و دفن اور قرض و وصیت سے جو بچے، اس کا نصف لڑکی کا حق ہے

در آٹھوں حصہ بیوی کا ہے، باقی سب بھائی کا ہے۔ یہ مسئلہ ۸ سے صحیح ہوگا، حسب ذیل

مسئلہ از ۸		
بیوی	لڑکی	بھائی
$\frac{1}{8}$	$\frac{2}{8}$	$\frac{3}{8}$

قرآن کریم میں ہے من بعد وصیۃ یوصی بہا و دین نیز قرآن کریم میں ہے فان کان نکم و لد فلہن الثمن نیز ہے وان کانت واحدة فنبھا النصف نیز ارث عادیث شریفہ ہے ما بقیتہ صحاب الفرائض فلا و قی رجل ذکر۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ

و باریک و سلم۔

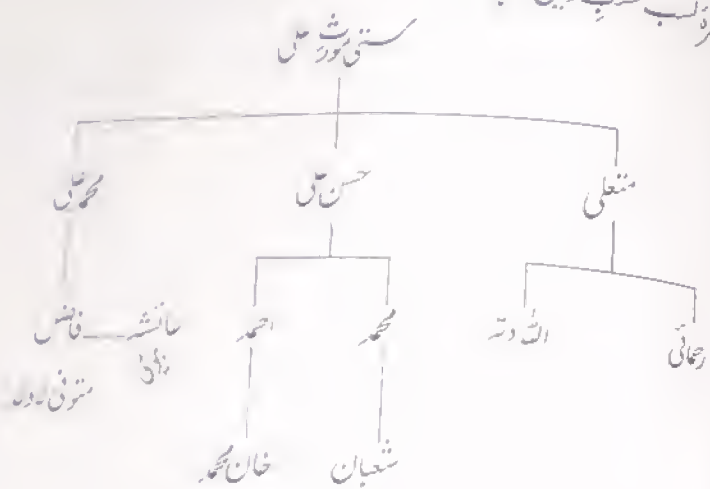
حضرہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

مؤرخہ ۲۸ محرم الحرام ۱۳۸۰ھ ۲۳-۶-۶۰

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ سہمی فاضل ولد محمد علی الاولہ فوت ہوا ہے اس کے والدین اور اس کے دونوں تائے اور تائے کے لڑکے پہلے فوت ہو چکے ہیں البتہ اس کے ایک تائے کا لڑکا سہمی اللہ دتہ اور تائے کی لڑکی سقاہ علی

درستے شعبان بمبئی خان محمد دوسرے تائے کے پرستے اور سہ ماہیہ بیوی بہو و بیوی
شجرہ نسب حسب ذیل ہے :



تازہ روزے شرع مطہ فاضل کی وراثت کس طرح تقسیم ہو۔ بھینو تو جو و۔

سائل بمبئی اللہ دتہ مستعلی کو کھرجک $\frac{2}{5}$ تحصیل دیا پھر ضلع منظم کی نشان تھکان



صوت مندرجہ بالا میں دیوں کا چوتھا حصہ ہے۔ سراجی ص میں ہے السوم
للوحدۃ خمس عدد ۵۔ باقی سب مستعلی دتہ کا ہے کہ دو حصہ قرب ہے۔ سراجی ص ۴
میں ہے شجرہ حردای الزمہم شہ بنو محمد اور شعبان اور خان محمد چونکہ
دور ہیں لہذا محروم ہیں۔ سراجی میں ہے لا اقرب ولا اقرب برحور بقرب الدرجة

اور سماء رحمتی بھی محروم ہے۔

و اللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وال

و صحابہ و بارک و سلم۔

حقیر الفقیر البواکیر محمد نور الشدائیں غفرلہ

۱۰ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ ۲۰-۱۳-۲۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت لادولہ
رضائے الہی سے فوت ہو گئی جس کے والدین اور خاوند زندہ ہیں اسکی جائداد کس طرح تقسیم کرنی چاہیے؟
السائل : نیاز علی شاہ از قادر آباد فقط



خاوند کا حق کل ترکہ کا نصف ہے۔ قرآن کریم میں ہے وَلِکُلِّ نَصْفٍ مَا تَرَکَ



ازواجکم ان لم یکن لهن ولد اور باقی سب والدین کا ہے۔ اس کے دو حصے باپ کے
اور تیسرا حصہ ماں کا ہے۔ قرآن کریم میں ہے فان لم یکن ل ولد و وراثۃ ابوہ
فللمثلث۔ مرآۃ میں ہے وثالث ما بقی بعد فرض احد الزوجین
وذلك فی مثلتین زوجه و یوین احد

حب القوام یہ سہہ چھپے گئے گا۔ حسب ذیل :

عورت سہہ اچھ

بیٹہ	باپ	خاوند
$\frac{3}{6}$	$\frac{2}{6}$	$\frac{1}{6}$

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و

الحم وبارک و...

مترجمہ الفقیر ابو یحییٰ محمد نور اللہ النیسینی غفرلہ

۳-۵-۶

الاستفتاء

بخدمتِ قدس الحاج قبلہ فقیر اعظم مدظلہم العالی

از حیث پور ۳۰/۱۲

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتی مشرع متین دریں مسئلہ کے بارے میں کہ زیادہ

بگردنوں بھائی ہیں، نزدیک بھائی ہے اور بکر چھوٹا بھائی ہے، دونوں بھائی شادی شدہ ہیں
 زید کے ہاں تین لڑکیاں ہیں دو شادی شدہ ہیں اور ایک کنواری ہے، زید کا بھائی بکر فوت
 ہو گیا ہے، بکر کی بیوی صرف ایکلی ہے، بکر کا کوئی لڑکا لڑکی نہیں ہے (اگے ایسے واقعات
 ذکر ہے جو استفسار کے لئے ضروری نہیں لہذا درج نہیں کئے)

السائل : امراؤ خاں میو حصہ دار جیل پور

۳۰-۱۲-۶۲



شرنا بکر کی بیوی کا چوتھا حصہ ہے۔ قرآن کریم میں ہے و لیس الریبع مما لکرمکم
 ن نسبیکن لکم ولید یعنی بیویوں کے لئے چوتھا حصہ ہے اگر میت کا کوئی بچہ نہ ہو تو وراثتی
 تمام زید کا حق ہے۔ قرآن کریم میں ہے للرجال نصیب مما ترکوا النساء و
 الاقربون یعنی مردوں کا حصہ ہے اس مال سے جو ماں باپ چھوڑ کر فوت ہوں اور زیادہ
 قرابت والے تو چھوٹے بھائی زیادہ قرابت والا ہے لہذا اس کو حصہ ملے گا جس کی تشریح حدیث پاک
 نے کی ہے ما ابقیت الفراءض فلا ولی سرجل ذکر یعنی جو قرہ کردہ حصوں سے بچے
 وہ تمام ایسے مرکا حق ہے جو رب سے زیادہ نزدیک ہو تو اس صورت میں چونکہ مقرر کردہ حصہ قرآن
 چھوٹا ہے جو بیوی کا حق ہے تو باقی تمام حکم قرآن کریم اور حدیث پاک زید کا حق ہے جو

بھائی ہے اور یہی سرسبز جیہ اور فتاویٰ عالمگیر اور دوسری تمام کتب فقہیہ میں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و

و صحبہ و بارئ و سلم۔

نوٹ : یہ حکم اس دعوت میں ہے کہ زید اور بکر دونوں حقیقی بھائی ہوں یہ سوتیلے

مگر باپ ایک ہی ہو۔

مردہ الفقہ ابو نعیم محمد بن ابراہیم بن علی بن محمد بن

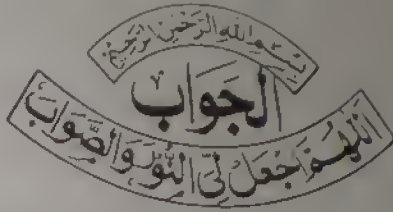
۳ - ۶۳

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شریعتین اندریں مسئلہ کہ کسی نور الدین
متوفی کے وارث حسب ذیل ہیں : دو بیویاں مریم بی بی و جنت بی بی و دو لڑکے محمد ضعیف
ضعیل احمد اور چار لڑکیاں سہارا سہارہ مریم بی بی فیض اسی و زینب بی بی زندہ ہیں و ایک
لڑکے سمی محمد رمضان جو نور الدین کے عین حیات میں ہی فوت ہو چکا ہے کی لڑکی سماؤ زعم بی بی
بھی موجود ہے کیا شرعاً سماؤ زعم بی بی بھی نور الدین کی وارث ہے یا نہیں ؟
سائل : محمد ضعیف ولد نور الدین مرحوم زلد حیوالتھیل دیپال پور ضلع مظفر گڑھ

۱۲/۹/۲۷





شرعاً رکوں اور رکڑیوں کی موجودگی میں پوتی وارث نہیں بن سکتی کسافی
الرجیة و الهندیة وغیرہا۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ
اصحابہ وبارک وسلم۔

صدر الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۲۶ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ سنی فضل الدین ولد سغریٰ سلم شیخ
کی بیوہ ہے، میرے خاوند کے فوت ہونے کے بعد میرے سوتیلے لڑکوں نے مجھے مار پیٹ کر
گھر سے نکال دیا اور گھر کے تمام اثاثہ سے محروم کر دیا ہے۔ میرے خاوند کی فوتیگی کے بعد

حسب ذیل مویشی اور زویرات میری کھول میں تھے جو مجھے گھر سے نکالتے وقت چھین گئے
ہیں، کیا ان اشیاء میں سے میرا کسی شے پر حق شرعی حکم سے ہے یا نہیں؟

- ۱۔ نام رکھاں سنہری وزنی ۲ تولہ
- ۲۔ بید سنہری وزنی ۳ تولہ
- ۳۔ نیاں سنہری وزنی ۱ تولہ
- ۴۔ تختی خورد ۱ تولہ کل وزن ۳ تولہ
- ۵۔ خست چاندی وزنی ۲۰ تولہ
- ۶۔ خست خورد وزنی ۵ تولہ
- ۷۔ کنگن دو جوڑے وزنی ۳ تولہ
- ۸۔ گڑیاں دو جوڑے وزنی ۶۰ تولہ
- ۹۔ چوڑا مچھکچنگ وزنی ۲۰ تولہ
- ۱۰۔ پینگ رنگین قیمتی ۲ روپے
- ۱۱۔ پٹری رنگین قیمت - ۵ روپے
- ۱۲۔ متال کانسی قیمت - ۷ روپے
- ۱۳۔ چھٹا کانسی قیمت - ۸ روپے
- ۱۴۔ صندوق ۲ عدد - ۴۰ روپے
- ۱۵۔ بستر ۲ عدد قیمت - ۵۰ روپے
- ۱۶۔ پرات پتل قیمت - ۲۰ روپے
- ۱۷۔ کڑیا پتل قیمت - ۱۲ روپے
- ۱۸۔ جکی قیمت - ۸۰ روپے
- ۱۹۔ گدھی دو کلام قیمت - ۳۰ روپے
- ۲۰۔ بکریاں دوکان قیمت - ۲۵۰ روپے
- ۲۱۔ بھٹری چالیس کان قیمت - ۲۰۰ روپے
- ۲۲۔ چار پائیاں ۴ عدد قیمت - ۳۲ روپے
- ۲۳۔ نقد روپیہ - ۵۰ روپے

نوٹ : ملاحظہ فرمادیں کہ والدین مجھے میری شادی کے وقت دی تھیں انہوں نے
گھر میں چھوٹی بڑی اور بھی کئی اشیاء تھیں۔

سائلہ : فدویہ ام بی بی جو فضل الدین ساکن بھانہ صاحبہ، تھانہ مٹی پیر سنگھ

ضلع ساہیوال

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْجَوَابُ
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي الْقَوْلِ وَالصَّوَابِ

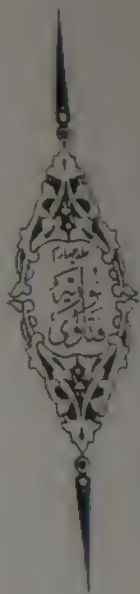
وہ چیزیں جو سائلہ کے والدین نے سائلہ کو دیں وہ سائلہ کی ہی ہیں اور باقی سب مال جو مستحق فیض الدین کی تجہیز و تکفین اور دوسرے امور سے بچا اس کا اٹھواں حصہ بھی سائلہ کا ہے، یہ حکم قرآن کریم اور حدیث پاک کا ہے جو فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں مفصل مذکور ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و محبوبنا الاعظم
 مولانا محمد والہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

حقوہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۴ صفر المظفر ۱۳۸۹ھ

۶۹-۱۱



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو حسب دستور یکے بعد دیگرے ایک ایک طلاق کے تین نوٹس اپنی صحت اور ہوش و

حراس سے بھیجے بعد ازاں بیمار ہو کر فوت ہو گیا تو کیا وہ عورت اس کی وارث ہو سکتی ہے یا نہیں؟
سائل محمد انور ولد ماجھی محمد دارالبصیر پور پشتریف
محمد انور بقلم خود ہے



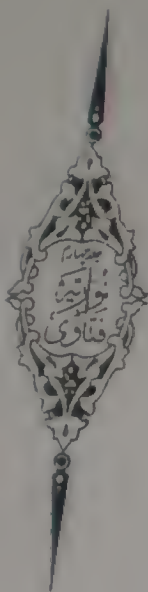
اگر وہ شخص مطلقہ کی عدت پوری ہونے کے بعد فوت ہوا تو وارث نہیں ہوگی،
فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۰۵ ولو انقصت عدتها ثم ماتت لم ترث۔
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و
علی آلہ واصحابہ اجمعین و باریک وسلم۔

فتوہ الفقیر الباقی محمد نور الدین غفرلہ

۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۰ھ ۷-۸-۷۰

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو ایک طلاق رجعی دی

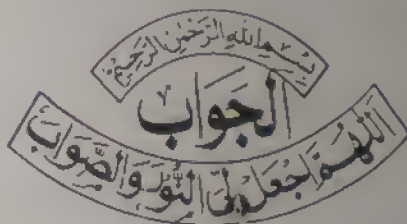


اور اس کے بعد اس نے پھر رجوع کر لیا اور طلاق واپس لے لی کیا وہ اس کی جائیداد کے
تقدیر سے یا نہیں اور وہ فوت ہو گیا ہے۔

۲۔ اسی طرح اس کی لڑکی بھی سب سے اور بھائی بھی ہیں، کیا وہ بھی جائیداد کے تقدیر میں
یا نہیں؟ کیا لڑکی کتنے حصہ کی مالک ہے؟

فتویٰ کی طالبہ

جنت بی بی



اگر عورت سوال صحیح اور واقعی ہے تو وہ عورت بوقت وفات اس شخص کی باقاعدہ بیوی
ہے جو کچھ قرآن کریم اس کی جائیداد کے ٹکڑوں حصے کی وارث ہے اور جب اس کی صرف ایک
لڑکی ہے تو وہ لڑکی نصف جائیداد کی وارث ہے اور باقی ماندہ جائیداد بھائیوں کی ہے بحسب
حکم قرآن مجید و مذهب المذہب الحنفی۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و علیٰ آلہ

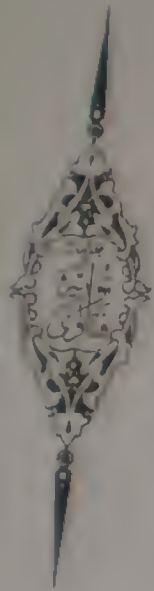
صمد الغفران ابو الخیر محمد نور الدین علی علیہ السلام

۹ رجب المرجب ۱۳۹۰ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اندریں صورت کہ متوفی گرجے میں قلم و درجہ کے درجہ میں سے صرف اس کی دو بیویاں مسماۃ روشنائی اور مسماۃ گاماں موجود ہیں پہلی بیوی روشنائی میں سے تین لڑکے حق نواز شاہ محمد عطاء محمد اور دوسری بیوی گاماں میں سے تین لڑکے سید احمد قطب الدین، غلام رسول اور دو ہمیشہ گون ولاں بی بی اور شرفاں بی بی موجود ہیں جو گرجے میں چھوڑ کر فوت ہوئے ہیں اس کے دراشت کے انتقال ہو گئے تھے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ جب پہلی بیوی روشنائی میں سے حق نواز لا ولد فوت ہوتا ہے تو اس وقت اس کا سگہ بھائی عطاء محمد موجود تھا اور گاماں میں سے سید احمد قطب الدین اور ان کی دو ہمیشہ گان موجود تھیں اور اسی طرح جب گاماں میں سے غلام رسول لا ولد فوت ہوتا ہے تو اس کے سگہ بھائی سید احمد قطب الدین اس کی والدہ اور دو ہمیشہ گان موجود ہیں اور روشنائی میں سے حق نواز شاہ محمد اور عطاء محمد موجود تھے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ متوفی حق نواز اور غلام رسول کی دراشت کے کون کون حقدار ہیں؟



حقیقی بھائی عطا محمد ہی ہے اور سوتیلی بہن بھائی ورثہ میں کیونکہ قرآن و حدیث میں ہے
 بَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ لَا يَرَوْنَهُمَا أُنْصُرُوا هُوَ رَاضٍ عَنْهُمْ
 وَ لَا يُنْصَرُ عَلَيْهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ خَبِيرٌ
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

مذہب اہل حق پر جو کچھ نازل ہو اس میں
 دشمنوں کو کفر سے روکنا

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین مدظلہ العالی کہ اگر کسی نے بخش و افغان بن کر نہ چھوڑا ہے
 مکہ بصرہ پر جب فوت ہوا اس وقت اس کی لڑکی مسعودہ خان بی بی وہ بوی جنت بی بی وہ مسعودہ
 مسعودہ خان بی بی اور کچھ عورتیں جاتی رہیں وہ بھی مسعودہ خان بی بی فوت ہوئی تو اس کی بہن
 مسعودہ خان بی بی زندہ رہی وہ اس مسعودہ خان بی بی وہ مسعودہ خان بی بی فوت ہوئی تو اس کے
 ورثہ لڑکی خان بی بی اس خان بی بی فوت ہوئی تو اس کا ورثہ ایک لڑکی اس خان بی بی وہ بوی جنت
 تو دریافت طلب یہ رہے کہ کسی نے بخش و افغان بن کر نہ چھوڑا ہے
 سائل: اہل حق پر جو کچھ نازل ہو

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْجَوَابُ
 اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ اَثْوَابَ الصَّوَابِ

سنی اللہ بخش کو نبی بخش کی جائیداد سے سولہواں حصہ ملتا ہے کیونکہ سہ ماہیت بی بی
 زوجہ نبی بخش کا حق اٹھواں حصہ ملتا ہے اور خنت بی بی فوت ہوئی تو اس اٹھویں حصے نصف
 جو سولہواں حصہ ہے سہ ماہ صراح بی بی کا حق تھا جو اس کی وفات کے بعد اس کے لڑکے اللہ بخش
 کا حق ہے۔ قرآن کریم میں ہے فان کن لکم ولد فمنہم النشمن اور سرحدی میں ہے
 والنشمن مع الولد یعنی خاوند کی اولاد ہو تو بیوی کا حق وراثت سمجھواں حصہ ہے صحیح بخاری
 ج ۲ ص ۹۹۸ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے النصف ثلاثین
 و النصف ثلاثین ص ۱۰ میں ہے ولھن نسائی مع نسائی یعنی میت
 کی ایک لڑکی اور ایک بن ہو تو بن کا نصف حصہ ہے۔

و اللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و
 آلہ واصحابہ و اہل بیتہ وسلم۔

عمرہ الفقیہ ابو الجبر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۴ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ

الاستفتاء

علمائے دین و شریعتین کیا فرماتے ہیں بچہ اس سسر کے کہ مجھ سے میرا بھائی
تھا جس کے پاس کوئی اولاد نہ تھی۔ اس کو فوت ہوئے چار سال گزر گئے ہیں۔ اس کے بعد اس کی
صرف بیوی تھی۔ میں نے اپنے بھائی کی جائیداد کو کوئی محال نہیں کیا کہ یہ ہووے جسے مگر پندرہ
ہو چکے ہیں کہ میرے بھائی کی بیوی فوت ہو گئی۔ میرے بھائی کی جائیداد اللہ کی زیور میں خوشی
پائی ہیں جو کہ میری بھانجہ کا بھائی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں حقار ہوں اور آپ حقار نہیں ہوں
میرے حق کے متعلق شرعی ثبوت فرمادیں۔

میرے باپ اور اس فوت ہو چکے ہیں۔ میرے سوانہ اور بھائی ہے اور

زبہن ہے۔

اب اس کی اولاد کو کچھ قوم ہمارے ساکن جیٹھ پر ہے۔



سائل نے زبانی بیان کیا کہ ہمارے ماں باپ بھائی سے بہت پہلے فوت ہو چکے

ہیں اور ہمارا کوئی بہن بھائی اور سہواری نہیں تو اگر یہ سوال صحیح اور واقعی ہے تو اس متونی کے وارث اس کی بیوی اور سات دونوں ہیں۔ بیوی کا حصہ ایک چوتھائی ہے اور باقی تین چوتھائی سات کے ہیں جو بھائی ہے حسب القرن الکرم و مذهب الحنفی میں جمیع المذہب علی هذا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ

و برکت و سلام۔

صدر الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

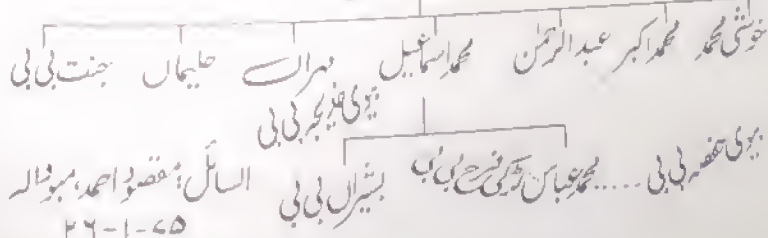
۱۳ رزی القعدۃ المبارکۃ ۱۳۹۳ھ ۹/۱۳

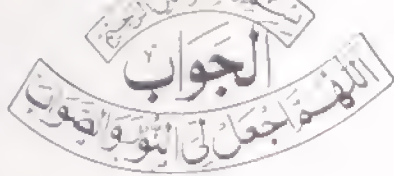
الاستفتاء

کیفایت میں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عکس نامی شخص فوت ہو

اب اس کے وارث صرف اس کی والدہ سماء خدیجہ بی بی اس کی بیوی سماء خدیجہ بی بی اس کی لڑکی فرح بی بی اس کی بہن بشیر بی بی اور چچا کانش ستمیان خوشی محمد اکبر عبد الرحمن ہیں، اب متونی مذکور کی وراثت ان دارمان میں فقہ سنی کے مطابق کس نسبت سے تقسیم ہوگی۔ شجرہ حسب ذیل ہے :

سجدہا بجاگن





والد کا سس : بیوی کا شش ، لڑکی کا نصف ، باقی بہن کا ہے اور بچے وغیرہ
سب محروم ہیں۔ یہ سب حسب القوال جو پیش سے ہے حسب ذیل :

غیاث الدائمین مسد ۴۴۰

خیر کجہ الدہ فرت لڑکی بشیرا بہن سخصہ وجہ خوشی کچھ چچا وغیرہ محروم
 $\frac{7}{27}$ $\frac{5}{27}$ $\frac{2}{27}$ $\frac{2}{27}$

کسانی القدر نکبہ و رحدیت تریفہ و تسرا حیت و عیہا
و مذکورہ و صلی اللہ علی حبیبہ و اعظمہ و علی

الم و صبح و رات و سو۔

خیر و خیر بر کچھ کچھ نور اللہ العلی غفرہ

الاستفتاء

ایک عورت کا خاوند قضائے الہی سے فوت پا گیا ہے اس کے خاوند کی بیوہ

کو ابھی سات روز ہی گزرے تھے کہ عورت کے سسر نے جو عورت کا بچا بھی تھا عورت کو چھوڑ دیا کہ وہ اپنے مرحوم خاوند کے چھوٹے بھائی سے نکاح کرے لیکن عورت نے خاوند کے تہلم سے قبل نکاح کرنے سے انکار کر دیا اور کساد و ماہ کے بعد اگر سیری مرضی ہوئی تو نکاح کر لو گی۔ عورت مذکورہ کے سسر نے نکاح سے انکار کرنے پر عورت کو گھر سے نکل جانے کا حکم دیا چنانچہ عورت مذکورہ اپنے خاوند کے گھر سے دو جانور ایک گھڑا پ اور ایک گدھی اور چند من گندم لے کر کسی دوسری جگہ چلی گئی۔

اب عورت مذکورہ نے کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لیا ہے اور اس کے سابقہ خاوند مذکور کے بھائی اور سسر نے مذکور بالا جائیداد کی والہی کا مطالبہ کیا ہے جناب ہر دو سے شریعت محمدی فتویٰ جاری فرمایا جاوے کہ عورت مذکور کا مرحوم خاوند کی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ میں حصہ ہے یا نہیں؟

یاد رہے کہ عورت مذکور کے مرحوم خاوند اور اس کے چھوٹے بھائی کی جائیداد مشترک ہے اور اس جائیداد میں سے سات جانور، گندم اور مکان وغیرہ پر مرحوم خاوند کا چھوٹا بھائی قابض ہے نیز عورت مذکور کے لطن سے کوئی اولاد نہ ہے۔



سائل نے زبانی بتایا کہ خاوند متوفی کی اولاد ہے ہی نہیں تو عورت کا شرعاً

خاندان کی منقولہ وغیرہ منقولہ جائیداد سے چوتھا حصہ حق ہے۔ قرآن کریم میں ہے، پس
 السبع مما تركتم ان لم يكن لكم ولد سورة النساء پ ۲۰۔
 واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم

مردہ اختیار برکتیہ نور اللہ منیر غفرلہ

۵۰۰

الاستفتاء

کیا ذماتے میں عمامے دین و مفتیان شرعیتین اس مسئلہ میں کہ دو بھائی
 جن میں سے ایک بھائی فوت ہو چکا ہے جس کی بیوی تین گنہگار اور ایک گدھی و ایک
 بھینس اور کچھ زیورات لے کر سی اور آدمی کے عقد میں آچکی ہے، اب دوسرے بھائی
 کو جو کہ غیر شادی شدہ ہے اس کو اس مال سے کتنا حصہ آتا ہے؟
 نوٹ: دو دونوں بھائی ایک ساتھ کٹھے رہتے تھے اور ان کے باپ کا کھانا
 اور دونوں اکٹھا ہی کام کرتے رہے اور ان کا کوئی دیر بھائی نہیں صرف ایک ماں تھی جو
 فوت ہو چکی ہے اور ایک شادی شدہ بہن ہے۔
 السائل: محمد دین و علی محمد قوم وٹو

سکنہ موسیٰ ال نزد چک نمبر ۳۹ شریف

اگر وہ مال ان کی وراثت کا باپ سے ملا ہے اور اس پر دو نوں بھائی بھیساری
کام کرتے رہے اور اپنی بہن کا حق دے دیسا ہے تو نصف حصہ اس کے بھائی کا ہے اور باقی نصف
حصہ اس کی بیوی کا چوتھا حصہ ہے اور باقی تین حصوں سے ایک بہن کا اور دو بھائی کے
صورتہ ہند :-

ایک بھائی مسئلہ از ۴۴ تفصیح بھی از ۴۴

ایک بھائی	ایک بہن	اور	ایک بیوی
$\frac{2}{4}$	$\frac{1}{4}$		$\frac{1}{4}$

در اگر بہن کا حق پہلے نہیں دیا تو اس کا حق دے کر اسی تفصیل سے تقسیم کریں کہ کافی القرآن
الکریم والسراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبیبہم وعلى الہ

و أصحابہم و بارئک وسلم۔

رحمۃ الفقیر الیہ الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

بہارِ تعلیم

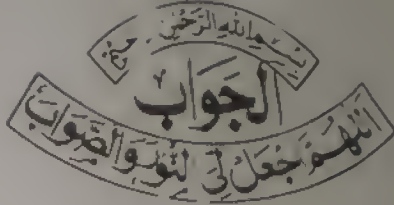
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین پنج برس مسد کے کو میری بیوی زلیخا یعنی ڈیڑھ تولہ سونا چالیس تولہ چاندی تھی اور اس کی ملکیت میں ایک مکان بھی تھا۔ وہ میرے گھر سے تقریباً سولہ سال آباد رہی۔ اس کے بطن سے تین بچے پیدا ہوئے۔ دو لڑکے ایک لڑکی، اس کے بعد وہ رضائے الہی سے فوت ہو گئی ہے۔ زلیخا مذکورہ مکان کے کاغذ و تیدگی سے پہلے ہی میرے سرال کے گھر تھے۔ اب میرے سرال والے کہتے ہیں کہ زلیخا اور مکان کا تو حقدار نہیں ہے صرف تیری اولاد حقدار ہے جب وہ بالغ ہوں گے تو بچہ ہم کو زلیخا اور مکان دیں گے، تینوں بچے میرے پاس ہیں اور میں ان کی پرورش کر رہا ہوں لہذا شرعی طور پر وضاحت فرمائی جاوے کہ آیا واقعی میں زلیخا اور مکان کا حقدار نہیں ہوں یا حقدار ہوں۔

السائل: رشید احمد ولد محمد رمضان تو ختم نسیم بصیر لور شریف

محله احاطہ الدین

رشید احمد بظلم خود

مؤرخہ ۱۱/۲۸



جمعہ نے میں بلکہ رشید احمد حسب قرآن کریم چوتھائی کا مالک مہتدار ہے اور ان کے لڑکے اور زنانہ رشتہ میں اور اگر اس متوفیہ کے والدین سے کوئی زندہ ہے تو وہ بھی مہتدار ہیں چھٹے چھٹے حصہ کے درجہ نہیں اور چونکہ رشید احمد اپنی اولاد کا جائز وارث اور نگران ہے تو وہ پنی ۔ دے کے جسے بھی طلب کر سکتا ہے کما فی القرآن الکریم وکتب المذہب واللہ تعالیٰ اعلم وعلیٰ حبیبہ وعلیٰ الہو صاحبہ وبارک وسلم۔



حقیر الفقیر البواخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۸۰ - ۱۱ - ۲۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ رشید احمد کی شادی رحم کی لڑکی سے ہوئی تو رحم نے اپنی لڑکی کو جو زیور الابھیز دیا تھا اس میں ہے رشید احمد نے ۱۰ اولہ سونا اور ۳۰ تیرے چاندی اپنے ہاتھ سے مجھے دے دی ہے اور ما



سونا حاجی غلام محمد صاحب کے مشورہ سے ... ۹۵۰ میں فروخت کر کے رب و تم اپنے پاس رکھ لی ہے۔

۲۔ جو زیور رشید احمد کے والد محمد رمضان کے لڑکی شریفاں سیکم کو شاہی کے موقع پر پایا تھا اور اس کے ہلک کر دیا تھا وہ زیور تقریباً ۱۱ اور چاندی تقریباً ۵۰ توں میں وہ بھی رشید احمد کے پاس موجود ہے اور شریفاں بی بی کے لپٹن سے ۳ لڑکے در ایک لڑکی موجود ہے۔

۳۔ اور شریفاں بی بی کا حق ہر مبلغ ۵۰۰ روپے میں جو کہ انہیں کئے گئے۔ اس کے کون کون وارث ہیں؟

۴۔ مکان لڑکی کی طرف رہائش کے لئے ہم نے اپنی گروہ سے خرید کر دیا تھا جو ہمارے ہلک ہے اور اس کے اسٹامپ بھی ہمارے ہی نام میں اور ہمارے پاس میں تو کیا لڑکی کی وفات کے بعد رشید احمد کا حق ہمارے مکان میں بھی ہے اور شریفاں بی بی کے وارث کون کون ہیں جبکہ شریفاں کی وفات کے وقت اس کا والد رحمہ و والدہ و والدہ کے ور ایک لڑکی اور خاوند موجود تھے۔ بےینوا تو جو رہا۔

مہربان علی ولد رحمہ الدین بھلم خود



اگر سوال صحیح اور واقعی ہے تو رشید احمد کا حصہ شریفاں بی بی کے ترکہ

سے ایک چوتھائی ہے اور اس کے ماں باپ کا چھٹا چھٹا ہے کل ترکہ سے اور جو بچے اور ک
 پانچ حصے بنائے جائیں۔ لڑکی کا ایک اور دونوں لڑکوں کے دو دو حصے ہیں تو حسب القاد
 یہ سہ ۲ سے صحیح ہوگا یعنی کل ترکہ کے بارہ حصے مساوی بنا کر تقسیم کیا جائے گا صورتہ

شرعیاں بی بی سہ از بارہ

میت	ترمہ پ	ماں	خاوند	رشید احمد	لڑکا	لڑکا	لڑکی
$\frac{2}{12}$	$\frac{2}{12}$	$\frac{2}{12}$	$\frac{2}{12}$	$\frac{2}{12}$	$\frac{2}{12}$	$\frac{2}{12}$	$\frac{2}{12}$

قرآن کریم و سرسری، مانگی و غیر ما۔ واللہ اعلم و صلی اللہ علی حبیب و آلہ و اصحابہ

جمعین و بارت و سلمہ

عزیز الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعمانی غفرلہ

۵ صفر ۱۲۸۰ھ

نوٹ : اس سہ کا ایک استفادہ قبل ازین بھی آیا ہے مگر اس کی صورت تھی۔ اور اس
 سوال کی صورت اور ہے تو پیر میں صاحب تحقیق کر لیں اگر یہ سوال صحیح ہے تو یہ جواب حق اور
 صحیح ہے اور اگر حقیقت میں اول صحیح ہو تو جواب وہی ہے تحقیق کر لیں اور مستثنیٰ نہ رہد حق ہر
 اگر انہیں کیا گیا تو وہ بھی ترکہ میں داخل ہے اور وہی سہ از بارہ بن کا بیان ہو چکا ہے کیونکہ
 وہ بھی شرعیاں بی بی کا مال ہے۔

عزیز الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعمانی غفرلہ

۵ صفر ۱۲۸۰ھ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بی
 بیار تھا اور اس نے بیماری کی حالت میں اپنی عورت کو حلاق دے دی اس نیت کی بنا پر کہ عورت
 وراثت سے محروم رکھا جائے حالانکہ اس کی عورت نے حلاق طلب نہیں کی عورت کی عدت
 میں ہی یعنی ابھی پندرہ دن ہوئے تھے حلاق کو کہ وہ آدمی قصائے لہی سے فوت ہو گیا، مہلت
 واثما البیہ راجعون! کیا اس عورت کو زوج کے ورثہ سے کوئی حصہ ملے گا یا نہیں، اور متوفی
 کی کوئی اولاد نہیں، شرع کی رو سے بیان فرمائیے، آپ حضور کی عین نور شمس ہوگی
 اس میں، محمد صلیہ سکن جہنمیاں رحمتوں کا ذخیرہ جو ان تحفیل بجا پر وضع فرمائیں



ضرورت سوال یہ ہے اور واقعی ہے تو یہ طلاق رجلی ہے جس میں عدت پوری ہو چکی
 نکاح ثابت رہتا ہے تو وہ عورت اپنے خاوند کے ترکہ میں باقاعدہ حق رکھتی ہے فتاویٰ عالمگیری

ج ۲ ص ۱۰۵ اور ہدایہ ج ۲ ص ۳۹۴ میں ہے و النظم من الہندیۃ الرجل اطلاق امر نہ طلاق فار جعیانی حال صحت اور فی حال مرضہ بر صفا اور بنیر رضا ہا شتمات وہی فی الحدۃ فانہما یوارثان بالاجماع بہر حال وہ عورت وارث ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ علی حبیب سیدنا محمد
والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حضرت الفقیہ ابو النجیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ
ارجمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ ۱۴-۳-۸۱

الاستفتاء

- ۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو اس کے مال سے شرعی لحاظ سے اس کو کتنا حصہ مل سکتا ہے؟
 - ۲۔ اگر خاوند اپنی صحت میں اسے کچھ ہبہ کر چکا ہو جسے اس نے قبول کر لیا ہو اور اس کے وارثوں کو بھی اس کا علم ہو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟
 - ۳۔ شادی کے وقت عورت کے والدین نے اس کو جو مال دیا ہو اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟
- نوٹ: خاوند کی دوسری بیوی سے اولاد بھی ہے اور وہ اپنے خاوند سے پہلے



لے لے لے : فدو یہاں بی بی زوجہ فضل دین مرحوم



- ۱۔ خاوند کا دوسرا برقعہ دفن اور قرض و وصیت سے بچا، اس کا اس میں آٹھواں حصہ
- ۲۔ وہ عورت ہے کہ حق اور ملک ہے۔
- ۳۔ وہ بھی عورت کہ حق ملک ہے۔

وہ دوسرا علم و صلہ علی حبیب العظم

و علیٰ وصحہ و باریک وسلم۔

حقرہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہ

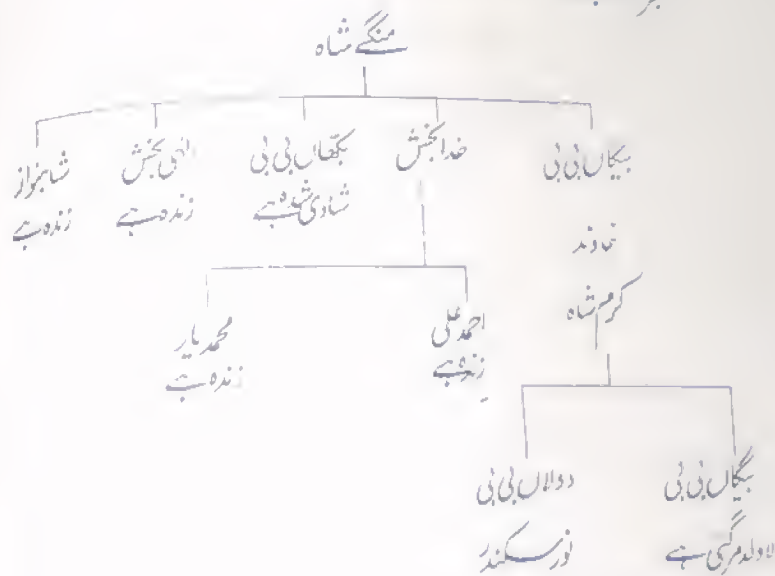
۱۵ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ ۱۰۷۰-۶۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام میں مسئلہ کہ شجرہ مذکورہ ذیل میں بیجاں بی بی مرحومہ کا اس کے

جایوں کو کیا حد ہے کاجب کہ اس کے خاوند کی جائیداد سے نصف حصہ بر
 مبینوا تو جسروا
 ملک : حاجی شاہنواز ، دیپال پور

شجرہ نسب



نوٹ : اسلئے ج ذیل امر کو کیے وضاحت کی گئی :

- ۱۔ خدا بخش کب فوت ہوا ہے
- ۲۔ کرم شاہ کب فوت ہوا اور دولاب بی بی
- ۳۔ بیگم بی بی کو کرم شاہ کی کل جائیداد سے کتنا حصہ ملا

تو اس نے یہ جواب دیا :-

۱۔ ضد بخش ۹۴۹ میں فوت ہوا ہے

۲۔ کرم شاہ ۹۳۳ میں فوت ہوئے ورورال بی بی ۹۴۲ میں فوت ہوئی تھی

۳۔ بیگم بی بی کو کرم شاہ کی گرجا آباد سے نصف حصہ مل گیا۔

۴۔ بیگم بی بی لا ولد گمرکی اور علیہ الضحیٰ ۳۲۱ کے در فتیدگی ہوئی اور تہہ ۳۲۵

سائل : حاجی شاہنواز دیپال پور



شرعیات کی بی بی کا حق برکت و خاندان کی جائیدادیں اہل مال و عصبہ سے ورجب لاہ
فوت ہو گئی تو وہ حصہ اہل عصبہ میں بھانپ لیا۔ اسی بخش شاہنواز بن بھائیوں کا ہے اور چونکہ برکت
پہلے فوت ہو چکا تھا اس لیے محراب کا حق وراثت نہیں اور یہ سب بی بی سے آئے گا نہ بھائی
حقیقی ہیں تو وہ نہ حصہ لیں نہ بھائی

بیگم بی بی ۹۴۵

اسی بخش تہہ ۳۲۵ کرم شاہ بی بی احمد علی محمد یار

ہ ہ ہ

در اگر احمد علی محمد یا کے لئے وصیت ہو تو میرے حصے تک حسب وصیت لے سکتے ہیں



و د ا ط ل ش ر ج د ا ل ب ح ف ي ع ن م ن ع ن د ه ع ل م ا ل ف ق و ا ل ف ت ا و ا

و ا ل ل ه ت ع ل م ع ل م ج ل م ج د ه ا ت ع و ا ح ك م و ص ل ا ل ل ه ت ع ا ل ع ل ا ح ي و ا ل ل ع ل م

و ا ل ل ه و ا ل ل ه و ا ل ل ه و ا ل ل ه

ع ز ه ا ل ف ق ي ر ا ل ا ل ب ح ف ي ع ن م ن ع ن د ه ع ل م ا ل ف ق و ا ل ف ت ا و ا



عفت

بَابُ الْعَصَبَات

الاستفتاء

مکرم و محترم جناب مولانا نور اللہ صاحب دایہ قبار
السلام علیکم کے بعد واضح ہو کہ مندرجہ ذیل شجرہ نسب کا مدد فرما کر تحریر فرمائی کہ انتقال
تصدیق ہو سکے۔

روشن لوٹا فوت ہوا

بیڑہ لوٹا زندہ ہے
خدا بخش باپ کی زندگی میں فوت ہوا
سیمان زندہ ہے۔

اب انتقال پیش ہوا اور تحصیلدار صاحب نے برائے شریعت محمدی تصفیہ کرنے کی
فاطر عالموں کو بلا دیا، انہوں نے کہا کہ متوفی کے پوتے سیمان کے نام جائیداد کا اندراج نہیں ہو سکیگا
اور روشن اسکی بیوہ کے نام انتقال کا آٹھواں حصہ ہوگا۔

اب تحریر فرمادیں کہ اس انتقال کا اندراج کس طرح ہوگا، آیا پوتا اپنے دادا کی
جائیداد اراضی لے سکتا ہے یا نہیں؟ مکمل تحریر فرمادیں، از حد مہربانی ہوگی کیونکہ عموں کا میں



شریت غرار کے دوسے پوتے کو لڑکے کا حکم ہے اگر میت کا لڑکا موجود نہ ہو تو صحیح بخاری شریف ج ۲ ص ۹۹۰ صحیح مسلم شریف ج ۲ ص ۳۲۲ سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۳۸ وغیرہ کتب حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْحَقُّ الْفَرَضُ بَاحِدًا سَبَقِي فَمِنْهُ لَاؤِي رَجُلٌ ذَكَرَ - بخاری و بیہقی وغیرہ محققین نے اس حدیث شریف کو مسئلہ مذکورہ کی دلیل قرار دیا اور بخاری نے حضرت زید صحابی سے اس حدیث سے انہی حضرت زید اور حضرت مولانا علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل فرمایا ج ۶ ص ۲۳ میں ہے:

وَأَنْ تَرَكَ ابْنُ ابْنٍ وَلَهُ مِيرَاثٌ بِنَافِ بْنِ الْأَسَدِ سَمِزَةَ الْإِبْنِ - اگر پوتا چھوڑے اور لڑکا نہ ہو تو پوتے کو لڑکے کا حکم ہے اور یہی حکم فتاویٰ مالکیہ ج ۲ ص ۲۰۲، سراج ص ۵ وغیرہ کتب فقہ شریف میں ہے، بلکہ اس مسئلہ میں کوئی اختلاف ختم نہیں تو تحفوں حصہ روشن بیوہ لڑکا کا ہے اور باقی کل سلیمان پر تے کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و عسىٰ جن مجدہ

والحکم و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و الصحبہ و بارک و سم

عزیز الفقیر ابو الجیم محمد نور اللہ النیسوی غفرلہ

۱۹ شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ

الاستفتاء

بخدمت مولانا محمد نور الدین صاحب

السلام علیکم۔ ایک والدہ کی دھڑکیاں اور ایک لڑکا ہے۔ وہ دو پہاڑ گڑھ جی ہے
والدہ کی وفات کے بعد ایک لڑکے اور پانچ لڑکیوں کا اس سے ترکیزیں سدری قبا کی دسے سن۔
حصہ بنتا ہے اور اس کے بعد لڑکے کی کافی سے اس کی پانچ ہمشیرہ کا س قدر رحمن ہے وہی
جواب سے مشکور فرمائیں۔



جناب اہل بیت علیہ السلام و اولاد و پرکھ

چند یا مہتر سے جناب کا عنایت نامہ موصول ہو گیا۔ اس کے ضروری امور میں سہولتوں نہ کی
وجہ سے جواب میں غیہ نمودی تاخیر ہوئی۔ والد کی وراثت شرعاً جبکہ صرف باپ کی ہے اور ایک
لڑکا وارث ہوں کہن دفن دین و وصیت شرعیہ کی تفہیم کے بعد جو ماں بچے سات حصے بنایا ہے

نہایت سے ایک ایک دیکھیں اور دوسرے کے ہیں اور جب کہ یہ ہیں نے اپنا شریعت
 میں لایا تو دیکھیں کہ ان کا کوئی حق نہیں مگر کوئی لڑکی نادر ہو جائے تو کوئی فی
 حق نہ ہے نہ وہ بھائی پر لازم ہے کہ اس کے نان نفقہ کا انتظام اپنے دل سے کرے
 جسے ہی اگر نادر ہو جائے اور جو جرم من وغیرہ کسب پر قادر نہ ہو تو حسب دستور شرع
 انہوں پر اس کا خرقہ لازم ہو کہ بھی ظناظر شرعیہ والسلام

حضرت الفقیہ ابو النجیر محمد بن نور اللہ انعمی غفرلہ

الاستفتاء

کی فرماتے ہیں علماء دین اندریں کہ تقریباً تین سال ہوئے مئی پور فوت ہو جس کا
 مرنے کا سبب خدا بخش پہلے فوت ہو چکا تھا اور خدا بخش کا لڑکا سلیمان بوٹا مذکور کا پوتا اور بوٹا کی بیوی سماء
 وراثت سے مگر چونکہ قانون وراثت شرعی بنیاس پاس ہوا تھا لہذا ابو جبرہ ناواقفی کل زمین بوٹا زنی
 کی اس کی بیوی سماء وراثت کے نام انتقال کی گئی اب روشن مذکورہ بھی فوت ہو گئی اور اس کا وارث
 صرف باب پوتا سلیمان مذکور ہے و کوئی لڑکا لڑکی ماں باپ نہیں مگر پوتے کے نام انتقال کے متعلق شبہ
 یا جاہل ہے کہ مسمیٰ نہیں تو دریافت بر بات ہے کہ یا کس صورت میں پوتا سلیمان اپنے دوسرے
 وراثتی روشن کا وارث نہ ہے یا نہیں؟ سیدنا توجروا۔

سائلہ :

مسماۃ الامان رضوی

بلگنجائش شک و شہد یب زرد تے حکام فزان کبریا، سیت شریف و فقہ شریف
صورت مذکورہ بالا میں کسی سلیمان جابر و حقیقی وارث داد سے ۱۰۱ دی دلوں کات استہذاق
ہے کہ داد سے کی جائیداد کے سات حصوں کا ورث ہے اور تھوں ۱۰ دی کات جو پتے زندہ
مقی اور آب دادی بھی فوت ہو گئی تو اس کے کل مال و جائیداد کا ورث ہے، فیس کہ ایسے
آسان اور ظاہر مسائل میں بھی شبہات پیش کئے جاتے ہیں، تو ان کریم سورفہ مسالیت مدحا
نصیب مہاترک الوالدان والا قریبون دوسے ۱۰۱ دی کا باب لاکہ ہر
تو وہ اپنے پوتے کے الا قریبون میں داخل ہونے میں تولد محالہ اور وفات ہو کا صحیح بخاری ص ۲
ص ۹۹۷، صحیح مسلم ص ۲ ص ۳۴، سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۳۱ وغیرہ کتب حدیث میں حدیث شریف و فہرست
بے الحقوا الفرائض باہلہ بافہما بقی دلاوی، حل دہ پوتے سے زور و کید
اور کون ہے، جب اس کا باپ فوت ہو چکا اور چچا یا بھائی یا بھائی ہو تو وہ بھی میراث میں شامل ہے، ص ۲۴
مرآۃ ص ۲۴ وغیرہ کتب مذہب میں ہے المصل ب سلیمان یا کید ہی کل ورث کا مستحق ہے
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حسبہ و آلہ
صحبہ و بارک وسلم۔

عزہ الفقیر ابو الجحیم محمد نور الدین النعمانی غفرلہ

الاستفتاء

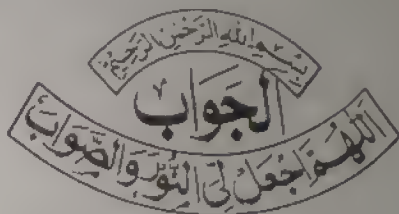
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بی بی
ولدہ مستقر قوم بھٹہ ساکن آغا بھٹہ فوت ہو گیا ہے اور بعد میں دو لڑکے اور تین لڑکیاں چھوڑیں جن میں سے
دو لڑکے اور ایک لڑکی ایک بیوی سے ہیں اور دو لڑکیاں ایک بیوی سے ہیں۔ اب میری مذکورہ
کی جائیداد کس طرح تقسیم کی جاوے، جو اب لکھ کر منون فرمادیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔ ببینوا
توجروا۔

۲۴ محرم الحرام ۱۳۷۵ھ



حسب دستور شرع معطر باقی جائیداد وغیرہ لڑکوں اور لڑکیوں میں تقسیم ہوگی یاں
کہ لڑکے کا حصہ لڑکی سے دگنا ہوگا تو کل سات حصے بنائے جائیں۔ دو دو دونوں لڑکوں کے
اور ایک ایک تینوں لڑکیوں کا

نوٹ : محمد اسماعیل، ابراہیم، پیر بخش، کرم بخش ایک والدہ کے لہجے میں اور خدا بخش امام بخش، کمال الدین
 کی والدہ جد ہے۔
 اساتل : صالح محمد بقلم خود



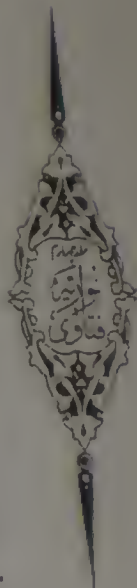
اندریں صورت مسماۃ رانی بیوہ عمر الدین متوفی کا چوتھا حصہ ہے جواب مسماۃ مذکورہ کے
 وارثوں کا حق بن چکا ہے اور باقی کل صرف صالح محمد ولد پیر بخش حقیقی عمر زاد متوفی کا حق ہے کہ
 وہی حصہ قریب ہے کہ پیر بخش اور کرم بخش حقیقی بھائی ہیں اور چونکہ خدا بخش، امام بخش، کمال الدین
 سوتیلے بھائی ہیں لہذا ان کے لڑکے صالح محمد قریب ترین کے ہوتے ہوتے وارث نہیں بن سکتے
 قرآن کریم میں ہے للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون
 فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۴۰۴ میں ہے ثم ابن العم لآب و ام ثم ابن العم لآب
 نیز قرآن کریم میں ہے ولین الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فتاویٰ عالمگیری
 ج ۴ ص ۴۰۴ میں ہے وللزوجة الربع عند عدمہما، حسب ذیل
 عمر الدین ولد کرم بخش مسئلہ از ۴

بیوی الانی حقیقی عمر زاد صالح محمد عمر الدین رحمت اللہ علیہ کلیل اللہ گوہا پسران اعمام عدائی

x x x x x

۳

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ و



مترہ الغنیۃ ابو یحییٰ محمد نور الدین النعمانی غفرلہ
سید
۲ مجاز اولی

الاستفتاء

از چیک نمبر ۵۵ ماموں نوآباد

مکرم و معظم مولانا مولوی نور الدین صاحب بصیر پریم قبلا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : مزاج شریف

عرض یہ ہے کہ رقعہ ہذا آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ یہ چار بھائی ہیں اور
تین بہنیں ہیں اور ان کی والدہ صاحبہ ان سب سے علیحدہ اپنے گھر والی تھی۔ ان کے زندہ سے
انہوں نے اپنا مال اسباب علیحدہ کیا ہوا تھا۔ حضور انور! اس چیز کو سمجھ کر فرمادیں تو ہمیں خود پتہ
ہے کہ والدہ علیحدہ تھی۔

منجانب جیون خاں بذریعہ رحمت اللہ خانہ دارالعلوم

موضوع ۵۲

مستی اسماعیل پاؤلی نے زبانی بیان کیا کہ ہم سب حقیقی بہن بھائی ہیں اور مدت
ہوئی کہ ہمارا باپ فوت ہوا اور سامان زلیورات وغیرہ ہماری والدہ کے پاس تھا، اب وہ
بھی فوت ہو گئی تو وہ مال متروک کس طرح تقسیم کیا جائے؟



عورت سزا میں سب بہن بھائی خدار اور وارث میں لڑکوں کے دو حصے
اور لڑکیوں کا ایک ایک حصہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے یو صیکم اللہ فی اولادکم
للمذکر مثل حظ الانثیین، سہ گیارہ سے آٹھ گیارہ حصہ فیل ہے :

سزا ۱۱

لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا
۲	۲	۲	۲	۲	۲	۱

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وال

وصحبہ وبارک وسلم۔



حقرہ الفقیر الی الخیر محمد نور الدین غفرلہ

۱۲- ہادی الاولیٰ س ۱۵

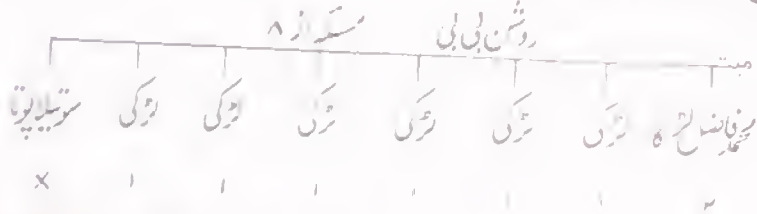
الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں کہ محمد فاضل خاں کے

باپ میاں جمال الدین خاں نے اس کی والدہ مسماۃ روشن بی بی کو راضی بہرہ کر کے قبضہ
دے دیا، اب روشن بی بی کے فوت ہونے پر بہرہ دار راضی سے محمد فاضل کا سوتیلہ بھتیجا اور
چھٹی بہنیں وراثت کا مطالبہ کرتے ہیں، واضح طور پر بیان فرما کر یہ فرائض نہیں
السلام: محمد فاضل خاں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْجَوَابُ
اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي اٰثِمًا وَصَوَابًا

سائل نے بتا دیا کہ جمال الدین خاں پہلے فوت ہوئے، مسماۃ روشن بی بی
کے والدین بھی پہلے فوت ہو چکے تھے تو شرعاً روشن بی بی کے ورثہ صرف محمد فاضل رکھ کر
رہ گئے ہیں اور سوتیلے ترکے کے رکے کا جو محمد فاضل کا سوتیلہ بھتیجا سول میں بیان کیا گیا ہے
کوئی حق نہیں مسئلہ ٹھوسے سے گواہی دے



قرآن کریم میں ہے للرجال حصيب مما ترك الوالدان والأقربون وللنساء
نصيب الاية نیز قرآن کریم میں ہے للذكر مثل حظ الانثيين۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مرچکے ہیں، باقی زندہ ہیں۔ پہلے محمد بخش پھر سادہ بیکر جو محمد بخش پھر لڑکھن پھر بخش پھر ہیں۔
 کریم بخش پھر گلاب خاں پھر دارے خاں پھر چریش خاں پھر لال خاں پھر نواب خاں پھر مہاراجا خاں
 فوت ہو چکے ہیں جو ۹۵۷ سے پہلے مرچکے ہیں۔ اب سہ بت خاں، سرچ خاں، فیروز خاں
 آج خاں ولد کریم بخش زندہ ہیں اور اب یہ زندہ ہیں :

فصل خاں : دین محمد عزیز خاں، دستان خاں، محمد شہین محمد حسن
 پسران گلاب خاں پسران دارے خاں پسران مہاراجا خاں

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جب لال خاں فوت ہوا تو اس کی محل جابید اس کے مہاراجا
 نواب خاں کے نام منتقل ہوئی اور نواب خاں کی فوتی کے بعد محل جابید اس کی بیوی کا
 کے نام حسب دستور انگریزی عارضی طور پر منتقل ہوئی بعد ازاں عظیم بیگم فوت ہوئی اور اس کا ولی
 رشتہ دار نہیں رہا تھا تو اب اس جابید کو وارث کو ان ہے :

سائل : فیروز خاں ولد کریم بخش ازادہ جنگ ضلع دیوبند

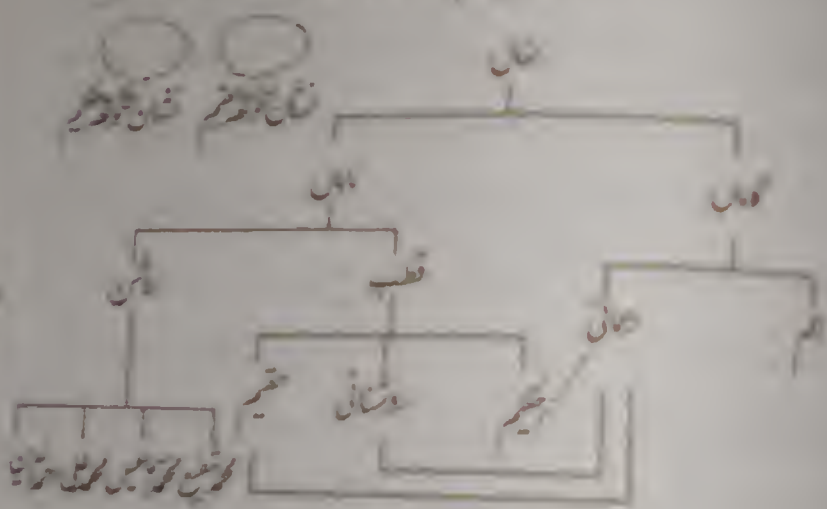
۴۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الجواب
 تممہ جعفری بنو و القیو

عطا بیکر جوہر نواب خاں، نواب خاں کی جابید کے ہم چوتھائی کی مقدار تھی اور
 باقی ہم سے سلابت خاں وغیرہ پسران کریم بخش کا حق تھا کہ چپاز دہجانی میں اور فضل دین وغیرہ

ہاں فی حدیث محمدی محمدی میں محمدی میں ان کو کہہ دے۔ اس سے نہیں
 ہر ایک سے کہہ دے جو سراسر غلط فہمی ہے غرض کہ ہر شخص کو کہہ دے
 کہ وہی شہوت ہے اس میں ان کو نہ سمجھیں کہ اس سے اس کے مرہم
 آپ فرما دے کہ جو اس سے کہہ دے اس سے کہہ دے کہ اس کے اس
 اس سے کہہ دے کہ اس سے کہہ دے کہ اس سے کہہ دے کہ اس سے کہہ دے

اس میں ان کو کہہ دے کہ اس سے کہہ دے کہ اس سے کہہ دے کہ اس سے کہہ دے



اس سے کہہ دے کہ اس سے کہہ دے کہ اس سے کہہ دے کہ اس سے کہہ دے

ہاں کہ زندہ تھے یا ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں تھا۔ اگر یہ سب یا ان میں سے کوئی زندہ ہو
 قیصر غلط ہے ورنہ کسی پتھر بھی ہو مگر جب یہ سب رحم سے پہلے فوت ہو چکے ہوں اور سوال
 بھی یہی ظاہر ہوتا ہے تو قیصر صحیح ہے اس لئے کہ حکیم، مفتی، احمد الدین، محمد بن محمد علی، محمد علی
 محمد شفیع رحمہم کے مصبات ہیں و رحمہم کے دادے نہال کے پر پوتے ہونے میں برابر ہیں اور ایسے ہی
 رحم کے چچا، بھائی کے پوتے ہونے میں بھی کوئی فرق نہیں ہے تو یہ سب کے سب برابر تھے
 و رحم کی کل جائیداد کے چھ حصے بنے اور ہر ایک کو ایک ایک حصہ ملا۔ قرآن کریم میں ہے للرجل
 نصیب مما ترك الوالدان والاقرابون (النساء) اور رحم کی اقرابت ان
 سب کے لئے برابر ہے اور متفق علیہ حدیث میں ہے لاولی سرجل ذکر اور اس صفت
 میں بھی یہ سب یکساں ہیں اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے واذا اجتمع جماعة من العصبۃ
 فی درجۃ واحدة یقسم المال علیہم باعتبار ابدانہم لا باعتبار اصولہم
 مت۔ ابن خنوخ و عشرۃ بنی اخ اخا و ابن عمر و عشرۃ بنی عم و اخر
 المال بینہم علی احد عشرۃ سہما لکل واحد سہم اور روشنائی کا جائیداد
 کی موجودگی میں کوئی حق نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے وباقی العصبات ینفرد بالمیراث
 ذکر و ہمدون اخواتہم اور ایسے ہی بھانجے ہونے کی حیثیت بھی مصبات کے ہوتے ہوئے
 مقبر نہیں کہ بھانجہ ذوی الارحام سے ہے اور ذوی الارحام کا حق مصبات سے بہت پیچھے ہے فتاویٰ
 عالمگیری میں ہے و اولاد الاخوات کلہا اور اسی میں ہے وانما یرث ذوالارحام
 اذا لم یکن احد من اصحاب الفرائض ممن یرد علیہ ولم یکن
 عصبہ اور فتاویٰ شجرہ نسب میں نام کا درج ہونا شرط وراثت نہیں کسی آیت یا حدیث سے اس کا
 ثبوت نہیں اور اسی طرح وراثت کے نام پہلے سے زمین کا ہونا بھی شرط نہیں، عموماً اولاد کے نام زمین

نہیں ہوتی اور باپ زمین ہمارے ورثہ ہے جس میں ایسے فاضل ہوں سے ایسا نہیں
ہو سکتا۔ آپ لوگوں کو انگریزوں کے کافرانہ قانون سے بھوکا رکھتے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علیہ حل محمدات و حکم و صلی اللہ
تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارئ و سلم۔

مذہب اہل حق پر جو کونسا نہیں ہے

۲۰ رجب جب ۱۲۸۲ھ بروز روز

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں ائمہ دین کہ ایک آدمی کی دو بیویاں ہیں ایک سے ایک مر رہے
دوسری سے دو لڑکے ہیں۔ باپ کے مرنے کے بعد وراثت تقسیم ہو گئی تین حصہ پین کی، لہذا وہ
بھی مل گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد جو دو بھائی ہیں ان میں سے ایک مر جاتا ہے تو اس کی وراثت کس کے
دونوں بھائی ہیں یا کہ ایک جو اس کا سگا بھائی، اگر سگا بھائی، لک ہے، کس طرح سہ ہے دوسرا
بھی تو اس کا بھائی ہے۔ مہربانی فرما کر جلدی جواب دیں، تاکید ہے۔ والسلام

اسائل : صفر علی بکر خود

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْجَوَاب

اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي الْقَوْلِ الْخَيْرَ وَالصَّوَابَ

شرع کے بھائی کے ہوتے ہوئے سو تیل بھائی وارث نہیں بن سکتا حضرت مولانا علی
کرم اللہ وجہہ الکریم سے کسی سندوں کے ساتھ سنن ابن ماجہ ص ۲۰۱، سنن ترمذی ج ۲ ص ۴۲
سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۲۲ میں حدیث مرفوعہ وارد ہے جس کا خلاصہ یکلمات متعارفہ یہ ہے الرجل
سیرت اخاہ لابی و مدون اخیه لابی یعنی مرد اپنے حقیقی بھائی کا وارث ہوتا ہے ہوا
سوتیلے کے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۱ میں فرماتے ہیں والعمل علی هذا الحدیث عند اہل
نعمہ سراجی ص ۱۱، فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۴۰۴ میں ہے والنظر للسراجی ویسقط بنو
اعلان اصحاب الاخ لابی وام سراجی ص ۱۲، شریفی ص ۳۹، فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۴۰۴ میں
ہے والمظہر لا ویسین ان ذالقرابتین من العصبات اولی من ذی قرابۃ
واحده مع تساویہ فی الدرجۃ کہ دو رشتوں والا عصبہ ایک رشتے والے سے زیادہ ستم
ہوتا ہے باوجود ایک درجہ ہونے کے اور اس کی مثال یہ دی کہ الاخ لابی وام فان مقدم
علی الاخ لابی حمداً ترجمہ جیسے بھائی ماں باپ سے اس بھائی سے مقدم ہے جو مرث
باپ سے ہو یاں اگر گاہ بھائی سمان نہ ہو یا مرث والے کا قاتل ہو تو سوتیلہ ہی وارث ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب و آلہ واصحابہ

مترود الفتیر البو بخیر مجز نورالت

۱۳ شعبان ۱۲۸۵ھ

(نوٹ) صرف خط کشیدہ عبارت سوال کا جواب ہے کہ حقیقتہً سوال ہی وہی ہے

الاستفتاء

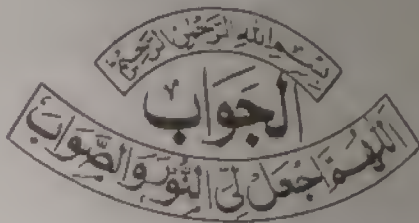
مکرمی جنابک نامولوی نورالت حساب

۶-۸-۵۷

السلام علیکم کے بعد واضح ہو کہ یہاں سب خیریت ہے امید ہے کہ آپ بھی نیت سے ہوں گے۔ عزم احوال یہ ہے کہ سستی دونا، سروں، فتح محمد کے تین گئے جھاتی ہیں دونا، اور سرون ایک مانی کے پیٹ سے ہیں اور فتح محمد دوسری مانی کے پیٹ سے ہے کیونکہ ان کے والد صاحب کا نام کندھتا، اس کے گھر دو عورتیں تھیں جو کہ سروں سے وہ فوت ہو چکا ہے اس کے ہاں لڑکا نہیں بلکہ لڑکیاں چھ ہیں اور سروں کی زوجہ ابھی تک زنده ہے اور سرون کی زمین کا بھگڑ پیدا ہو گیا ہے، دونا یہ کہتا ہے کہ سرون و میں دونوں ایک مانی کے پیٹ سے ہیں کہ سرون کی زمین کا میں فقہار ہوں اور فتح الدین نہیں ہے۔ ان کا پس میں برادری کا بھگڑ پے گیا ہے اور ان کا مقدمہ عدالت تک پہنچ چکا ہے اس لئے آپ کے پاس یہ رقعہ ارسال ہے کہ یہ لای صاحب شرعی فیصلہ بذریعہ قرآن کریم سے ان کا فیصلہ کیا جاوے میں گزارش ہوگی میں اور

خادمہ دلہن فتح الدین آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔

از طرف سر بر باغ خاں نمبر ۱۳ کسٹنٹینیا نوالی (مستحق شرف از کور باغ خاں)



مستی سہول کے وارث اس کی چھ لڑکیاں اور زوجہ اور مٹھی دو نابارہ حقیقی ہیں اور مٹھی
فتح محمد وارث نہیں بن سکتا، اسکا اہل حصہ ترکہ کا حسب دستور شرع زوجہ کا ہے اور دو تہائی چھ لڑکیوں
کا اور باقی صحت و ناکا ہے، قرآن کریم میں ہے فان كان لکم ولد فلمن الذین مما
سواکم لانیہ۔ فان کن نساء فوق اثنتین فلمن ثلثا ما ترک۔ للرجال
نصيب مما ترک الوالدان والاقرابون مما قل من او کثر سوق النساء
مجموعہ بخاری ج ۲، ص ۹۹۹ تا ۹۹۷، صحیح مسلم ج ۲، ص ۳۴ وغیرہ کتب حدیث میں باسانید و تکرار و
کلمات متعارف بخوبی پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے الحقوق الفرائض باہلہا
فما ترک الفرائض فلا ولی رجل ذکر۔ ترمذی شریف ج ۲، ص ۳۱، سنن ابی ص ۲۹۶
سنن ابی حنیفہ ج ۲، ص ۴۹، سنن بیہقی ج ۶، ص ۲۳۲ میں بالفاظ متعارف بخوبی پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے ہے، اے اعیان بنی الامیر ثون دون بنی العلاء الرجل یرث
ہو لابی۔ اے دون خیر لابی ترمذی فرماتے ہیں و العمل علی هذا الحدیث

عند اهل العلم۔

ان سب احادیث کا حکم یہ ہے کہ حقیقی بھائی کے ہوتے ہوئے دو بھائی جس کی ماں
لگ ہو، وارث نہیں ہو سکتا۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۴، مسوط ج ۲ ص ۴۷ میں ہے کہ
الاخ لآب وام شہد الاخ لآب و مثله فی السراجیہ ص ۴۷ میں کہ بھی وہی خاص
تو دونا کے ہوتے ہوئے فتح محمد جس کو سوال میں فتح الدین بھی لکھا گیا ہے، وارث نہیں ہو سکتا۔
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ
تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

عزیز الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ ۳ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص مستی فتح الدین فوت ہو اور اس کے پانچ
پوتے زندہ ہیں حالانکہ فتح الدین کا صرف ایک ہی لڑکا تھا جو پہلے فوت ہو چکا ہے نیز فتح الدین
کی بیوی بھی پہلے فوت ہو چکی ہے نیز اس کے بھائی اور بہنیں بھی پہلے ہی فوت ہو چکی ہیں نہ ہی
کوئی لڑکی تھی تو اس کی وراثت کے کون ہتھ دار ہیں بہتونی کے والدین بھی کافی عرصہ کے فوت
ہو چکے ہیں۔

سائل: حق نور اللہ محمد رحیم

مؤرخہ ۱۴۲۷ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْجَوَابُ
 بِمَنْ جَعَلَ فِي الْوُجُوهِ وَالْأَعْيُنِ

بیشک وشبہ و شبہ ایسے متوفی کے وارث پوتے ہوتے ہیں کہ وہی عصبہ ہیں
 سر جیس ۴، فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۴۰۴ میں ہے (و النظم من الهندیۃ) اقرب
 العصبۃ من من بن الابن۔
 واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحبہ
 وبارک وسلم۔

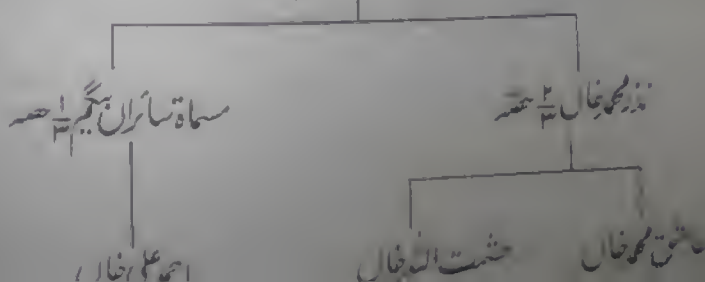
حضرت الفقیر البواخیر رحمہ اللہ العالی غفرلہ
 مؤرخہ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۹ مطابق ۱۰۵۹ھ

الاستفتاء

مکرمی محرمی شہر علامہ مفتی ابوالخیر محمد نور احمد صاحب

اسلام علیکم۔ مزاج گرامی !

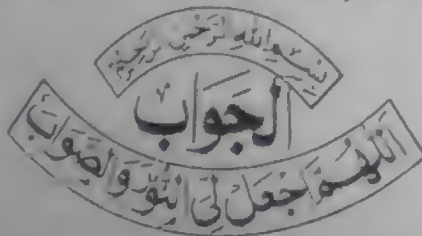
مسماۃ ہاجرہ انجم



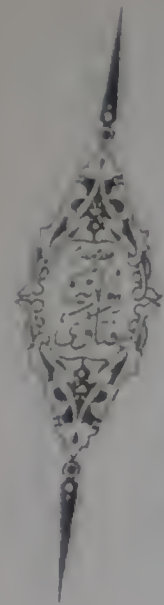
مسماۃ ہاجرہ بیگم نے زید کے پاس مبلغ چھ سو روپیہ جو امانت رکھے ہوئے تھے
 مسماۃ مذکورہ کا انتقال ہو گیا، چونکہ مسماۃ مذکورہ کی کوئی اولاد نہیں تھی لہذا ان کی جائیداد مسماۃ مذکورہ
 کے بھائی نذر محمد خاں کو دو حصہ اور مسماۃ مذکورہ کی بہن مسماۃ سائیں بیگم کو ایک حصہ کی نسبت
 جو کچھ زیور اور نقد روپیہ مسماۃ نے چھوڑا تھا وہ بھی بقدر حصہ دونوں میں تقسیم ہوا۔
 انتقال کے وقت میں اپنے والد نذر محمد خاں کی حیات میں ہو گیا اور نذر محمد خاں نے اپنے
 عاشق محمد خاں کی اولاد کے نام اپنی زندگی میں کوئی جائیداد نہیں کی نذر محمد خاں کے انتقال کے
 ان کی کل جائیداد ان کے لڑکے شمس اللہ خاں کو پہنچی مسماۃ سائیں بیگم کے انتقال کے بعد
 ان کے لڑکے احمد علی خاں کو جائیداد پہنچی جو امانت مسماۃ ہاجرہ بیگم نے زید کے پاس بطور امانت چھوڑ
 رکھی تھی اس کو زید نے اب سلسلہ میں ظاہر کی اور اس میں سے مبلغ چھ سو روپیہ شمس اللہ خاں
 نذر محمد خاں کو دے کر مبلغ دو سو روپیہ پاس مقصود احمد خاں والد عاشق محمد خاں کو دے کر مبلغ یک سو
 سو روپیہ میں خرچ کے لئے رکھے۔

مہربانی فرما کر اس عقدہ کو صل فرمادیں کہ زید اس امانت کو جو مسماۃ ہاجرہ بیگم نے
 چھ سو روپیہ بطور امانت رکھے تھے، کیسے کیسے خرچ کر سکتا ہے اور یہ رقم کن کن درکار کو پہنچی ہے
 شکور ہوں گا۔ فقط

احقر العباد احمد علی خاں مراد آبادی، حال ساکن موضع سہ اللہ پور ۶۰-۴-۱۰



مقصود احمد خاں مسماۃ ہاجرہ بیگم کا وارث نہیں اور نہ ہی اپنے دادا نذر محمد خاں کا



وارث بن سکتا ہے تو اسے ۲۵۰ روپیہ دیا جائز نہیں بلکہ نذر محمد خاں اور مسماۃ سائرہ بیگم کے انتقال کے وقت ان کے جو جو وارث تھے انہی کا پہلی تقسیم کے مطابق حق ہے یعنی نذر محمد خاں کے وارثوں کے ۲ حصے اور مسماۃ سائرہ بیگم کے وارثوں کا ۱ حصہ ہے تو احمد علی خاں کو (جوانی والدہ کا وارث ہے) بھی حصہ ملنا چاہیے البتہ یہ دیکھ لیا جائے کہ اگر باجرہ بیگم کا خاوند یا والدین یا کوئی اور بھائی بہن، پہلی تقسیم بدل جائے گی اور یہ امانت بھی اسی لحاظ سے تقسیم ہوگی اور یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ نذر محمد خاں کی بیوی یا لڑکی یا کوئی اور لڑکا جو اس کے انتقال کے وقت موجود ہو تو وہ بھی مقدار بڑی اور چھوٹی سائرہ بیگم کے متعلق دیکھ لیا جائے کہ اس کے انتقال کے وقت اس کا خاوند یا کوئی اور لڑکی یا لڑکا تو موجود نہیں تھے ورنہ حکم بدل جائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ و

اصحابہ وبارئ وسلم۔

عزیز الفقیر ابوالکبیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۶ اشوال المکرم ۱۳۷۵ھ

الاستفتاء

نعت شجرہ نسب انتقال ۱۳۷۵ھ منع پھیری پور تحصیل دیپالپور



الجواب
انتم جعلتم لي ايتوا وصواب

گورنر سب و ذیلی نوٹ صحیح اور واقعی ہے تو تمام اشخاص مندرجہ بالا کئی عملوں
کے سبب مصائب میں محروم ہیں سے وارث صرف وہی شخص ہیں جو عملوں متوفی کے والد جان بھر
کے مہر چھ مہینے جان بھر کی طرح مورث اعلیٰ سا کھو کے پر پوتے ہیں جو بوقت وفات عملوں
متوفی زندہ تھے اور یہ بھی منع کہ شرعاً ان نو شخصوں کے حصے مساوی ہیں مثلاً جن احسن کی ہر
بٹ گائنا بی سنی، باب کو ملے گا تو یہ سب سے صحیح آئے گا حسب ذیل :

عملیں سب سے ۹

نور	ندارہ	وہاب	مینکا	جمیل	کالو	روشن	شاموں	گاموں	نسبی
$\frac{1}{9}$	$\frac{1}{9}$	$\frac{1}{9}$	$\frac{1}{9}$	$\frac{1}{9}$	$\frac{1}{9}$	$\frac{1}{9}$	$\frac{1}{9}$	$\frac{1}{9}$	$\frac{1}{9}$

اوچے بیان ٹکھی، نبی بخش، مہماں، ابرا، النیا، سلیمان، قائم الدین، مسیحی عملوں سے پہلے
ذات جو بیکے تھے تو وہ اس کے وارث نہیں ہو سکتے لہذا وہ سب اور ان کی اولادیں محروم
ہیں ان سب کے لئے کئی دلی محمد وغیرہ کی سرور وغیرہ کی نسبت دور کے عصبہ ہیں تو نزدیک
مصائب کے ہوتے ہوئے محروم ہوں گے۔ قرآن کریم میں ہے للرجال نصیب مما
ارسلنا بالذکر، لہذا یہ حدیث تفہم ملیہ میں ہے فلا ولی رجل ذکر
میں ہے لہذا یہ حدیث تفہم ملیہ میں ہے فلا ولی رجل ذکر

و اذا اجتمع جماعة من العصب في درجة واحدة قسم له عليهم
 باعتبار ابدانهم لا باعتبار اصولهم مثاله بن حرو وعشرة سحر
 و بن عمرو وعشرة بنی عمرو بن الحارث بن عمرو بن عمرو
 لکن واحد سهم۔

والله تعالى اعلم و صلى الله تعالى على حبيب و آلہ

اصحاب و بارک و سلم۔

فتوہ الفقیر ابو نعیم محمد زکریا نعیمی غفرلہ

۲۰ ربيع الثاني ۱۴۱۳ھ مطابق یک کتوبر ۱۹۹۲ھ

نوٹ : مسیحی عمر الدین ولد بنی بخش حلفیہ بیان کرتا ہے کہ مورث علی ساکھو کے مرنے کے
 مسیان موہنا، سوہنا وغیرہ ایک ہی بیوی کے لظن سے تھے اور یہ کہ مسیحی علماں یہودیوں کی وفات
 سے پہلے اس کا باپ جان محمد اور اس سے اوپر والے تمام عصبات فوت ہو چکے تھے اور
 مسیحی جان محمد کے ہم درجہ عصبات میں سے صرف مسیان سرور، نندارہ، و باب، ہنسکا،
 جیل، کالو، روشن، شاموں، گاموں زندہ تھے اور یہ کہ مسیحی علماں کی والدہ اور بن بھی ہیں
 فوت ہو چکی تھیں اور یہ کہ وہ شادی شدہ نہ تھا تو اس کی وراثت کے کون کون خدا ہیں؟
 بینوا توجروا۔

السائل : عثمان غنی ولد سلطان سولکیر از طہ صنف منقل غنی کے بہ

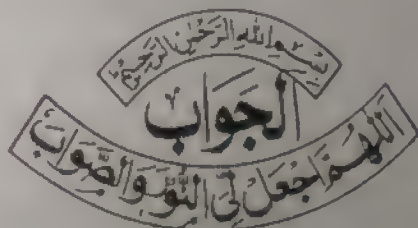
مورخہ ۶۲-۶۳-۶۴ کو مسیحی روشن ولد بھنبہ کو لکھ دیا ہے کہ ہم نے مورخہ ۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸

فتویٰ عثمان غنی ولد سلطان کو دیا ہے اور صرف ایک ہی فتوے دیا ہے جس میں مسیحی روشن

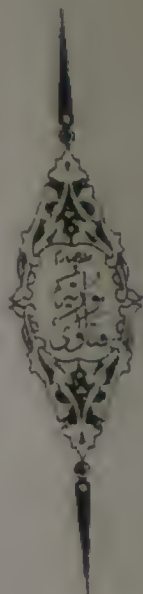
الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ زید کی دو بیویاں تھیں اور دونوں سے اولاد ہے ایک بیوی اس کے عین حیات میں فوت ہو گئی جس سے دو لڑکیاں ہیں بعد ازاں زید فوت ہوا تو دوسری بیوی کے نام شرعی حصہ $\frac{1}{8}$ منتقل ہوا مگر اب وہ بھی فوت ہو گئی ہے اور اس کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں موجود ہیں اور والدین پہلے ہی فوت ہو چکے ہیں تو اس کی اراضی کس طرح تقسیم ہوگی؟ بینوا تو جروا۔

السائل: خوشی محمد مختیار بیاباں محمد خٹاں، سکسہ بونگہ صالح

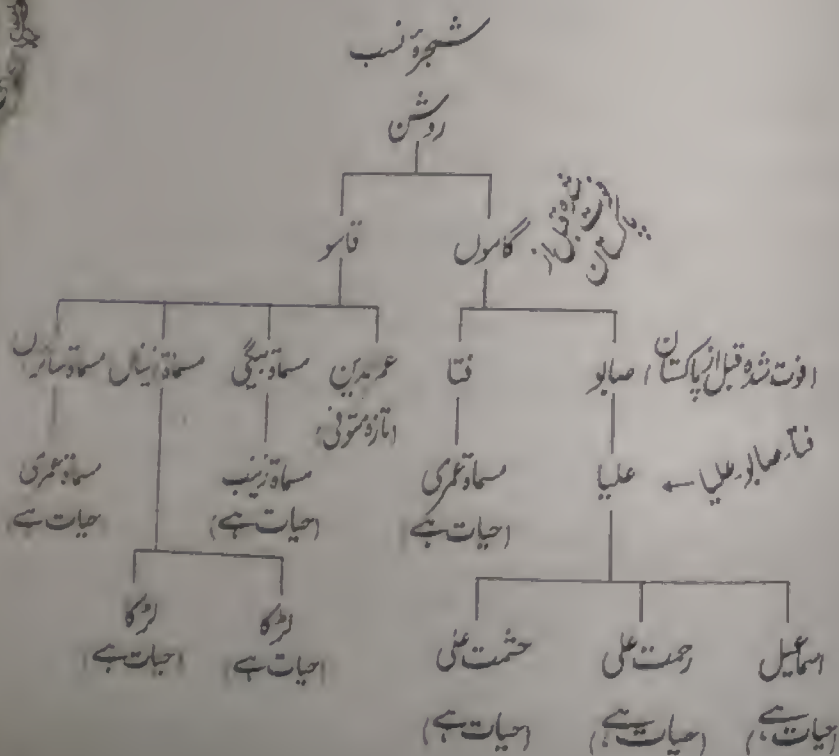


ہر کی اراضی کے چھ حصے ہوں گے، دو دوسرے لڑکوں کے اور ایک ایک ص

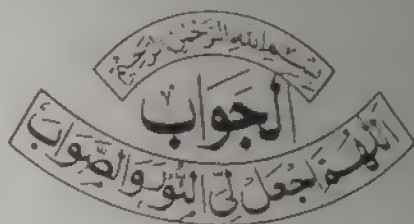


عنه الفتية ابو الخير محمد بن السديس شجرة

الاستفتاء



استفسار : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین بچ اس مسئلہ کے کہ
 عمر دین فوت ہو گیا ہے اور اس کی نہ اولاد ہے اور نہ ہی بیوی ہے اور اس کی بہرہ منگیل
 قبل از پاکستان ہی فوت ہو گئیں تھیں۔ مندرجہ بالا شجرہ کی رو سے متوفی عمر الدین کی جائیداد تقاریر
 بازگشت میں برائے شریعت کس طرح تقسیم ہوگی جبکہ تقاریر ان بازگشت اہل سنت و الجماعہ تفسیر غفرلہ لکھتے ہیں
 حشمت علی بقرہ خوجہ شاہ قسیم محمد مدھالو تھیل دیپال پور ضلع منٹگمری ۲۳-۱۰-۲۶



شرعاً اس شجرہ نسب کی رو سے متوفی عمر الدین کے وارث اس کے چچا گاموں کے
 تین پر پوتے سیمان اسماعیل، رحمت علی، حشمت علی ہی ہیں کہ یہی عصبہ ہیں اور سماء زینب وغیرہ
 سب محروم ہیں کہ عصبہ نہیں اور نہ ہی ذوی الفرائض سے ہیں، سراجی ص ۴ میں ہے شتم
 بالعصبۃ من جهة النسب نیز اسی میں ہے وعند الانفراد یحد جمیع
 اشخاص نیز ص ۴ میں ہے جزء جدہ الاقرب فالاقرب پھر اسی میں ہے شتم
 جزء جدہ ای لاعدام شتم بنوہم وان سفلو۔

یہ مسئلہ حسب اقوال ۳ سے اٹیکا اور ۳ سے ہی صحیح ہوگا حسب ذیل :

عمر الدین مسئلہ از ۳ صحیح نیز از ۳

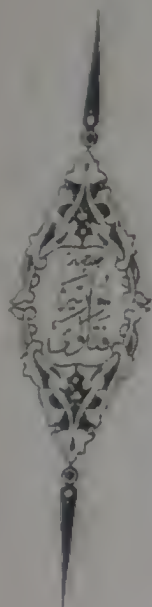
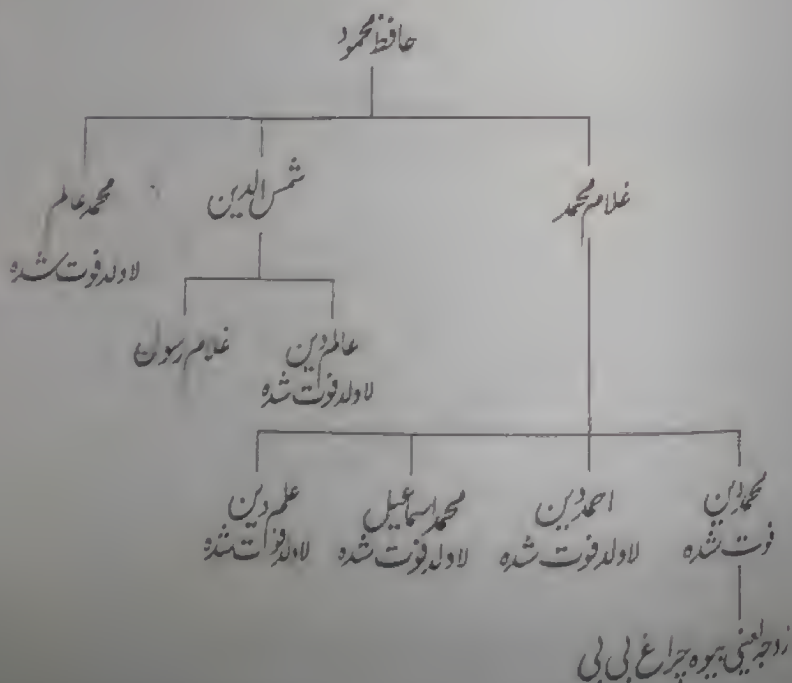
سماعیل	رحمت علی	حشمت علی
۳	۳	۱

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب وال
ومحبته وبارك وسلم

مترجمه الفتاوى ابو الخير محمد نور الله العبادين ع

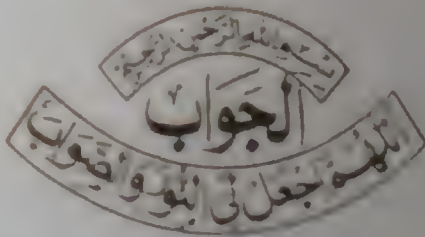
۱۰۱۱-۹۳

الاستفتاء



کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ شریف میں کہ
 مرتبہ سوسہ جو شجرہ بلند میں دی گئی ہے کہ غلام محمد کی فوجی کے وقت ان کے بھائی اور اور
 میں سے کوئی بھی زندہ موجود نہ تھا، صرف غلام رسول غلام محمد کا حقیقی بیعتجا اور مسماۃ چرخ لیل
 بیوہ محمد بن غلام محمد کی بہو موجود تھے حالانکہ محمد دین اپنے والد صاحب کی زندگی میں فوت ہوئے
 اس کی بیوی کوئی جائیداد نہ تھی۔ گورنمنٹ برطانیہ کے قانون کے مطابق سنہ ۱۹۲۲ء میں غلام محمد کی
 ساری جائیداد و محمد رسول کی نصف جائیداد مسماۃ چرخ لیل بی بی کے نام منتقل ہو گئی جو بالکل حثانیہ میں
 حیات رستی تھی۔ بہتور سنہ ۱۹۳۲ء سے لے کر سنہ ۱۹۶۶ء تک مسماۃ چرخ لیل بی بی اس جائیداد سے مل
 فائدہ حاصل کر رہی ہے لہذا دریافت طلب ہے کہ مسماۃ چرخ لیل بی بی کے فوت ہوجانے کے بعد
 ازین ترعلیت محمدیہ علیہ التحیتہ وثناء ارشاد فرمائیں کہ غلام محمد کے حقیقی بیعتجے غلام رسول کے
 پوتے ہوئے جائیداد کو کسی ور کو بھی ملے گی یا نہیں؟ اسکی تقسیم کس طرح ہوگی؟ تمیز و جرد
 بحوالہ کتب مفصل تحریر فرما کر پیش فرمائیں۔

سائل امیاں غلام رسول مقام ڈاکہ فیہ بیدریج تو تھیں کہاں صلح و جرات ہے



غلام رسول وصال یہ ہے کہ توفی غلام محمد کے والدین اور والدی بھی اس سے پہلے
 فوت ہو چکے تھے اس لیے موت میں صرف غلام رسول ہی اس کا مصداق و وارث ہے قرآن



میں ہے۔ لاکھوں سودا گروں اور حدیث پاک میں ہے کہ وہ فی سبیل ذکر
 الہی و عہدہ اس طرح ہیں ۱۲ میں ہے کہ حدیث پاک ہی لا محذور منہم
 وہوں ہی بانی کتب فقہیہ فتاویٰ عالمگیر وغیرہ میں ہے کہ ساتھ چاروں بیانیہ نہیں
 اس وقت محمد کے ساتھ کوئی ایسا رشتہ یا قربت نسب یا یہ نہیں ہے جو اس بنا کے کسی
 آیت یا حدیث یا کسی نام کے قول میں نہیں کہ جو اپنے شریک کے ساتھ ہے۔ وہ بیانیہ
 قانون وراثت بنا تھا بلکہ یہ نام مانہ قانون صرف میں کہ نہ تو ایک کاح مکمل نہ وقت
 کے لئے تھا اور اب یہ بھی نہیں حکومت پاکستان نے وہی ترقی قانون وراثت بنایا ہے۔
 واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خلیلہ زکرم
 اللہ و صعب و سالت و سلم۔

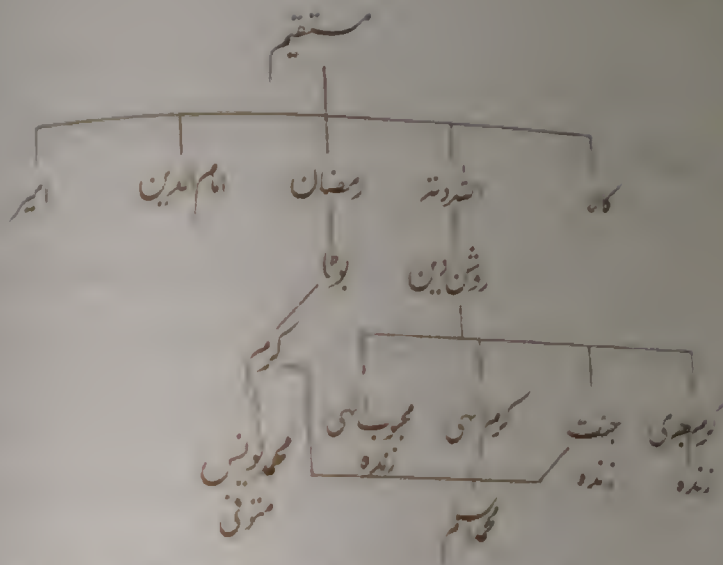
فتوہ فقہیہ برائے خیر محمد نور احمد نعیمی غفرلہ

مذہبی فقہیہ مبارک دہشتہ

۳۰-۲-۶۶

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علم ہدین و مختبران شریعتیں کہ تھوڑے کامی کرم فوت ہو تو کسی
 نامی یا اس کے لڑکے محمد یونس کے نام منتقل ہوئی وہ محمد یونس کے فوت ہونے کے بعد اس
 نامی کا انتقال جنت کے نام ہو گا حالانکہ محمد یونس کی وفات کے وقت کسی کرم ہی فوت ہو چکا



حق اور محبوب سی در کریم بھری نہرہ تھے تو کیا ستمی محکم سلم کا کس راضی میں کوئی حق داشت
جے یا نہیں؟

نوٹ : سال نے زبانی بیان کیا کہ سہ ماہ جنت ستمی کریم کی بیوی اور محکم یونس کی بیوی
سہ ماہ توحید

السال : محبوب سی زایا پاپو



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وصل اللہ علی عنی حمد لا کرم والہ و اصحابہم السلام



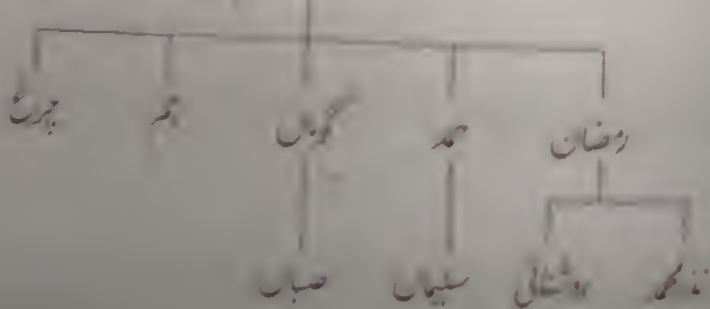
شرف عامھو یونس کے واثق اس کی مال سادہ بنت اور محبوب اس محبوبہ میں
 کریم بھری اور محمد اسلم محمد دوم نہیں، محبوب اس قرب انی محمد یونس کا نیا بہترین ہے اور محمد سلم
 یک وجہ دوست ہے لہذا وہ تنقہ انہیں جو کچھ قرآن کریم میں ہے خاصہ اس کتاب پر
 فرمایا اللہ جل نصیب مساکین اللہ اللہ والاقربوں واریت توفیق میر
 میں ہے اللہ جل رحل وکفر فامی عالمیہ ہمہ میں ہے وہاں سے وہاں سے
 واللہ تعالیٰ سلم و صو لہ تعالیٰ علی حبیب الانکرمہ
 و صحت و باریک سلم

عزیز الشہداء ابو الخیر محمد فاضل الدین غفر

مترجمہ و املائی رازی علیہ السلام

الاستفتاء

پہلوں و ہدف قسم





ترجمہ کے ورثہ مرثیہ نذر محمد اور سیمان بختیہ کی ہیں کسافی الحدیث
 المستمن علیہ والسراجیہ و غیرہا۔
 واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد
 وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

قرۃ العقیقہ ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۵ ذی القعدۃ المبارک ۱۳۸۹ھ ۲۳/۵

الاستفتاء

بخدمت جناب قلمہ و کعبہ غوثی و غیاثی سیدی و مرثی العیاض ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب

السلام و حرمتہ اللہ و برکاتہ

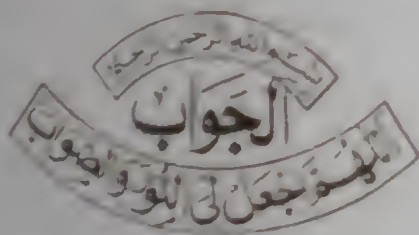
بعد ازیں اس سچے نبوت ہے وہ آپ کی غیرت خداوند کریم سے نیک مہذب ہیں

بعد ازیں گزشتہ سب کے دو آدمی باہمی طرف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں
 کہ ان کا آپس میں وراثت کا جھگڑا ہے جان محمد و چنان خاں کو جان کا بایں تھا
 سارنگ دل بلند ان کا نام تھا۔ اس کے گھر ایک عورت تھیں اس کے دو لڑکے تھے
 پان اور جان محمد ان کی والدہ فوت تھیں اس کے بعد اس نے جیتیجی کی عورت زبردستی سے
 اپنے گھر کھنسی حاجی سر جان سے کہا کہ اس کا نکاح نہیں جائز ہے نہ نہیں کرنے سے
 بے نکاح اپنے گھر وہ عورت رکھی اس میں سے ایک لڑکی ہے وہ وراثت کا دعویٰ
 کرتی ہے کہ ان کا نکاح حق ہے یا نہیں نہ ہانی ذرا کرسند تو فرما دیں یہ بارے
 زمین میں اس میں کوئی ناجائز کی بات نہیں۔

آپ حضور کی عین نوازش ہو گی فقط۔ مسدود کیا کہتے بسترہ عرض کیا ہوں۔
 آپ حضور کا خادم:

التجسس دل حاجی سر جان

پک و تحصیل دیار ضلع ساہیوال



اگر سال صحیح ہے تو سارنگ کے وراثت صرف اس کے دو لڑکے جان محمد اور

چنان ہیں، ہر مزارعی لڑکی وراثت نہیں رکھتا

سازنگ ہمسہ ازدو

جان محمد	چان	حما نادی لڑکی
$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	\times

کذا فی القرآن الکریم والحديث والفقه۔

والله تعالیٰ اعلم وصلى الله على حبیبہ وعلى آله و

صحابہ وسلم۔

حضرت الفقیر الباقی محمد نور المصطفیٰ نعیمی غفرلہ

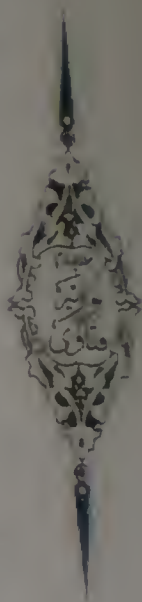
۔۔۔ ربيع الاول ۱۴۰۰ھ ۸۰-۲-۱۱

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ سماء امیر بی بی دختر علی کہ قوم عبید بن ساکن جیلچہ پور کی شادی فضل محمد ولد عبد الحق قوم غل جو غلطہ آج سے تقریباً ۲۲ سال پیشہ ہوئی تھی فضل محمد مذکور ۱۲ ایڑ کا مالک تھا، اس نے اپنی شادی سے تین و قبل اپنی ملکیتی اراضی اپنی بیوی مذکورہ کے نام رجسٹری کر دادی جس کا عداالتی ثبوت موجود ہے فضل محمد فوت ہو گیا اور اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ بعد ازاں امیر بی بی بھی فوت ہو گئی۔

شرعیعت مطہرہ اور قرآن پاک کی روش سے اراضی مذکورہ کے کون سہدار ہیں اس وقت یہ بی بی مذکورہ کے والدین فوت ہو چکے ہیں، اس کے ایک بھائی اور بہن ہیں۔

محمد اسلم علی اکبر



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الجواب
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْتَوَّابَ

اگر یہ سوال صحیح ہے کہ امیر بی بی کے وارث صرف ایک جائی اور بن ہی میں کوئی وارث نہیں تو وہی بن بجائی تھا اور بن بجائی کے دو حصے اور بن کا ایک حصہ جبکہ یہ بن بجائی امیر بی بی کے باپ کے لڑکا اور لڑکی میں جیسے سائل کے دو حصے صوفی محمد علی صاحب نور علی عبد الکریم صاحب نے بصیر اور پنے زبانی بیان کیا ہے تو یہ سند میں سے اس کا صحیح طور پر تقسیم ہو جاتا ہے، یوں ہے۔

امیر بی بی سند از تین
 محمد اسلم بجائی
 خورشید بیگم بن

کما فی کتب المذهب المذهب الحنفی والہندسۃ والسرحة وعیہا
 واللہ اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد وعلى
 آله وصحبه وبارک وسلم۔

نوٹ: قبل ازیں ہی سند اوکاڑہ سے مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی تھا جس میں نسب و غیر کو تفصیل
 ذکر تھا اور یہ بھی لکھا کہ محمد اسلم اور خورشید بیگم امیر بی بی کے باب اور ماں کے اولاد نہیں ہیں مگر اس

سوں میں یہ کیا ہے کہ عدالتی بین جانی میں تو اگر واقعی علاقائی ہیں تو جواب مندرجہ بالا میں صحت
واللہ اعلم وصلى الله تعالى على حسبه وعلى له وصحبه وبارك وسلم

عزیز الفقیر ابوالکحیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۵ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ ۹-۶-۸۰

الاستفتاء

خدمت جناب حضرت کاج ابوالکحیر مولانا محمد نور اللہ صاحب نعمی مہتمم دارالعلوم خفیفہ فیروزہ البصیر پور
جناب عالی

- گزارش ہے کہ سائل کو قانون وراثت شرعی کے مطابق فتاویٰ کی از حد ضرورت ہے
- ۱۔ سہ ہانی فتاویٰ صادر فرما کر شہر کو فرمائیں شجرہ نسب مندرجہ ذیل ہے :-
 - ۲۔ سنی قمر دین ۱۹۵۹ء میں فوت ہوا اس کے نام پر زرعی اراضی تھی۔
 - ۳۔ سنی عبدالمالک پر قمر دین سنی قمر دین کی زندگی ہی میں ۱۹۴۶ء میں فوت ہوا۔
 - ۴۔ سنی قمر دین کی فوتگی کے بعد انتقال وراثت سماءہ بخنائی بیوہ، محمد نثار اسپر سماءہ صفیہ بیگم دختر سماءہ بیگم دختر و سماءہ عرشاں بیگم دختر ان قمر دین منظور ہو گیا۔
 - ۵۔ سنی عبدالمالک کی بیوہ نے ۱۹۴۶ء میں اسے ہی صاحب پاک تین کی عدالت میں اپنی انتقال

دینی جوہرہ ۲۵ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

۵۔ اس بعد چنانچہ نے محقق وراثت کا مطالبہ کیا جس میں طے پایا کہ اگر قانون شریعت کے مطابق

مسماۃ صدال بیوہ عبدالملک اور مسماۃ عطیہ بیگم دختر عبدالملک حق دار ہیں۔
کیا جادے اور اگر قانون شریعت کے مطابق ہوں تو بیوہ جتنی وراثت سے محروم نہ ہوگی
(شجرہ ملاحظہ ہو)

قمر دین

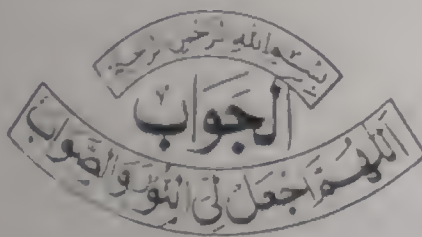
مسماۃ بختی بیوہ عبدالملک پسر محمد شاپر مسنیہ بیگم دختر بیگم عثمان بیگم

مسماۃ صدال بیوہ مسماۃ عطیہ بیگم دختر عبدالملک

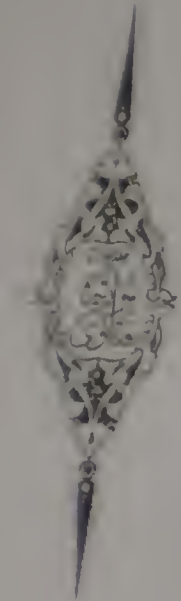
لہذا بذریعہ درخواست ہذا استدعا کرتا ہوں کہ بموجب قانون وراثت فتاویٰ جاری فرما کر شکور
فرمادیں خواہش ہوگی۔
المرقوم ۱۴-۹-۹۰

ع۔ ح۔

فدوی محمد شاپر ولد قمر دین ذات بلوچ ساکن موضع جگا بلوچ تحصیل یکنین ضلع ساہیوال



شرعاً قانون وراثت کے مطابق صدال بیوہ عبدالملک اور عطیہ بیگم دختر عبدالملک
کا کوئی حق نہیں کیونکہ عبدالملک قمر دین سے پہلے فوت ہونے کے باعث قمر دین کا وارث



نہیں تو سداں اور عطیہ کا حق کیسے ہے؛ مرنے محمد نسا وغیرہ ہی وارثِ قمر بن ہیں لہذا سارا مال
صحیح ہر چکا ہے۔ فتاویٰ مالگیری ج ۲ ص ۴۰۴ میں ہے فاقرب لعصبات الامت
قرآن کریم میں ہے للرحال نصیب مما ترک الوالدان والاعزول
۶ سورہ نسہ ۱۰ حدیث شریف بخاری و مسلم وغیرہ میں بھی ہے ما لقت اصحاب
المرأض جہودونی حل ذکر و کما قال صلی اللہ علیہ وسلم
واللہ اعلم۔ صلی اللہ علی حبیب سید و مولانا محمد
والہ و صاحب جعفر و وارث و سلم

غزوہ الغنیمہ لیا بخیر محمد و آلہ و انبیاء و غزوات
۱۰۱

الاستفتاء

۹۶

اذا نكح كوث

۲۵ ربیب الربیب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے
چار بیٹے و چار بیٹیاں ہیں۔ وہ اپنی ملکیت کس طرح تقسیم کرے؛ ہر ایک کا حصہ کیا ہوگا،
اور کس قسم کی ملکیت تقسیم کرے جبکہ گھر کی جگہ ایک پر اسے بنانے اور رہتی کرنے کا ارادہ
اور کچھ زمین اس کی ملکیت میں مفصل فرما کر عین الہ ماجور ہوں۔

السائل حاجی محمد حسین محل اہل اہل کدھ کوٹ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الجواب
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي ابْنًا وَابْنَاتٍ

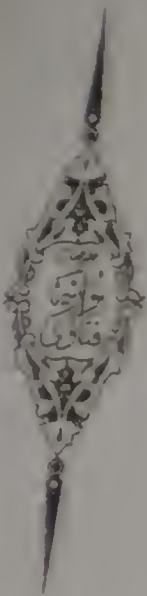
اگر صرف یہی داشت میں تو باوجود ہر ایک ترکے کے دراصل ہر ایک
 ترکہ ایک حد ہے، قرآن کریم میں ہے للذکر مثل حظ الانثیین مرقۃ النساء
 اور اگر کوئی اور داشت ہے تو اس کے خابہ کرنے پر جواب دیا جاسکتا ہے مگر داشت فوت
 ہونے کے بعد جاری ہوتی ہے بھی کیا پتہ کہ کوئی ترکہ یا ترکہ بنت یا کسی عورت سے نکاح کرے
 تو وہ بھی داشت ہوگی۔

بہر حال جو چیز مرنے والے کے ملک میں ہو تو اس میں داشت جاری ہوتی ہے
 واللہ تعالیٰ اعلم واصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وبارک

وسلم

مولا احمقیر بوالکیر محمد نور اللہ تعالیٰ تفرزہ

۹ شعبان المعظم ۱۴۰۹ھ ۹-۴-۱۹



و حام سے ہے اور ذوق عام بھی بالترتیب شرعی وارث ہوا کرتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں
 والحقہ فتویٰ مہر جیہ میں ہے شد ذوقی الامحام نیز کتب مذکورہ وغیرہ میں ہے والنظم
 منہجہ والاحوال والخلالات والادھم۔ شریقیہ شرح مہر جیہ میں ہے وبدر
 نحال وسہ او من سبت سبت المعالۃ وابن بنہتا تروہ دونوں بھائیوں
 کفن وصیت وقرض سے بچے ہوئے ترک کو نصف ونصف کر لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلم
 جس محدہ تم وحکم وصی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد والہ
 واصحابہ وبارئ وسلم۔

نوٹ : سائل نے بعد میں بتایا کہ خاں زاد تین بھائی ہیں، غلطی سے دو کھلے میں
 تودہ تینوں بھائی تکرہ برابرتین حصے کر لیں کہ وہ تینوں وارث ہیں۔

حضورہ العقیقہ ابو النجیر محمد نور اللہ ایسی غفرلہ

۲۷ محرم الحرام ۱۳۶۷ھ

الاستفتاء

کیا ملتے ہیں علماء دین و فقہان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسیحی جس خاں لدا کے لدا
 لدا فوت ہوا اس کا فحجہ نسب حسب ذیل ہے :

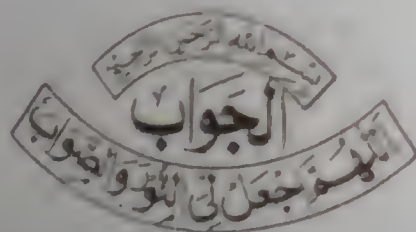
ذَوِي الْأَرْحَامِ

باب فی الارحام

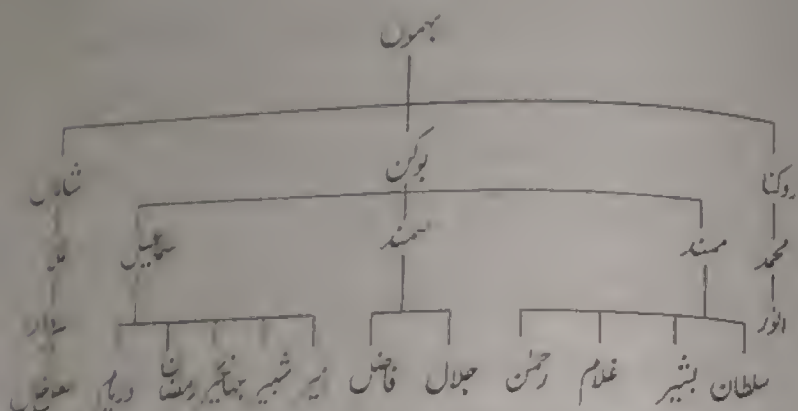
الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین، اندر ایسے مسئلہ کہ کسی محمدی فدائے موالو اس کا کوئی پشتہ و امر موجود نہیں، صرف دو اس کی خالہ کے لئے ہے تو اس کا وارث شرعاً کون ہے؟
سینواتوجبر وامن رب العلمین۔

سائل، عطاء محمد موضع دریا ڈھک تحصیل عارفہ ضلع منٹگمری



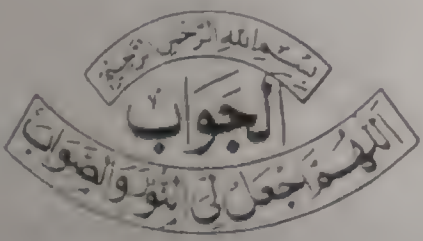
صورت مسئلہ میں متوفی محمد علی کے وارث قریبی دو خالہ زبیر بھائی ہیں کہ خالہ کی ولادت دینی



انگریزی قانون کے مطابق انتقال اراضی بنام سارا والدہ محل خاں ہوا۔ اس کے
ذمت ہونے کے بعد مسماۃ روشن داوی محل خاں کے نام ہوا اور اس کی فوتہ کی مسماۃ کاہاں در
مسماۃ صاحبزادی دختران ملا کے نام انتقال کیا گیا حالانکہ روکن اور بوکن کے وارث مذکور ہو چکے
نوٹ : سائلوں نے ایک وارثہ مسماۃ فحشاں دختر سارا والدہ محل خاں کا ذکر

کیا حالانکہ وہ بھی ولد الام اور وارث ہے ۱۲

ابو مخیر غفرلہ



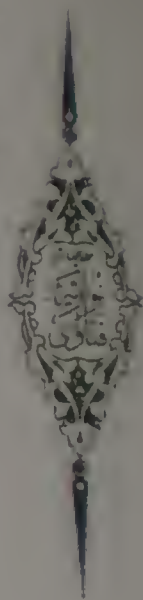
مسماۃ روشن داوی کاہاں کے ہونے سے شرعاً کوئی حق نہیں ملتا ہی عالمگیر
۴۰۵۱۔ ۱۳۱۳ میں ہے و النظم من السرجب و سفسف کتبہ مالہ

یہ ہے۔ سہ ماہی گاماں اور مسماۃ کے برکتی پھوپھوں کا کوئی حق نہیں کہ پھوپھی زوی الارحام ہے۔
 فتاویٰ مائید ج ۴ ص ۲۰۸، سر جیس ۳۵ میں ہے وسم العتات اور زوی الارحام کا حق
 میں اور عصبات کے ہوتے ہوئے قطعاً نہیں۔ فتاویٰ عالمگیر ج ۴ ص ۴۰۳، سر جیس ۴۲ میں ہے
 سند دوی الارحام بکرم عرف مسماۃ ساماں اور مسماۃ فجاں اخت للام اور انور وغیرہ اولاد زینہ
 روکنا اور بکن کا حق تھا۔ فتاویٰ عالمگیر ج ۴ ص ۴۰۴، سر جیس ۱۲ میں ہے وثالثا کل عند عدم
 هؤلاء المذکورین نیز فتاویٰ عالمگیر ج ۴ ص ۴۰۴، سر جیس ۱۵ میں ہے شحفا اعمام جہد
 لہذا یہ نقال بنام گاماں اور صاحبزادی شرماء محض غلط اور ناجائز قابل فسخ ہے بلکہ عصبات غیر محبوبہ
 بوقت وفات لعل خاں موجود تھے، ان کا حق ہے جو مسماۃ ساماں والدہ اور مسماۃ فجاں اخت لہا ہے
 بچے وہ عصبات غیر محبوب لعل خاں کا حق ہے۔

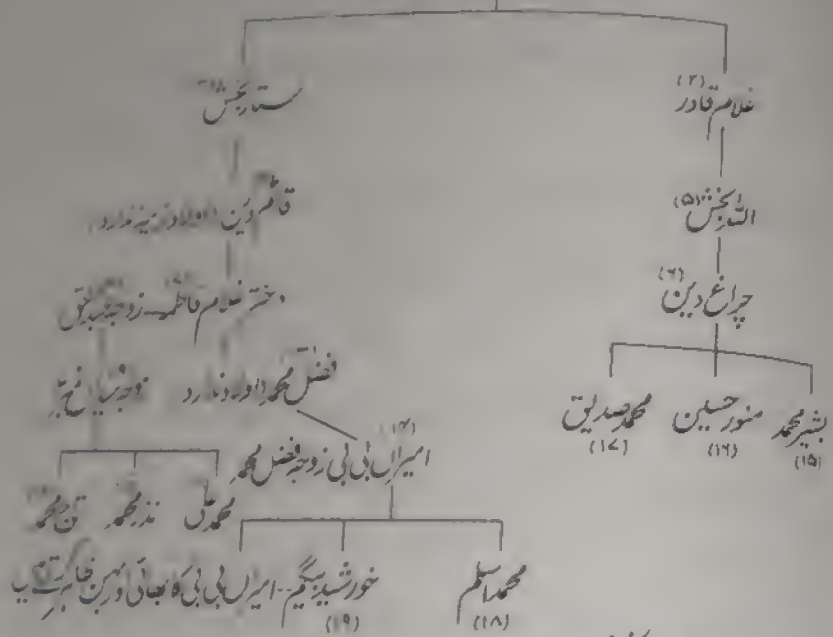
واللہ تعالیٰ اعلم وعلیٰ جل مجدہ اتم واحکم وعلیٰ اللہ
 نفعی عن حبیب والہ وصحبہ وبارک وسلم۔
 صدر الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

جناب عالی! :
 گذارش ہے، شجرہ نسب مشمولہ پیش بھنواؤں ہے، وراثت کا فتوے درکار ہے
 مستفتی: حافظ محمد شفیع قمر نادر خطیب جامع مسجد چک تحصیل ضلع دہلی



خدا بخش مورت علی



۱۔ مورت علی خدا بخش تھا۔

۲۔ خدا بخش کے دو بیٹے غلام قادر (۲) ستار بخش (۲) تھے۔

۳۔ غلام قادر نمبر ۲ ایک لڑکا الہ بخش تھا۔

۴۔ ستار بخش نمبر ۳ کا لڑکا قائم دین تھا مطابق نقشہ نمبر ۴

۵۔ قائم دین کی اولاد زینہ بنتی صرف دو لڑکیاں غلام فاطمہ اور غلام عائشہ تھیں غلام عائشہ باپ کی موجودگی میں فوت ہو گئی۔

۶۔ قائم دین کی لڑکیاں غلام فاطمہ کے لطن سے ایک لڑکا فضل محمد تھا مطابق نقشہ نمبر ۱

۷۔ فضل محمد کے والد نے فضل محمد کی والدہ غلام فاطمہ کی موجودگی میں دوسری شادی کر لی

مطابق نقشہ نمبر ۹

۸۔ عبدالحق کی دوسری بیوی سیداں کے لطن سے تین لڑکے ہیں ۱۔ محمد علی ۲۔ نذر محمد

۱۔ محمد علی نے وہ دین نہ ہوئے کہ وجہ سے سندھ میں پنی رضی نہ رہا۔
کے ہر ہر گاہ

۲۔ غنہ نے عوی مستقر یہ سول ج ساہیول کی عدالت میں دائر کرد یا پانچ طاب
قصہ سول حج۔ غنی و پس قائم دین کے نام منتقل ہو گئی۔
۳۔ غنہ ۱۵۹۰ فوت ہو گیا۔

۴۔ قائم بن نے رضی دوبارہ غلام فاطمہ نبرہ کے نام بہہ کر دی، چرخ دین ابو جہ فوئہ کی
والا اٹھ بخش اور ابو جہ فوئہ کی دو پسران بیک وقت تیار ہو گئے اور دعویٰ استقراریہ
کرنے سے معذور ہے۔

۵۔ غلام فاطمہ نبرہ نے رضی اپنے لڑکے فضل محمد کے نام بہہ کر دی۔
۶۔ فضل محمد نبرہ نے کچھ رضی شرف طور پر بطور گزارہ اپنی منسوب (ہونے والی بیوی ابی بی
کے نام منتقل کر دی۔

۷۔ میر بی بی کے باپ کا کوئی علم نہیں کون تھا کیونکہ اس کا باپ کسی میں گر گیا تھا۔
۸۔ میر بی بی کی ماں نے (مسماہ خورشید بیگم و مسماہ محمد اسلم) کے باپ سے نکاح ثانی کیا۔
گویا میر بی بی کا رشتہ خورشید بیگم اور محمد اسلم سے (نہ ماں سے تعلق رکھتا ہے نہ
باپ سے۔

۹۔ فضل محمد بی بی کی زندگی میں فوت ہو جاتا ہے، فضل محمد نبرہ ۱۳ کی کوئی اولاد نہ تھی۔
۱۰۔ داشت کی والدہ نبرہ کے نام منتقل ہو جاتی ہے۔

۱۱۔ غلام فاطمہ جب فوت ہوئی تو ورثہ بذریعہ انتقال نمبر ۴۲، نور خہ ۵۶-۸۰-۹۰

نصف چرخ دین نمبر ۱، نصف عبدالحسن نمبر ۲ کے ہیں

۱۹۔ فضل محمد ۱۲ نے بطور گزارہ شادی جوئے سے قبل کی ہے۔ اس کے بعد ان کی

۲۰۔ میر بی بی ۱۲ کے بطن سے کوئی اولاد نہیں، میر بی بی ۱۲ کا اس کی والدہ سے

کوئی بھائی بہن، چچا، باپ، دادا، دادی وغیرہ کوئی ملک میں ہیں۔

۲۱۔ بشیر محمد ۱۵، منور حسین ۱۶، محمد صدیق ۱۷ نے دعویٰ سسفر، سیرا، ریاست

۲۲۔ امیر بی بی فوت ہو گئی ہے اس لئے ساری راضی جوئے کے راضی نہیں ہیں

۲۳۔ محمد اسلم ۱۸، غور شیدہ بیگم ۱۹ اجوزہ تو میر بی بی کے والدہ کے بطن سے ہیں میر بی بی کی

کی ماں کے بطن سے ہیں۔

۲۴۔ محمد علی ۱۹، نذر محمد ۱۸، تاج محمد ۱۷، امیر بی بی کے خاندان فضل محمد سے متعلق خاہرست

۲۵۔ چونکہ اراضی غلام فاطمہ کی ہے اس لئے وراثت کا فیصلہ کر سب کو ملتا ہے

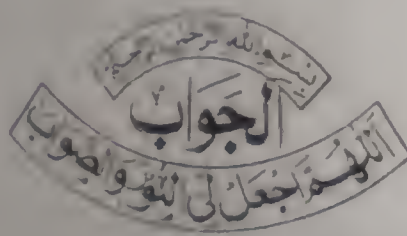
غلام فاطمہ اور قائم دین ۱۷ کا وارث ۱۶ نمبر ۱۶، نمبر ۱۷ ہیں

۲۶۔ اراضی قائم دین کی ہے، قائم دین کی آخری یاد کار میر بی بی ۱۲ فوت ہو گئی ہے

کے خون کا رشتہ دار سوائے نمبر ۱۵، ۱۶، ۱۷ کے کوئی موجود نہیں لہذا وراثت کا

فتویٰ درکار ہے۔

کون ہے؟



فضل محمد ۱۲ نے جو اراضی اپنی منسوب امیر بی بی کے نام سے ہے اس سے



تو یہی ہے کہ ملکیت ہی کا انتقال تھا اور فضل محمد کی کل اراضی کا جو اس کی ملکیت تھی
 اس اراضی کے جو قبل از صلح امیر بی بی کے نام منتقل کرائی بشرطیکہ وہ انتقال بطور ملکیت کے
 نہ ہو بلکہ بطور گزہ تھا تو ایک چوتھائی حصہ امیر بی بی کو ضرور ملے گا بطور وراثت باقی میں اسکی
 والدہ غلام فاطمہ سے اور چراغ دین کا حق بطور ذوی الارحام ہے مگر جب وہ کل اراضی بنام غلام فاطمہ
 ملکیت کے طور پر منتقل ہوئی تو امیر بی بی کا حق تو باقاعدہ ایک چوتھائی ثابت ہے اور باقی تین
 چوتھائی کا نصف اس کے خاوند عبدالحق سے ۱۰ اؤ نصف دیگر چچا زاد بھائی چراغ دین کا حق تھا جو ان کے
 میں گیا باقی محمد اسم ۱۵ اور غور شیدہ یکم ۱۹ کا کوئی حق نہیں کیونکہ ماں کے دوسرے خاوند کی
 وہ سہی بیوی کی اولاد امیر بی بی کی بہن بھائی نہیں اور جبکہ امیر بی بی کا کوئی وارث نہیں نہ
 بھائی نہ بہن نہ چچا نہ باپ نہ ماں نہ دادی وغیرہ تو اس کی ملکیتی اراضی بیت المال کا حق ہے
 نمبر ۱۵، ۱۶، ۱۷ کا کوئی حق نہیں، ہاں غلام فاطمہ کی ملکیتی اراضی کا نصف حصہ جو ان کے
 باپ چراغ دین کے نام منتقل ہوا تھا وہ ان کا حق اپنے باپ کی وراثت کے لحاظ سے ہے
 ہاں اگر زیادہ کاوش کی جائے تو فضل محمد کی کل زمین جو غلام فاطمہ کے نام منتقل ہوئی تو
 ان نسبت کا احساس میں سے آسکتا ہے کیونکہ غلام فاطمہ کا حق فضل محمد کی وراثت میں
 صرف ایک ہتائی ہے اور ایک چوتھائی اس کی بیوی امیر بی بی کا حق ہے اور باقی کچھ غنیمت
 کا حق تھا تو یہ مسئلہ بارہ سے آئیگا :

فضل محمد مسئلہ از بارہ تصحیح ۱۲ سے ہے

غلام فاطمہ ۱۰ امیر بی بی بیوی چراغ دین والدہ کا چچا زاد بھائی بطور ذوی الارحام

$\frac{5}{12}$

$\frac{3}{2}$

$\frac{2}{13}$

جو نصف عبدالحق کو ملا ہے وہ صرف چار ہتے بارہ سے ہی ہے یعنی $\frac{2}{3}$ اور باقی $\frac{1}{3}$ چراغ دین

کے تھے جو نہایت ۱۶۰۱ء کا حق ہے اگر اتنا نہیں ملتا تو وہ اس کا ہونی کر سکتے ہیں۔
 محمد علیؑ نذرؑ اور تاج محمدؑ کا فضل محمدؑ اسے کوئی تعلق نہیں جب کہ حق سے کوئی تعلق
 نہ ہو تو اور ۱۶۰۵ء امیر بی بی کی اراضی پر بھی نہایت ۱۶۰۵ء کا کوئی حق نہیں کیونکہ وہ مرغان اراضی
 نہیں باقی یہ کہنا کہ اصل میں اراضی قائم دین کی تھی اور یہ قائم دین کے نتیجے میں دین کے تحت
 ہیں لہذا حق دار ہیں بالکل غلط ہیں کیونکہ قائم دین کی وہ اراضی رہا ہی نہ ہو کہ منتقل ہوتی ہو تو
 کہیں سے کہیں لگتی اور یہ سب مسائل فتاویٰ مالگیر اور سرحدی سے ہیں۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم وحکمہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ

حبیب سیدنا و مولانا محمد و علی الوصحہ و مایک و مہ

ضمد الغنیۃ ابو الجیر محمد نور الدین بن غفرلہ

۱۱ رجب المرجب ۱۳۱۰ھ

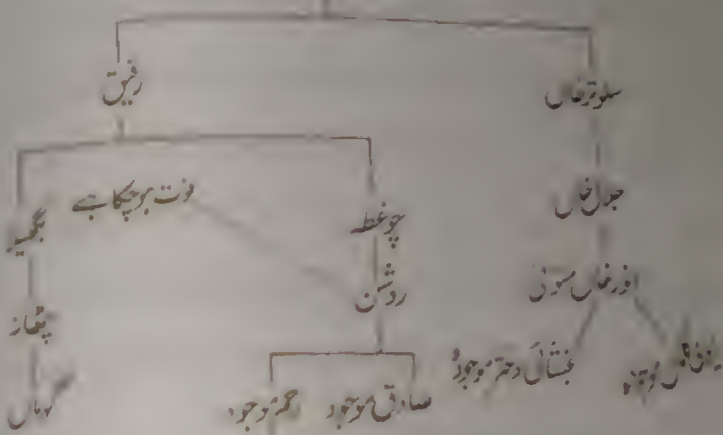
۶۸

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں صورت کے کسی درخت کو ہوا شجر و نسب

اور درخت حسب ذیل میں :-

موت مورت علی
دل اور خاں



قسم میں ہے وصیت بھی کوئی نہیں کفن دفن ہو چکا ہے تو شرما کر
کس طرح قیصر کیا جاوے فقط۔

سائل : گوماں دل نہ پیاں

۵۲ - ۴ - ۲۶



یہی فاضل سہارا کی کاغذت ہے باقی صاف اور تم اور گوماں کا سہاوی
مگر یہ ہے سب اہل۔

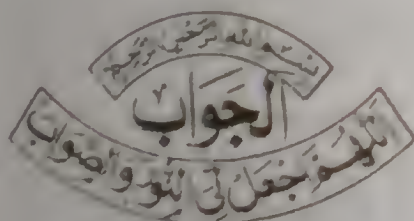


غول

بَابُ الْعَوْلِ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علم کرام و صوفیاء عظام کہ زنی فوت ہو گیا ایک عورت و ایک مرد
اور وہاں از جانب باپ اور دو ہمیشہ و چھوڑ دیا، اس کے ترکہ کی تقسیم جس طرح ہو تو وہیں نیز
جو زیور و الدین سے پایا اس کا کیا حکم ہے؟ بہت سزا تو ہو۔



والدہ کے لئے چھٹا اور بیوی کے لئے چوتھا حصہ ہے اور ہمیشہ گن بیسے کہ سوس سے
مہر ہے اگر حقیقی ہیں تو دو تہائی ان کے لئے اور دونوں بھائی علیہ سببی محرم ہوں گے اختطاریت،



یہ س نشان کی وجہ سے ۲ سے آئے گا اور چونکہ عائد ہے تصحیح ۱۳ سے ہوگی۔

ہکذا۔

زیادہ سے ۱۲ تصحیح بعد عمول از ۱۳

دائدہ بیوی بہن بہن بھائی بھائی

۲ ۳ ۴ ۴ ۶ ۶

سر یہی میں ہے۔ او مع الاثنین من الاخوة و الاخوات

و المرع للواحدة فضا عدم الولد و ولد الابن و والشان

للاثنین فضا عدة اور اگر بشیرگان غیر حقیقی میں تو جواب بدل جائے گا لہذا دوبارہ تفصیل سے سوال کریں۔

زیر اور والدین نے مجھ کو دیا ہے اور قبضہ میں دے دیا ہے تو میرا ہوس یا میرا لیا

ہی۔ ک ہے۔

و الله تعالى علم و صلى الله تعالى على حبیبہ و آل

و صاحب و بارک و سلم۔

عزہ الفقیہ البواخی محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

الاستفتاء

علمائے دین کیا فرماتے ہیں اس معاملہ میں کہ ایک شخص مسنی غلام محمد کے گھر دو

لڑکیاں تھیں اس کی عورت فوت ہو گئی۔ بعد میں اس غلام محمد نے دوسری عورت کر لی یعنی

بھاج میں لے لی۔ اس دوسری بیوی سے کوئی اور نہیں ہوئی ہے۔ اب غلام محمد فوت ہو گیا ہے۔
 اور غلام محمد کا باپ بھی زندہ ہے۔ غلام محمد کی عورت اس کے باپ جیسی بنے رہا ہوتے کے
 پاس ہی گھر میں رہتی ہے اور غلام محمد کا ایک حقیقی بھائی بھی شادی شدہ ہیں وہ اپنے گھر میں رہتا
 رہا کی کلاں شادی شدہ ہے اور وہ اپنی چھوٹی بہن کو بھی اپنے پاس اپنے سے جبرائیل کے بیٹے۔
 اور لڑکی کلاں نے کچھ زیور چرا کر اپنے پاس جبرائیل رکھا ہوا ہے اور بزرگ پوچھیں قبال کیا اور زیور
 اپنی حقیقی والدہ اور سہیلی والدہ دونوں کا چرا کر لے گئی تھی۔ سہیلی والدہ کا زیور تو ایس ہو گیا ہے
 اور حقیقی والدہ کا زیور جبرائیل نے بیٹھی ہے اور زیور جو ہے وہ خود غلام محمد کا بنایا ہوا ہے یعنی اس
 زیور کا مالک خود غلام محمد ہے۔ غلام محمد کی جائیداد کس طرح تقسیم ہوئی چلتی ہے کیونکہ غلام محمد
 کا باپ زندہ ہے اور غلام محمد کی عورت اس کے سر پر گزرا کرتی ہے۔ مینو تو جبرائیل
 سائل: عبدالحسن کھل



سائل نے زبانی بیان کیا کہ جس وقت غلام محمد کی لڑکیوں کی والدہ فوت ہوئی تھی تو
 اس وقت اس کی والدہ بھی زندہ تھی ورا اب بھی زندہ ہے اور جب غلام محمد فوت ہوا تو اس کی
 والدہ بھی زندہ تھی اور اس کے بھائی بھی ہیں تو ان لڑکیوں کی والدہ کا زیور و عید و کسے تو تشریح

تیسری بات جس سے ترکیوں کے دوہٹائی گئے ہیں اور غلام محمد خاوند کا چوتھا حصہ اور اس
 دہرہ کا چھٹا حصہ ہے تو مسئلہ ۲ سے آئے گا اور غول سے تیرہ ہو جائے گا، تیسرے سے پہلے
 غول سے تیس کے دو دو مال کے اور تین غلام محمد خاوند کے ہیں۔ پھر جب غلام محمد فوت ہوتا
 اس کے کل مال سے ترکیوں کے دوہٹائی گئے ہیں اور بیوی کا آٹھواں حصہ ہے اور تیسواں
 حصہ مال باپ کا ہے تو حسب قواعد مسئلہ ۲۴ سے آئے گا اور غول کے ساتھ ۲۷ حصہ
 یعنی غلام محمد کے کل ترکہ کے ۲ حصوں میں سے ۱۶ دونوں ترکیوں کے اور تین بیوی سے۔
 ۲-۴۰ مال باپ کے یہ مسئلہ نمبر ۱۱ ہے کذا فی السراجیۃ و الہندیۃ وغیرہذا۔

حقوہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲ رجب المرجب ۱۳۷۵ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ہاندریں مسئلہ کہ زید فوت ہوا مالک
 اس کی دو بیویاں اور ایک حقیقی بن و دو والدہ اور چچا زاد بھائی موجود ہیں، اس کی وراثت شرعاً
 کیسے تقسیم ہوگی؟ ہینوا تو خبر دو۔

سائل: مولوی محمد حسن، بنگلی ماہی

مفت محمد شفیع صاحب دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مالک کی جائیداد میں بیویاں و والدہ و چچا زاد بھائی کیسے تقسیم ہوں گے؟
 اس کے جواب میں فرمایا کہ مالک کی جائیداد میں بیویاں و والدہ و چچا زاد بھائی کیسے تقسیم ہوں گے؟

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْجَوَابُ
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي تَقْوَىٰ وَاجْتِزَاءً

دونوں بیویوں کے لئے کل ترکہ کا چوتھا حصہ ہے درہن کا نصف اور اس اثیر
 حصہ ہے سراجیہ میں ہے الربع للواحدة فصاعداً عند عدم الولد
 ولد الابن۔ قرآن کریم میں ہے وَلَهُنَّ الرِّبْعُ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدُ وَالْأُكْلُ
 سِرَاجِيہ میں ہے النصف للواحدة قرآن کریم میں ہے وَلَهُنَّ النِّصْفُ
 مِمَّا تَرَكَ سِرَاجِيہ میں ہے وَثُلُثُ الْكُلِّ عِنْدَ عَدَمِ هُوَ لَا الْمَذْكُورِ
 قرآن کریم میں ہے فَلَا مِثْلَ ثُلُثٍ۔ حسب القواعد یہ مسئلہ ۱۲ سے ہے جو بعد ۲۱ سے ہے
 اور صبح ۲۶ سے ہے حسب ذیل :

زیر مسئلہ از ۱۲ بعد ۲۱ سے تفصیل ۲۶

بیوی	بیوی	بہن	ماں	بچہ یا زوجه
$\frac{3}{26}$	$\frac{3}{26}$	$\frac{12}{26}$	$\frac{8}{26}$	محرم

ماں بہن اور بیویاں ذوی الفرائض ہیں اور چونکہ ان سے کچھ بھی نہیں ملتا چاہا الجہاں
 محرم رہے گا تو حصہ ہے کہ حصہ ہی لیتا ہے جو ذوی الفرائض سے بچے سراجیہ میں ہے

نصف کل من یاخذ ما یفتی صاحب الفرائض الخ

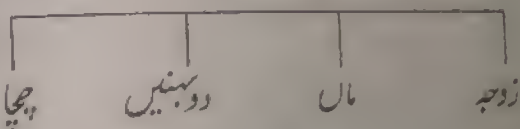
واللہ تعالیٰ اعلم وعلماً جل مجدہ تدریسی

فتوہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ

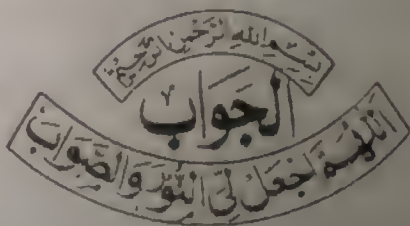
۲۸ رجب المرجب ۱۳۸۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زیر فوت ہوا، ایک زوجہ ایک سال
دوبہنیں، ایک سچا باقی چھوڑا اور درثاریں سے کوئی بھی باقی نہیں ہے، ان کا ترکہ کیسے
تقسیم کیا جائے؟ بہینہ التوجہ وا۔



السائل: علم الدین، حوٹلی لکھا ۸۰-۴-۱۴



کفن و دفن وہ اپنے قرض و وصیت کے بعد جو چچا اس کا ربیع یعنی چوتھائی زوجہ کا
ہے اور بھائی کا ہے اور بہنیں اگر وہ باپ سے ہیں سہنیں عیانی کہا جاتا ہے

ن کے ٹین یعنی دو ہتائی میں حسب التوالہ یہ مسئلہ بارہ سے ہے درجوں سے تیرہ سے
تعیین ہے یوں : یہ زید مسئلہ از ۱۲ مع احوال ۳

زوجہ	ماں	بہن	چچی
$\frac{۳}{۱۳}$	$\frac{۲}{۱۳}$	$\frac{۸}{۱۳}$	$\frac{۱}{۱۳}$

اور اگر بہن صرف باپ سے ہیں جن کو عتاتی کہا جاتا ہے تو پھر بھی یوں ہے اور اگر ایک
ایغیانی اور دوسری عتاتی ہے تو ایغیانی کا حق نصف ہے اور عتاتی کا حق سڑ ہے یوں

زید مسئلہ از ۲ مع احوال ۳

زوجہ	بہن ایغیانیہ	بہن عتاتیہ	ماں	چچی
$\frac{۳}{۱۳}$	$\frac{۶}{۱۳}$	$\frac{۲}{۱۳}$	$\frac{۲}{۱۳}$	$\frac{۱}{۱۳}$

اور اگر دونوں بہنیں صرف ماں سے یعنی ایغیانی میں تو ان دونوں کو ثلث عیسیٰ ایک تہائی
حسب ذیل :

زید مسئلہ از ۳

زوجہ	ماں	بہنیں ایغیانیہ	چچی
$\frac{۳}{۱۳}$	$\frac{۲}{۱۳}$	$\frac{۴}{۱۳}$	$\frac{۱}{۱۳}$

اندریں صورت چچی حصہ بنا کر باقی سب کا حقدار ہے اور اگر ایک بہن عیانی یا عتاتی ہو
در دوسری ایغیانی ہو تو ایغیانی یا عتاتی کا حق نصف ہے اور ایغیانیہ کا سڑ ہے یوں

زید مسئلہ از ۴ مع احوال ۳

زوجہ	ماں	ایغیانیہ یا عتاتیہ	ایغیانیہ	چچی
$\frac{۳}{۱۳}$	$\frac{۲}{۱۳}$	$\frac{۶}{۱۳}$	$\frac{۲}{۱۳}$	$\frac{۱}{۱۳}$

پہلی تین اور آخری صورت میں چچا محروم ہے کیونکہ چچا محاسب ہے جو دولت مند
 ہے بچے اس کا حقدار ہے جو ان چاروں میں کوئی بچہ نہیں لہذا محروم کافی السراج
 و احادیث البخاری و مسلم و غیرہما۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ
 و صحبہ و برک وسلم۔

حقوہ الفقیر البرا کبیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ

۸۰-۴-۱۷

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ مسماۃ زینب بی بی فوت ہوئی
 اور اس نے مندرجہ ذیل وارث چھوڑے، از روئے شریعت طریقہ تقسیم ترکہ کیا ہوگا اور ہر وارث
 کو کتنے حصے ملیں گے؟

تفصیل وارثان

- ۱۔ والدہ ۲۔ شوہر ۳۔ لڑکیاں ۳ عدد ۴۔ بہن حقیقی ۵۔ بیویا بھائی
 ۶۔ بیوی بہن۔

السائل: سید منظور احمد شاہ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الجواب
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي يَنْوَالِ يَتِيمًا

والدہ کا چھٹا حصہ ہے اور خاوند کا چوتھا اور تین ٹکریوں کا حصہ دو تہائی ہے
 اور بہن حقیقی اور سوتیلی بہن بھائی محروم ہیں ورنہ ان کے لئے کچھ بچتا ہی نہیں، اگر بچتا ہوتا
 تو بہن حقیقی بہن کو ملتا اور سوتیلی محروم رہتے۔ حسب القاعدہ یہ مسئلہ ۲ سے ہے ورنہ
 سے ۳ صحیح آئیگا۔ کذا ۱

زیب مسئلہ ان ۱۴ تصنیع ۳۹

میت	والدہ	خاوند	لڑکیاں ۳	بہن حقیقی	بہن تریں	بھائی سوتیلی
$\frac{6}{39}$	$\frac{9}{39}$	$\frac{24}{39}$	x	x	x	x

کذا فی السراجیۃ مک وصلا وصلا وصلا وکذا فی ہندیۃ وعلیہ
 من اسفار المذہب المہذب الحنفی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبنا محمد وآله

واصحابہ وبارک وسلم۔

عزیز الفقیر ابو الخیر محمد زکریا النعمی غفرلہ

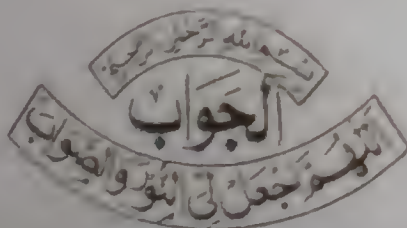
مہربان المعظم ۷۰
 ۶۰-۶۱

ز

بَابُ الرَّيِّ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین، ندریں صلوٰۃ کہ سعی میں ایک
نوبت ہو اور دو پوتے اور ایک پوتی چھوٹے تو شرعاً وراثت کی کیا صورت ہے؟ بیوہ تہجد۔
سائل: نذر محمد، خود ز موضع طغریٰ، مورخہ ۲۸/۴



مترکہ کو پانچ حصوں میں تقسیم کر کے اور دس پوتوں کو اور ایک حصہ پوتی کو بیچائے

حسن بیگ سلازہ

نذیب پوتا اسلم بیگ پوتا وزیر بیگ پوتی

۱

۲

۲

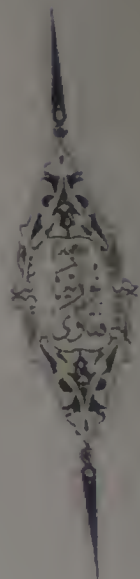
قرآن کریم میں ہے للذکر مثل حظ الانثیین۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۴۰۴ میں ہے ثم ابن الابن نیز اسی میں ہے (ج ۳ ص ۴۰۳) فہن کالصلیب عسعدم ولد اصلب۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتموا حکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حقوہ العقیقہ ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
۳۰ ذی القعدۃ المبارکہ ۱۲۶۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر اس مسئلہ کہ زید فوت ہوا اور کفن و دفن و دین و وصیت کے علاوہ مبلغ چھ صد روپیہ چھوڑ گیا اور وارث صرف بیوی، ماں، سوتیلی بہن ماں سے ہیں تو وہ مبلغ چھ صد روپیہ کس طرح تقسیم کئے جائیں؟ بنیوا تو حسب روا۔
السائل: محمد اصغر زرگر از رکن پورہ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْجَوَابُ
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي الْبُؤْسِ الْبُؤْسَ

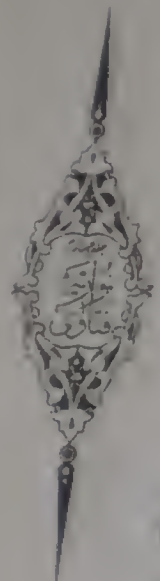
شرعاً بیوی کا چوتھا ماں کا تیسرا بہن کا چھٹا حصہ ہے مگر چونکہ ان حصوں سے اس بچتا ہے اور کوئی عصبہ ہے نہیں تو زائد ماں اور بہن پر تقسیم ہو گا ان کے حصوں کی نسبت سے اور بیوی کو زائد سے کچھ نہیں ملے گا تو یہ سہ چار سے صحیح تے کا یعنی کل مال چار سو سی حصے بتایا ایک بیوی کو دیا جائے، دو ماں کو اور پھر ایک بہن کو بھٹکا:

زید مسدہ رذیہ از ۴۴ کل مال چھ صد روپے

میت		
ماں	بہن ماں سے	بیوی
$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{4}$
-/۳۲ روپے	-/۱۵۰ روپے	-/۱۵۰ روپے

سراجیہ میں ہے الرابع ان یکون مع التانی من لا یرد علیہ واقسم ما بق من مخرج فرض من لا یرد علیہ عن مسئلۃ من یرد علیہ فان استقام فیہا وھذا فی صورتہ واحدة وہی ان یکون للزوجات واحدة کن او متعدده للربع و الباقی بینھن سرد اثلاث تزوجۃ واربع جدات وست اخوات لام انتہی۔

اقول فھذه الصورۃ المسئولۃ عنھا کذا لان فیہا للزوجۃ



سرم لعدم تولد و لام الثلث لعدم الولد و ولد الابن والاشين
 من رثوة و رثوات و لارثت لام لمدس فالثلث والسدس
 مسئلتها ثلثة كما في السراجية ايضا من باب السدس - تو مبلغ چوبه بند
 سے مل کا حصہ تین صد اور بہن اور بیوی کا ڈیڑھ ڈیڑھ صد ہے۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہم

وصحبه وسلم۔

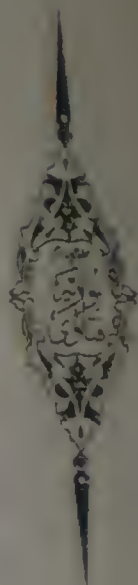
عزہ الفقیر البواکیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ
 مورخہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ

الاستفتاء

درخواست بابت شریعتی حق دفتر جناب ستی صاحب قلم، بصیر پور

جناب عالی

گزارش ہے کہ سماء غفلوراد دختر فتح آب خاں بیوہ جیون بیگ، بیاراضی جیون بیگ
 کی ہے جو بیوہ کے نام ہندوستان میں ہی ہو گئی تھی، پاکستان میں پہنچ کر ان کا انتقال ہو گیا، زمین
 و دکانیہ حق صرف دو بڑیاں بنام سکینہ بیگم، امتیازی بیگم جو کہ موجود حیات میں فائق حق الہ کا
 ہوتا ہے فتح آب کی بیٹی بیوی سے ایک لڑکا حسین خاں تھا، دوسری بیوی سے غفلوراد بیگم تھی

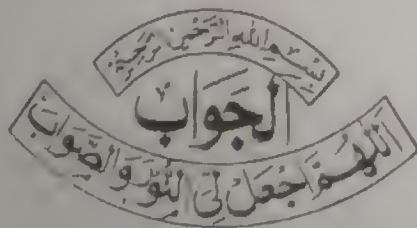


پہلی بیوی سے جو کہ لڑکا لایا بین خاں تھا اس سے دو لڑکے بنائے شمس الدین خاں، شہر الدین خاں پسران
 نین خاں۔ اس کے بعد شمس الدین سے ایک لڑکا ہے جس کا نام زمان خاں سبکا و ایکٹوں
 قمر الدین خاں سے ہے جس کا نام اچھن بیگم ہے اراضی میں زمان خاں اپنے کا حقدار ملے حصے کا
 ہونا چاہتا ہے۔ یہ اراضی مسماہ غفور ابیگم کو اس کے خاوند جیون بیگ کی طرف سے بھی مسماہ
 غفور ابیگم کے والد فتح آب خاں کی طرف سے یہ اراضی نہیں ہے لہذا شریعت قانون سے
 اس کا حق بنتا ہے تو مجھ کو دینے میں کوئی اعتراض نہ ہوگا اس لئے شریعت کو چاہتی ہوں کہ
 یہ پریشانی دور ہو سکے، اس لئے تحریری درخواست پیش کرتی ہوں۔

مسماہ سکینہ بیگم دختر جیون بیگ چک ۲۰۰ ضلع مظفری تحصیل پاکپتن شریف

نشان انگوٹھا مسماہ سکینہ بیگم

نوٹ : سائل یعقوب جو سکینہ بیگم کا لڑکا ہے اور مختار بھی ہے زبانی بیان کرتا ہے کہ یعقوب
 کی وفات کے وقت اس کے ماں باپ یا بہن بھائی یا چچا وغیرہ کوئی حصہ جو دیا تھا
 العبد : یعقوب بیگ



مسماہ غفور ابیگم کی ملکیت میں اس اراضی سے صرف ۱۰ حصہ ہے اور باقی سب

دلوں میں کیوں سکینے بیگم درستیازی بیگم کا کہتے۔ یہ شرع مطہر کا فیصلہ ہے۔ باقی رہا بحر زلال
 کا انتقال تو اس سے لڑکیوں کے حقوق شرعی قطعاً زائل نہیں ہو سکتے تو جیون بیگم کی لڑکی
 کے ۶ حصوں میں زمان خاں کا قطعاً کوئی حق نہیں کہ وہ جیون بیگم کا حصہ نہیں البتہ ہجر
 مغفور بیگم کا حق ہے اس میں زمان خاں کا حصہ ہے کہ وہ مغفور بیگم کا حصہ ہے یعنی اس کے جہاں
 میں خاں کا ہوتے یا زعمیہ کل رضی میں زمان خاں کا حصہ ہے تو توفیقی حساب کے خلاف
 اس رضی کے ۲۱ حصوں میں سے صرف دو زمان خاں کے ہیں اور باقی ۱۹ حصوں میں سکینہ بیگم
 کا حصہ ہے۔ یہ مسئلہ عملی رواد میں نسخہ کا ہے کہ فی السراح و سہا
 من الشہادی الحنفیہ

اللہ تعالیٰ علّمہ و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ

و اصحابہ و بارک و سلّم

منہ اخفیۃ ابو یوسف محمد نور الدین غفرلہ

۲ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۲۸۷ھ ۱۵۹۶

قصص

باب التَّصْحِيحِ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کے کہ یہ نفرت ہوا
اور ایک لڑکی ایک بیوہ ہندہ، ایک بھائی حقیقی، تین حقیقی بہنیں چھوڑ گیا، از روئے شہدۂ مطہرہ
اس کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے نیز بچہ نے اپنی بہن ہندہ کو شادی کے وقت جو ہیز دیا اور اسکے
اور اس کے ملک کر دیا، آیا وہ بھی ہیز ہندہ کا ہی ہے یا اس پر کسی اور کا حق فاقہ ہے؟
بینوا اما جودین من رب العلمین۔ بخشایا



ترکہ مسلولہ کا مسئلہ اٹھ سے آئیگا۔ آٹھ میں سے چار سے لڑکی کے اور ایک

بیوی کا بانی تین حصے بھائی اور بیس آپس میں للذکر مثل حظ الانثیین
 کے حسب سے تقسیم کریں لہذا تصحیح کے لئے ۵ کو ۸ میں ضرب دینی پڑے گی اور چالیس
 سے صحیح ہو جائے گا اور تقسیم بعد از وضع اخراجات تجہیز و تکفین و ادائیگی دیون و تنفیذ وصایا
 من المثلت سے ہوگی۔

مسئلہ آٹھ ہے، بعد الضرب چالیس سے
 زندہ کی بیوی زندہ بھائی بہن، بہن بہن

۲۰ ۵ ۶ ۳ ۳ ۳

۲۔ جب بھائی نے بہن کو ہمیز کا مالک بنا دیا تو کسی دوسرے کا اس ہمیز پر کوئی
 حق نہیں، قرآن کریم میں ارشاد ہے لا تحل لکم ان ترثوا النساء کرها نیز فرمان ہے
 وان کنت واحدة فلها النصف۔ وان کان لکم ولد فلهن الثمن مما
 ترکتم من بعد وصیة تو صون بہا و دین۔ سراجیمیں، ایس ہے ومع
 الاحزاب وام للذکر مثل حظ الانثیین یصرن بہ عصبۃ۔
 واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ
 صاحبہ وبارک وسلم۔

عزیز الفقیر ابو الحسین محمد نور اللہ النعمانی غفرلہ

۳ شعبان المعظم ۱۳۶۶ھ

الاستفتاء

فتوے (بصورت ثالثی فیصلہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مستیان چراغ ولد ولی محمد سکنہ چک مغل ضلع منٹگمری اور سید محمد ولی غنیش سکنہ
 قلم جندیکا ضلع منٹگمری اقوام حشری مسماست عزیزاں بنت بہلول برادر چراغ مذکور کے باہت میں
 تنازع ہیں۔ مسئلے چراغ اپنا حق ظاہر کرتا ہے کہ میری بھتیجی ہے اور مٹی سید محمد کو کتاب ہے کہ
 میری والدہ مسماست مذکورہ کی تحقیقی نانی ہے لہذا والدہ کی وفات کے بعد پردیش کا حق میری والدہ
 کو حاصل ہے نیز مٹی بہاول کی وراثت کا بھی تنازعہ ہے۔ ہر دو فریق نے بیضا و رغبت
 مجھ اپنا ثالث مقرر کیا ہے کہ شرعی فیصلہ کر کے فریقین کا تنازع ختم کروں اور فریقین قرار
 کرتے ہیں کہ جو فیصلہ ہوگا ہمیں منظور ہے۔



حکم شریعت مطہریہ ہے کہ مسماست عزیزاں کی پرورش

واقعہ جو ان جوئے تک نانی کا ہے، درالمختار میں ہے منقولہ و الحمد للہ

ہمیشہ حقیقی تو بعد از تجہیز و تکفین و تدفین و میت و دین متون کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے
از روئے شرع شریف ؟ بینوا تو جبر و -
سائلان : غزل و خال و کبیر خاں محمد ارباب موضع ساہیوالہ ۲۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الْجَوَابُ
اللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّیْ الْتَوْابَ الْبُصَابَ

شرعاً دونوں بیویوں کا حق آٹھواں حصہ ہے اور رڑ کی نصف کی حق ہے
باقی کل سگی بہن کا حق ہے، سراجیہ میں ہے والشن مع الولد نیز کسی میں نصف
للواحدة اور ولهن الباقي مع البنات۔ اصل مسئلہ آٹھ سے اور حق سولہ سے ہے
سراجیہ میں ہے کل عدد یکون مخرجاً لجزء فذلك العدد ابضاً
یکون مخرجاً الخ اور اسی میں ہے الثالث ان لا تكون بین سہ مہم
وہم موافقۃ فی ضرب کل عدد وروس من انکسرت عنہم لہام
فی اصل المسئلۃ، وھذہ صورۃ المسئلۃ :

فیض احمد اصل المسئلۃ ص ۸ و التصحیح ص ۶

میت
زہرہ زوجہ ۱ تلج زوجہ ۲ چان رڑ کی نور نگیم سگی بہن

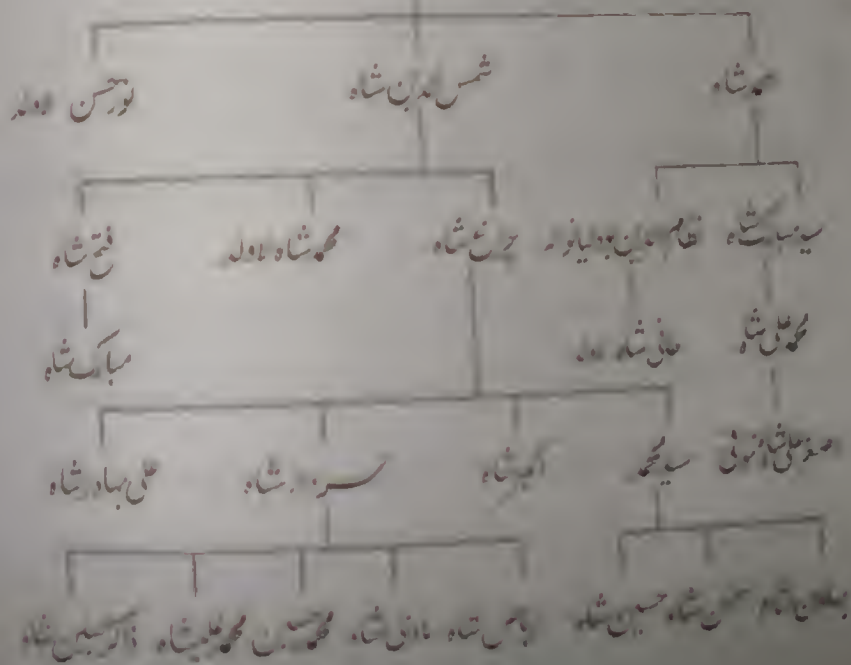
۶

۸

۱

۱

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ انوار حکم و صلواتہ تعالیٰ



بوقت فوتی صغریٰ شاہ، اکبر شاہی بہ، شاہ مبارک شاہ و نو و سید کو شاہ
 مرد شاہ پہلے فوت ہو چکے تھے لہذا ان کے لڑکے بہان شاہ وغیرہ راجہ تیار وغیرہ تیار
 نہ تھے تو صغریٰ شاہ کوئی کا ترکہ نہ مل سکا جس میں قبر کیا جائے۔
 نوٹ: انجمن توحفین جوگی و وصیت، ان برس میں سید سحر و
 سال اولیٰ بہ، شاہ زست تھو و قورنہ۔

۶۶۵



گل مال کا اٹھواں حصہ بیوی، صاحب بیٹی، چھوٹی بیٹی اور بیٹی کبوتہ و سی شاہ
 مبارک شاہ کا ہے، ساہی طور پر کہ مجھے میں وری محمد شاہ، مسر شاہ کے لڑکے مل رہے ہیں
 برجہ قدم اکبر شاہ وغیرہ اور چونکہ اس سند میں سن و رسدس مختصر ہو گئے ہیں لہذا مختصر سند
 اربعہ و عشریں ہے یعنی گل، ل کے چوبیس حصے کئے گئے ہیں اور میں میں بیوی کے اور
 نصف یعنی بارہ بیٹی اور رسدس یعنی چار بیٹی کے، باقی بائیس کبریاں وغیرہ حصوں کے کر کے تین تین
 تقسیم نہیں ہو سکتے تو حسب قاعدہ میں کو چوبیس حصے ضرب کی جائے گی، اصل بہترین چوبیس
 تقسیم ہو جائے گا۔

مشرق شاه اس سال ۲۴ قیصر از ۷۳

پیشین پشیمان پشیمان پشیمان پشیمان پشیمان پشیمان پشیمان پشیمان پشیمان پشیمان
 ۵ ۵ ۵ ۵ ۵ ۵ ۵ ۵ ۵ ۵

محمد شاه
 محمد شاه

تأوی ما کرمین بت و لروحه الی و نو و التمس مع حدهما فلان
 کتبت له الصلوة الحمد والصلوة فرح من الیاس مع حدهما
 صلوات سکنه التمس من و حدهما و التمس من الیاس مع حدهما
 من العصة فی درجه و حدهما التمس من الیاس مع حدهما
 التمس من الیاس مع حدهما و حدهما التمس من الیاس مع حدهما
 عدد و حدهما التمس من الیاس مع حدهما
 و التمس من الیاس مع حدهما
 و حدهما التمس من الیاس مع حدهما

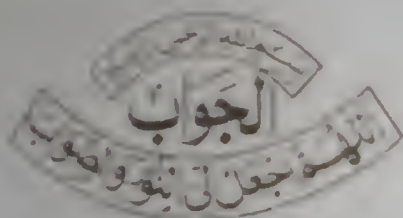
نور خفیه الباکیر محمد زکریا التمس من الیاس مع حدهما

و حدهما التمس من الیاس مع حدهما

الاستفتاء

کیا درستی است که این دو کتاب شرعی متین نام این سکه که بیاد است و او را

یہ بیوی اور ایک لڑکی دو دو جگہ ایک جگہ کے دو بہتے پھرتے ہیں۔ ان کی فطرت
کے بدلنے کے بعد ان کے بیوی قانون کے مطابق بیوی کے نام سے ان کے انسانی کے میں جیسے
یہ مستقل بیوی باوجود بھی فوسے ہوئی۔ ایک لڑکی اور ایک لڑکی کے ہیں۔
مابعد میں توفی کی لڑکی اور بیویوں وغیرہ جو حسب ذیل : مسلمان اور
مکمل ایک علی موضع کے لڑکیوں



شرعاً لڑکی کا نصف درہم کی گھنٹوں حصہ دینی کل دس حصوں کا ہے اور یہ
 میری بعد از تجزیہ و تکھین و ادائے دین و وصیت ہے اگر مومن و مومنہ کی زوجہ بن کے طلاق
 ہوئی کے نام انتقال سے بیوہ کا مستقل ملک نہیں بدلتا تو اس کے فوت ہونے کے بعد
 گھنٹوں حصہ جو اس کا اصلی حق تھا اس کے لڑکا لڑکی مدد کر مں حصہ رہنمائی
 کر لیں اور متوفی کی لڑکی نصف اور دونوں بھائی بائی لے ہیں اور بھائی کے پوتے محبوب
 میں یہ مسئلہ ثانیہ سے ہے اور تیسرے مسئلہ سے ہے عکسہ

زید مسد از ۸ تصحیح از ۱۶

لڑکی	بیوی	بھائی ۲	بھائی	بھائی کا پوتا	بھائی کا پوتا
$\frac{۵}{۱۶}$	$\frac{۱}{۲}$	$\frac{۳}{۱۶}$	$\frac{۳}{۱۶}$	محبوب	محبوب

کدائی لسرحیۃ وغیرہ من کتب المذہب المہذب۔ واللہ تعالیٰ اعلم
وعلمہ جل مجدہ تم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وسلم۔

عزیز الفقیر البرا کبیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۱۴ سوال ۱۱ لفظ ۶۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ سنی بہاول فوت ہو گیا اور اس کی
دو عورتیں تھیں ایک عورت سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے اور دوسری عورت زندہ ہے
اس سے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے پہلی عورت بہاول کی زندگی میں فوت ہو چکی ہے
بہاول کی اول وند کو اور زندہ بیوی کی وراثت زمین وغیرہ میں کس طرح حصے میں کفن دفن
ہو گیا ہے۔ ہجیت اور قرض کچھ نہیں۔ سینو ما جورین۔

اللہ تعالیٰ علتم خود ۲۵ رمضان شریف

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْجَوَابُ
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي نَوَافِلَ

زندہ بیوی کا کل باقی ماندہ مال سے اٹھواں حصہ ترقین کر میں بہ و
 لہن الثمن اور باقی سات حصے لڑکوں اور لڑکیوں میں سب دستور تقسیم کے جائیگے
 اور چونکہ سب بہاول متوفی کی اولاد میں لہذا استحقاق وراثت میں مانوں کا لفظ باطل نہیں و
 چونکہ سات حصے اولاد پر تقسیم نہیں ہو سکتے لہذا حسب قاعدہ آٹھ مد رؤس اور آٹھ حصے
 میں ضرب دی جائے گی اور حاصل چونسٹھ سے آٹھ بیوی کے اور باقی چھٹن سے لڑکوں کے
 چودہ چودہ اور لڑکیوں کے سات سات حصے ہنگذا

بہاول سند از ۸ تصحیح از ۴۴

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
۸	۱۲	۱۲	۷	۷	۷	۷

و اللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ

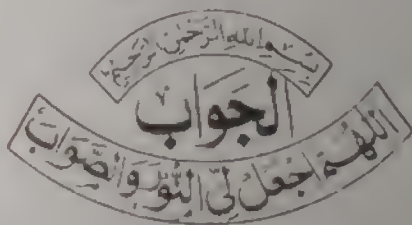
و صاحب و بارک وسلم

عبد الفتاح الباکیر مخیر فی الدار النعمانی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ سٹی شیر کی حاصل کردہ جائیداد اس کے دونوں لڑکوں سمیان سنا اور سنا کے نام انتقال ہوئی انگریزی دور میں سنا فوت ہو گیا تو انگریزی قانون کے مطابق اس کی کل مندرجہ جائیداد سٹی ہسٹا کے نام منتقل ہوئی اب سنا بھی فوت ہو چکا ہے اور اس کی ایک لڑکی مسماۃ غلام فاطمہ زندہ ہے اور سنا کی تین لڑکیاں مسماۃ مریم و شرفاں و کریم بی بی بھی موجود ہیں، شیر کے حقیقی بھائی ادبیرا کی اولاد سے مستین رمضان و غلام زندہ ہیں تو اب شرع شریعت کے رو سے اس کی جائیداد کس طرح تقسیم کی جائے گی نیز سنی مسئلے اپنی جائیداد کی وصیت باقاعدہ مسماۃ غلام فاطمہ کے نام تحریر کر دی تھی اس کا کچھ اعتبار شرعاً ہے یا نہیں؟

سائل: غلام محمد از بونیکہ حیات الریج الثانی لکھنؤ



انگریزی دور کے اکثر انقلابات غاصبانہ تھے جن کی اصلاح حکومت کے بس کا رہا۔
 نہیں بلکہ گورنمنٹ خیال باہت لوگ کوشش کریں تو مستحق لڑکیوں کا غضب شدہ حق مستحق
 جائیدادوں و متاعوں دلا سکتے ہیں مگر وہ لڑکیاں ہسٹا کی وارث کسی صورت میں بھی نہیں بلکہ سنا

کے وارث اس کی لڑکی مسماۃ غلام فاطمہ و غمزا دکان رمضان و غمزا دکان نور و غمزا دکان نور
اور باقی غمزا دکان رمضان و غمزا دکان کا سب سے بڑا قرآن کریم میں ہے وہ کنت، محد، حلیہ
النصف اور للرجال نصیب مما ترک الوالدان و الاقربان و الاقربان
باعتبار بیع آئے گا کھنڈا :

بسمہ تعالیٰ تصحیح از چار

غلام فاطمہ	رمضان	مید
۲	۱	

ور و صیت وارث کے حق معتبر نہیں البتہ اگر دوسرے نافع یا نفع بلیب نامہ قبول کر لیں
بعد از موت مورث تو معتبر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری، در المختار، رد المحتار میں ہے و لفظ
من الدر الا ان تجیز ورثہ بعد موت۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ
و صحبہ و بارک و سلم۔

صدر الفقیر ابو النخیر محمد نور الدین عینی غفرلہ

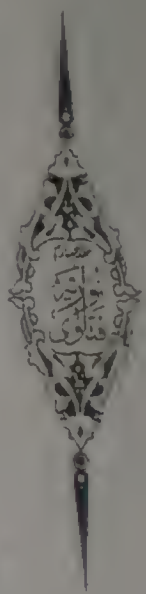
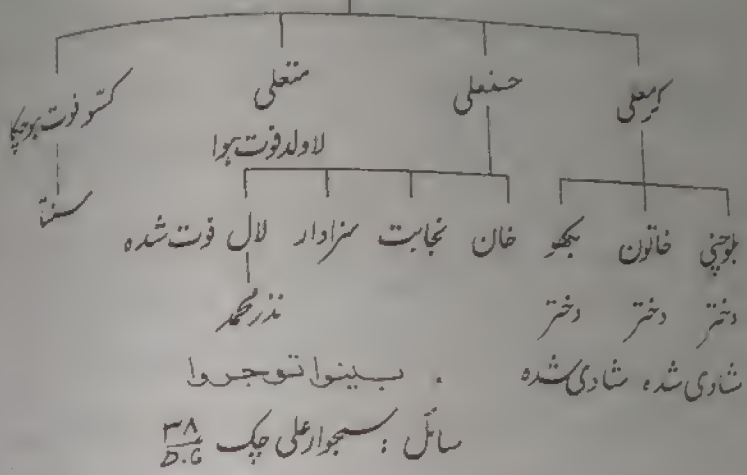
الاستفتاء

کہ فرماتے ہیں عدائے دین نذریہ کس قدر مستحق کرم و عفو ہے

شجرہ حبیبیہ



فتح الدین



شرعاً لڑکیوں کا حق تین یعنی دو تہائی ہے، باقی خان، نجات، سزاوار، سنتا
 بقیہوں کا حق ہے مساوی طور پر ہر سہ سے آئے گا اور تصحیح ۳۶ سے ہوگی حسب ذیل
 کرعی سند از ۲ تصحیح از ۳۶

بلوچی دختر خاتون، بکھو دختر خان، نجات سزاوار، سنتا بقیہ
 ۱ ۱ ۱ ۳ ۳ ۳

اور نذر محمد ولد لال محمد ہے، قرآن کریم میں ہے و ان کن نساء فوق اثنین فلہن
 مثل ما لک۔ حدیث شریف میں ہے فدا ولی رجل ذکر و کذا فی السراج و غیر



فتوہ مفتی ابوالکلام محمد نور اللہ ندوی مدظلہ العالی

الاستفتاء

بخدمت حضرت مولانا مولوی نور اللہ صاحب ہتم جامعہ اسلامیہ علیہ السلام
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ گیسٹ ہاؤس میں
اور تین پوتیاں، ایک بہو اور پانچ بھائی چھوڑ کر ایسی ملک عدم ہو بیٹیاں دونوں س کی تاجر
وہ تھیں انہیں پرستونی ناراض رہتا تھا اور وہ بھی اپنے سرسری گھر میں رہتی تھیں یہاں تک کہ
متونی کے جنازہ پر بھی دونوں داماد اور بیٹیاں نہ آئیں۔ اندریں حالات اس نے وفات سے
دو ہفتے پہلے جناب نائب تحصیلدار صاحب آبادی کے پاس اپنے بیان بھی قلمبند کر کے میری
زمین اور دیگر جائیداد منقولہ کا حقدار میری پوتیاں قرار دی جائیں بعد میں وفات سے کس پندرو
دن پہلے ایک وصیت نامہ روہر گواہان تحریر کیا۔ اس وصیت نامہ میں بھی متونی نے اپنی
پوتیاں کو اپنی جائیداد منقولہ وغیرہ کا وارث قرار دیا۔ اب اس کے متعلق شرعی فتویٰ درکار
ہو رہا ہے کہ اس کو عمل فرماویں۔ ان کے بھائیوں کے ساتھ بھی تعلقات اچھے نہ تھے۔
سید نور علی شاہ از دیالپور اشعنان شریف اسکند

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْجَوَابُ
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الثَّوَابَ وَالصَّوَابَ

وسیت تیسرے حصہ تک جائز ہے تو تیسرا حصہ پوتیوں کا اور باقی مال کی بیعت اور
 دہریوں کی اور باقی ایک تہائی پانچوں بھائیوں کی ہے اور یہ مسئلہ ۴۵ سے صحیح پانچویں
 مسئلہ از ۳ نصیح از ۴۵

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲

سریسہ میں ہے شتم تنفذ من ثلث ما بقی والثلاثان للثنتين فصاعداً
 ثم جزء ابیہ -

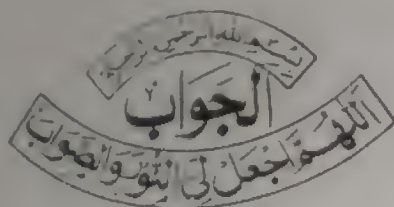
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ و
 آل وصحبہ وبارک وسلم -

محرمہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ ایسی غفرلہ

الاستفتاء

یاد مئے میں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں کہ سنی علی محمد فوت ہوا

اس کے وارث دو لڑکی بیویاں اور اس کی سگی بہنیں اور باقی عمر بھائی اور صاحبہ ہیں
تجیر و تکفین ہو چکی کہ شرعاً اس کی وارثت کس طرح تفسیر کی جائے۔



دونوں بیویوں کا $\frac{1}{4}$ اور دونوں بہنوں کا $\frac{1}{4}$ ہے اور باقی عمر بھائی کا ہے۔
سہ ۱۲ سے اور تصحیح ۲۴ سے ہے۔ حسب ذیل :

شی محمد مسند از ۲ تصحیح از ۲۴

بیوی	بیوی	بہن	بہن	عمر بھائی
$\frac{3}{24}$	$\frac{3}{24}$	$\frac{1}{24}$	$\frac{1}{24}$	$\frac{2}{24}$

قرآن کریم میں ہے وَلَهُنَّ الرِّبْعُ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ
وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى حَبِيبِ

وَالهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

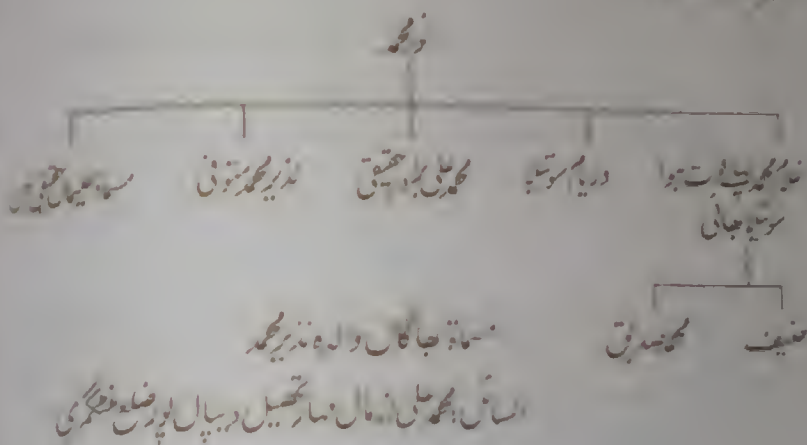
عقدہ فقہیہ ابو یوسف محمد نور اللہ نعیمی غفرلہ

دشور الکریم سہ

الاستفتاء

کیا کہتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ اسمیٰ نام پر حشر
ذات ہو اور اس کی ملک و داد و دیک بہن حقیقی اور ایک حقیقی بھائی اور ایک برتیلیا بھائی
وہ سوتیلے بھائی کے شریکے موجود ہیں تو اس کی وراثت کس طرح تقسیم ہوگی؟
نوٹ: اس کی کوئی شادی نہیں ہوئی۔ بیسوا سو حشر و

شجرہ نسب ذیل



سید جہاں نے فرمایا یہ محمد کا حقیقی حصہ ہے، باقی کل محمد علی اور عیساں کا ہے جب
مدرسہ تکمیلی اور جو کچھ سید جہاں ہے، انہما اخلق کے ہوتے ہوئے، اہل نہیں ہو سکتا



اور ایسے ہی ضعیف و صدیق بھی محبوب و محروم ہیں: سداً چھوٹے سے بڑے، جس کی طرف سے
حب ذیل :-

نذیر محمد مسک از تصنیف از

سماۃ جاہاں سماۃ علیاں حق تعالیٰ ہمیشہ بخوان و ترقی و یاد با فرشتہ ضعیف صدیق سرتار و درویش حقیقی
۲۸ ۵ ۱۹

گدائی صاحب و غیبی

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ

و صاحب و یات و سلم

مقررہ فقیر لیا کثیر محمد نور اللہ نصیری شہزاد

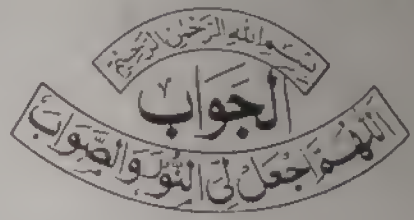
الاستفتاء

سائین مظهر کہ متوفی حسن و علی محمد کے دو بھائی باپ سے مستحق محمد حسن، نامہ علی بہن
علی محمد مذکور اور ایک بہن باپ سے سماۃ زینب بنت علی محمد و بیوی سماۃ سہ جونی دختر نور محمد
نباغہ اور بخشی مطلقہ علی محمد مذکور و رسمیان دلا، محمد پسرین جس پر دہشتی میں محمد مذکور و غنی مذکور
مہر لڑکن بھی علی محمد کے تایاز و بھائی کاڑکا، یہ سب لوگ موجود ہیں تو حسن کا شرعی وراثت کون
کون ہے اور رسمیان دلا، محمد و غنی مذکور این سے حسن کے ترکہ سے غلام و غلامی و دیگر چیزیں

کی بجاہات دیگر مندرجہ افراد کردی ہیں تو کیا ان کی خیرات جائز ہے؟ بینوا تو حرم

نشان انگوٹھا غنی مد عبد الرحمن نشان انگوٹھا دلا و لذیل نشان انگوٹھا محرم دلا و لذیل

نشان انگوٹھا محمد بن لد علی محمد نشان انگوٹھا اکبر الدلیس و کس محمد بن قاسم علی



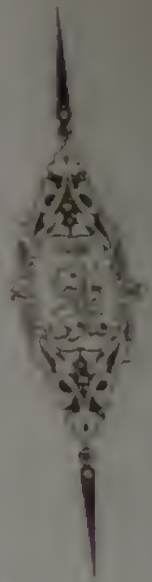
مسی حسن متوفی کے وارث صرف محمد حسین، قاسم علی، زینب بہن بھائی اور بیوی
 اللہ جوئی اور والدہ بخشائی ہی ہیں، ماں کا چھٹا حصہ اور بیوی کا چوتھا، باقی سب دو بھائی ایک
 بہن کا ہے جس میں بھائیوں کے دو دوسرے اور بہن کا ایک ہے، قرآن کریم میں ہے
 فان كان لـ اخوة فلامہ السدس، ولهن الربع مما تركتم ان لم يكن
 لـكم ولد، وان كانوا اخوة رجالا ونساء فللذكر مثل حظ الانثيين
 تو چونکہ اس میں ربع اور سدس، آگیا ہے تو مسئلہ ۱۲ سے آتے گا اور تصحیح حسب القاعدہ ساٹھ
 سے ہوگی یعنی انہر اجابت کفن دفن کے بعد اور اگر قرض یا کچھ وصیت ہو تو حسب قانون مالی
 کل ترکہ کے ساٹھ حصے کر کے حسب تقسیم مندرجہ بالا دے جائیں حسب ذیل اور مستیان
 دلا، محرم، غنی و محرم ہیں۔

حسن مسد از ۱۲ تصحیح از ۶۰

بخشائی والدہ اللہ جوئی بیوہ محمد حسین بھائی قاسم علی بھائی زینب بہن دلا محرم غنی



مسماة عائشة بیوہ محمد میسے فاطمہ کی جائیداد سے مالک قرار پائی۔ فاطمہ کی فوجیہ مالک
مسماة عائشہ والدہ مسماة فاطمہ بنوں بیوہ عائشہ و مسماة جاگیریں دختر ش مالک قرار پائی۔
مسماة عائشہ والدہ فاطمہ بنوں بیوہ عائشہ اس کا انتقال وراثت بنام نظام الدین بنار و مسماة
چونکہ اس بن بھتہ نصف و مسماة جاگیریں دختر فاطمہ بنوں مالک قرار پائے نیز مسماة عائشہ کی
فوجیہ سے پیسے نظام فوجت برچکا تھا لیکن عائشہ کی وراثت کا نظام کے نام بھی خارج کیا
جائے نہ عائشہ سے پیسے فوجت برچکا ہے۔



اگر بیوی نہ ہو یا بیوہ یا بیوہ کی وراثت ہے تو یہ انتقال وراثت درست نہیں ہے۔
جب بیوی عائشہ متوفیہ سے پہلے فوجت برچکا تھا تو وراثت کیسے بنا ہمزہ وراثت
نہیں بن سکتا۔ و چونکہ مسماة عائشہ متوفیہ کے بڑے محل خاں ولہ محمد میسے کی تین لڑکیاں
ہکت بی بی عائشہ بی بی عائشہ بی بی عائشہ بی بی عائشہ بی بی عائشہ بی بی عائشہ
کی طرح پوتیاں ہیں۔ وراثت میں بیکہ درست یوں ہے کہ مسماة عائشہ متوفیہ کی ملک جائیداد
متوفیہ جو بیوہ بیوہ بیوہ بیوہ بیوہ بیوہ بیوہ بیوہ بیوہ بیوہ بیوہ بیوہ بیوہ بیوہ
محل خاں و بیوہ بیوہ بیوہ بیوہ بیوہ بیوہ بیوہ بیوہ بیوہ بیوہ بیوہ بیوہ بیوہ بیوہ



مسندین سے آئیگا اور سب سے اچھے تھے یہی
مسندہ مائتہ توفیق مسالہ تھی

برکت لہی بی بی لہی بی بی
جانی بی بی چھٹی

(سما چوڑاں کہ توفیق حاصل کی جس توفیق یا تو یہ ہے)

۸ میں ہے و الشان للامین فصلا بعد اعداد و سب
۱۰ میں ہے و لہی مع سب و سب لہی و سب لہی
۱۱ میں ہے و لہی مع سب و سب لہی و سب لہی

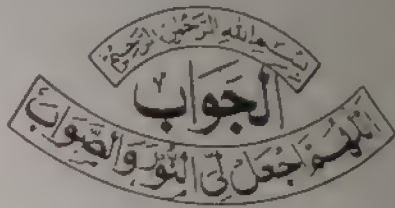
و لہی مع سب و سب لہی و سب لہی و سب لہی

وصح و لہی و سب

توفیق یا تو یہ ہے

الاستفتاء

کہا فرماتے ہیں علماء بن وغبان شرع میں نذرین مسندہ کہ لہی و سب
۱۱ ایک بیوی مسندہ نہریں و رد و لہی سب لہی و سب لہی
۱۲ میں لہی سب لہی و سب لہی و سب لہی و سب لہی
۱۳ میں لہی سب لہی و سب لہی و سب لہی و سب لہی



بیوی کا $\frac{1}{8}$ اور دونوں لڑکیوں کا $\frac{2}{3}$ ہے اور باقی سب علاتی برادران اور برہنہ گان کا حسب دستور ہے اور حاکم علی حقیقی بھتیجا محروم ہے۔ مسئلہ ۲۴ سے آئے گا اور تصحیح ۱۹۲ سے ہوگی۔

نور الصمد مسئلہ ۲۴ از تصحیح ۱۹۲

زوجہاں دختر شریاں دختر فاطمہ علاتی برادران گھاندام قادیانہ و برہنہ گان علاتی راجاں بی بی نوران بی بی حاکم علی حقیقی بھتیجا

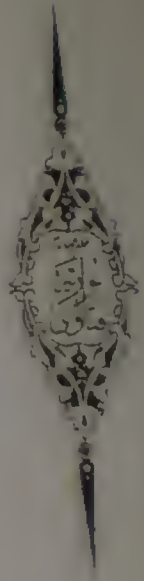
$\frac{24}{92}$	$\frac{24}{192}$	$\frac{24}{192}$	$\frac{10}{192}$	$\frac{10}{192}$	$\frac{10}{192}$	$\frac{5}{192}$	$\frac{5}{192}$	$\frac{5}{192}$	محروم
-----------------	------------------	------------------	------------------	------------------	------------------	-----------------	-----------------	-----------------	-------

۲۔ علاتی بھائیوں اور بہنوں کے ہوتے ہوئے حقیقی بھتیجا وارث نہیں ہو سکتا تو یہ سوال کہ حقیقی بھتیجے کے ہوتے ہوئے علاتی بن بھائی محروم ہو گئے، باطل اس سوال ہے، وہ اس کو محروم نہ کرے۔

ترجمہ ۱۴۱ میں ہے ثم جزء ابیہ ای الاخوة ثم بنوہم

فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۴۰۴ میں ہے ثم الاخ لا اب ثم الاخ لا اب ثم ابین

الاخ لا اب و ام نیز فتاویٰ بناری میں ہے و لہن الباقی مع البنات اور ایسے ہی



سراجیسیں ۱۱ میں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیٰ جن محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ علیٰ حبیب والہ وصحابہ وارانہ وسلم

مذہب ائمہ اربعہ ابو نعیم نورانی وغیرہ

وہ شعبہ معتمد ہے

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضیلت شیعہ متین مذہب مسدک شیعہ میں نور
قونیاہی فوت ہوا اور اس نے پانچ لڑکے چھوڑے ہیں۔ میاں نور کے پاس ۵۸ بچے ہیں جن میں
جو اس کی فوتگی کے بعد پانچوں لڑکوں نے برابر برابری کر کے انتقال کر لیا۔ پانچوں لڑکوں کے
سمیان بالترتیب اسمیں عرف جنوں ۲۔ ملا ۳۔ خیر ۴۔ ربا ۵۔ تاجا و جنوں اسمیں
کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ بڑا لڑکا نامہ ۲۔ کا۔ بڑی لڑکی کا نام
۲۔ بی بی رانی چھوٹی لڑکی۔

جیل عرف جنوں اسمہ میں فوت ہوا اور زمین اس کے ہر دو لڑکوں کے نام
انتقال ہو گئی۔ بڑا لڑکا (جو کہ غیر شادی شدہ تھا) اسمہ میں فوت ہو گیا۔ چھوٹا لڑکا کا ہشادی شدہ
جو کہ اسمہ میں فوت ہو گیا، اس کی فوتگی کے بعد از تین ماہ لڑکی پیدا ہوئی جو ایک العینی اسمہ
میں وہ بھی فوت ہو گئی۔ بیوہ گامانے اپنا نکاح کسی اور شخص سے کر لیا ہے۔ گامانہ تین عرف جنوں

تو دی شدہ ہے پھوٹی لڑکی بی بی رنی غیر شادی شدہ ہے اور اپنی والدہ سماء سبھرائی یو جہیں در
جہوں کے پاس بھیجی ہے شرعی لحاظ فیصلہ فرمایا جاوے

سائہ سبھرائی یو جہیں عرف جموں ۱۴۵۸ ہسبہ سہ ماہی
نوٹ . سائہ نے زبانی بیان کیا کہ جموں ، ملتان وغیرہ کی ولدہ بھی ایک ہی ہے اور غرض
مادر . گما سے پہلے فوت ہو چکا ہے . اور باقی تینوں زندہ ہیں . ورنہ گما کی جائیداد کا انتقال بھی
ہو چکا ہے . بلکہ گما کی جائیداد کا سواں ہے



سبھی گما کے وراثت میں کی والدہ اور لڑکی اور بیوی اور دونوں بہنیں ہیں
اس کا چھٹا حصہ بیوی کا تھوٹا حصہ اور لڑکی کا ہے . باقی سب دونوں بہنوں کا ہے پس
سب قتلہ ۲۴ سے آئے گا . تقسیم ۴۸ سے ہوگی حسب ذیل :
گما مسد از ۴۴ تقسیم از ۴۸

بھرائی والدہ	بیوی	لڑکی	گماں بہن	بہن بی بی رانی
$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{2}{4}$	$\frac{5}{4}$	$\frac{5}{4}$

یہ حسب لڑکی فوت ہوئی تو لڑکی کے وارث . لڑکی کی والدہ اور سہیلیاں ملتا ، راجا ، تاجا ہیں ، ملتا
کاتیر حصہ ہے . باقی سب ملتا ، راجا ، تاجا کا ہے . ملتا حادی کر لینے سے حصہ میں

کرئی فرق نہیں آتا تو گاماکی بیوہ کے گاماکی بانیہ کے ۴۶ محمولات سے تعلق ہے
 گاماکی بیوی ہوتے کی حیثیت سے اور ۸ لڑکیوں میں بہن کی حیثیت سے یہ ہیں
 ہے مال لام فاحوال ثلث السدس مع الولد وولد الامس وریس
 فی قال وثلث النکل عند عدم ہذا الامدکس وریس وریس
 وریس مع الولد وریس وریس وریس وریس وریس وریس
 الساقی مع الیسات نیز ۴ میں تہ سہ العصا من حیث الساقی
 میں ہے و جزء جدہ (اقرب فالقرب) میں تہ واد احتسب
 نہیں سکل الثانی و بعضہ فہو من الیسات وریس وریس وریس
 بصر بکل عدد دروس من الکسرت علیہ الساقی اصل السند
 و اللہ تعالیٰ اعلم و علیہ حل محدد و حکم و صر
 اللہ تعالیٰ علی حبیب والہ و صاحب و بابک و سلم

محمد عقیقہ بن یحییٰ محمد نورانی مدینی غفرلہ

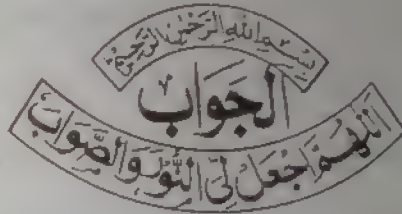
۲۲ شعبان ۱۲۸۵ھ

الاستفتاء

سائل جناب حیدر شاہ صاحب حدیث اریہاں شاہ تحصیل پاکپتن شریف کا تحریری سوال
 و معاونت طلب تھا جس کا خلاصہ حافظ محمد یونس صاحب نائب سائل کی معرفت درج ذیل ہے

مسئل سوال جو ربانی تشریح سے واضح ہوا یہ ہے کہ سلطان ولد عبدالرحمن لا ولد فوت ہوا حالیکہ
 ایک حقیقی بہن مسماۃ رحمت بی بی اور چھ چچا زاد بھائی جو تین حقیقی بچوں کے لڑکے ہیں محمود شاہ
 برہان سلطان محمد دین احمد دین زندہ ہیں اور مستوفی کی بیوی اور والدین وغیرہ زندہ نہیں تو
 از روئے شریعت اس کے وارث کون کون ہیں ؟

الفقیہ محمد یونس غفرلہ



شرعاً بہن کا حق کل جائیداد کا نصف ہے، قرآن کریم میں ہے والہ اخت
 فبما نصف ما ترک اور باقی سب اس کے چچا زاد بھائیوں کا برابر برابر حق ہے کہ عصبہ
 ہیں، مزاجی میں ہے جزء المیت و اصلہ و جزء ابیہ و جزء جدہ
 اور بھانجے محرم ہیں، صورت مسئلہ :

سلطان اصل سلاز ۲ تصحیح از ۱۲

بہن رحمت محمودہ شاہرا برہان سلطان احمد دین محمد دین
 $\frac{1}{2}$ $\frac{1}{2}$ $\frac{1}{2}$ $\frac{1}{2}$ $\frac{1}{2}$ $\frac{1}{2}$ $\frac{1}{2}$

واللہ تعالیٰ اعلم، علیٰ جل مجدہ اتم و احکم و صلی



بسم الله تعالى على حبیب والہ وصحبہ وبارک وسمو

صفیہ افسانہ بہ نثر محمد زور کتب خانہ

ادانہ شہان معظمہ

ما حرمه العجيب اللبيب فهو حق وصحيح وصواب حسب
المذهب والسنة والكتاب.

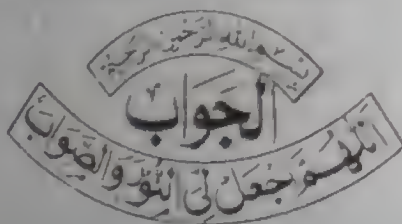
الفتية إلى محمد نصرت غفر له

الاستفتاء

باسمہ سبحانہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین س مسد میں کہ مولوی عبد الرحمن صاحب مرحوم جب فوت ہوئے تو دو بیویاں غلام فاحمہ، زریب الہی، تین لڑکے و بچہ غلام حسین فیض رسول، چار لڑکیاں نور الہی، کرم الہی، اشرف الہی و زینور چھوڑ گئے۔ جائیداد کس حصہ تقسیم کی جائے گی؟ بینو اتوجرو۔

المستفتی: العبدید غلام رسول غفرلہ زوجہ بیکھا ضلع منٹھمری



پہلے ۸ سے ہے مگر چونکہ دو بیویوں کا کھول حصہ ایک ان پر تین بیویوں پر

اور یوں ادا دکا باقی ہوسات ہے صحیح تقسیم نہیں ہوتا، تو حسب القواعد اس کو آٹھ میں ضرب کیا
 و آتی سے صحیح ہوگی، ہر ایک ٹکے کے دو در لڑکی کا ایک حصہ ہے، حسب ذیل :

موی عبد الرحمن صاحب مسئلہ از ۸۰

نورانی موی زیب ہی نور محمد غلام رسول فیض رسول لڑکے نور الہی کریم الہی شرف الہی منور الہی

$\frac{5}{8}$ $\frac{5}{8}$ $\frac{2}{8}$ $\frac{2}{8}$ $\frac{2}{8}$ $\frac{2}{8}$ $\frac{2}{8}$ $\frac{2}{8}$

قرن کریم میں ہے دل کی لکم ولد فہم الشن مناسرکم ایہ سب
 بر صبحکم اللہ فی اولادکم لئلا کر من حظ لا تمس

واللہ علی علم و صلی اللہ علی محمد و آل

و صحہ و بارک و سلم

نورہ العقیقہ ابو الخیر محمد نور اللہ العیسیٰ نغز

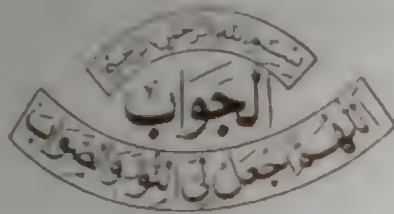
۳ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ

۹ جنوری ۱۳۸۴ھ

الاستفتاء

کہ فرما میں ملانے این دختران شہر متین اندہیں مسئلہ کہ مست غلام رسول کے
 و حسب ذیل ہیں ایک ہیں چار لڑکیں ایک ہوتا اور دو لڑکیاں ہیں کو کفن فی

دین دہیت سے بچا ہوا ترکہ کس طرح قیوم کیا جائے : سیدنا وحید
 سائل : غلام سول ماہ سبج چلان کر بڑا خانہ خاں محمد پاپا بیگ خاں
 نمبر ۶۲-۶-۶۲



بہوی کا آٹھواں حصہ ہے۔ قرآن کریم میں ہے حال کا لکھو لکھو
 اللہس ترجمہ پس اگر تمہاری اولاد نہ تو بیویوں کے لئے آٹھواں حصہ ہے اور لڑکیوں کے لئے
 دو تہائی ہیں۔ قرآن کریم میں ہے حال کس سماء فوق تسمیں طلہ منہ ما تراث
 ترجمہ پس اگر بہوں لڑکیاں دو سے اوپر تو ان کے لئے کل ترکہ کی دو تہائی ہے اور بیوی
 دو لڑکیوں کے لئے بھی اور بی سب پوتے اور پوتیوں کا حق ہے، دو حصے پوتے کے اور
 ایک پوتیوں کا قرآن کریم میں ہے لکھ کر مصل حظ الزمیںس ترجمہ لڑکے
 اور پوتے کے لئے دو لڑکیوں اور پوتیوں کی مانند ہے۔

یہ مسئلہ حسب القواعد چوبیس سے آئے گا اور قیوم چھانوہ سے جوگی مینی
 ترکے کے چھانوہ سے بنا کر وارثوں کو مندرجہ بالا متحاک کے لحاظ سے دئے جائینگے

سب ذیل

غلام رسول سلاز ۳۴ تصبیح از ۹۶

پری	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	پوتا	پوتی
$\frac{2}{96}$	$\frac{1}{96}$	$\frac{1}{96}$	$\frac{1}{96}$	$\frac{1}{96}$	$\frac{5}{96}$	$\frac{2}{96}$

کسی سرحد و خدمت و غیرہ میں ملک فقیرانہ

و منہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آل

صحبہ و آل و سلم

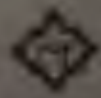
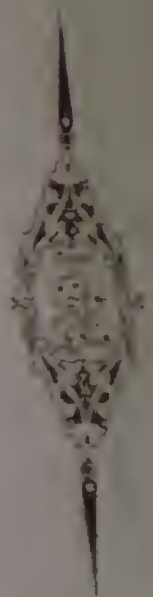
عزیزہ الغیبیہ ابو الخیر محمد بن اسماعیل علیہ السلام

۲ صفحہ المظفر ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹

الاستفتاء

$\frac{2}{96}$

کیا ذراستی علمت دین و ہفتیان شرع متین نہاں سند کہ کسی مائش کو فوت ہو گیا ہے اور بہت حد ایک ایک سے بھروسہ رہا ہے یا اسے مسماتہ غلام فاطمہ بھلاویشا ایک و سہ سہ سال جھڑ گیا مائش کو موتی کی جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی۔ نیز مائش المستفتیہ مسماتہ غلام فاطمہ بھلاویشا مائش کو محمد حرم سکر حرمی



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الجواب
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي يَتُوبًا قَبُولًا

محمد اور صلی علیہ وسلم

عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے جو سوال آیا تھا اس کا جواب دینا تھا۔
 وہ اس وقت تک کہ وہ اس کے جواب میں نہ آئی تھی۔
 جب قیامت آئے گا اور ۳۱ سے ہو کر سب اہل
 مائت محمد سے ۳۲ جمع ہوگا۔

وہ اس وقت تک کہ وہ اس کے جواب میں نہ آئی تھی۔
 ۳۲ ۳۱ ۳۰ ۲۹

کہ فی سحر حب و عہد اس کی طرف سے

وہ اس وقت تک کہ وہ اس کے جواب میں نہ آئی تھی۔

وہ اس وقت تک کہ وہ اس کے جواب میں نہ آئی تھی۔

نوٹ: یہ جواب اس سوال کا ہے جو کیا گیا ہے، اگر سوال میں غلطی ہوئی تو جواب اور ہوگا۔

صوبہ تعلیم و کمال محمد زکریا علیہ السلام

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر بی مسد کے کہ سخی لال خاں
۹۴۶ء میں فوت ہو گیا، اس کے پیچھے اس کی جائیداد سلسلہ میں اسکی بیوہ مسماہ حسین بی بی کے
نام پر ہے رنج انکریز کے تاحین حیات منتقل ہوئی، اب وہ بھی مسماہ حسین بی بی فوت ہو گئی ہے
ب لال خاں کے وارث یہ ہیں :

لال بی بی حقیقی بہن . مسماہ ظہرا ، شرف الہی ، نشان بیگم . بیٹینوز حقیقی لال خاں
کی اڑکیاں ہیں ، باقی ایک علاقائی بھائی مسٹری علی محمد اور ایک علاقائی بہن مسماہ زیب الہی زندہ ہیں
متوفی لال خاں کی جائیداد ان ورثاء پر کس طرح تقسیم ہوگی ؟ بینوا توجروا ۔
سائل : علی محمد علاقائی بھائی ۶۷-۱۰-۲۷

الْجَوَابُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب الاکرم والہ واصحابہ اجمعین و سلم
شرعاً متوفی لال خاں کی زوجہ حسین بی بی کا آٹھواں حصہ ہے اور دو تہائی بیٹوں

کی، باقی سب حقیقی ہیں کا ہے اور سنی علی محمد اور مسماۃ زبیب الہی ہر جہاں ہوتے کے غور ہو سکتا ہے۔
ازد سے قواعد یہ مسئلہ ۷۲ سے آئے گا یعنی کل ترکہ کے حسب دستور بہتر ہے بنات ہیں
حسب ذیل :

لال خاں مسئلہ ۷۲ میں تصحیح از ۲۔

سین بی بی زوجہ زہراں شرف الہی مسماۃ نشان گیم لال بی بی حقیقی ہیں من محمد زبیب بی بی قاتی بی بی عانی

$\frac{9}{42}$	$\frac{16}{42}$	$\frac{16}{42}$	$\frac{16}{42}$	$\frac{16}{42}$	$\frac{16}{42}$	محرم	محرم
----------------	-----------------	-----------------	-----------------	-----------------	-----------------	------	------

مراجیں امیں ہے ویسقط بنوا العلات ایضا یا ارحم لام و ام و۔ رحمت
لاب و ام اذ اصارت عصبۃ نیز من ۱۹ میں ہے و اذ احتط المس بکل شیئ
او ببعض فہو من اربعة وعشرین نیز من ۲۲ میں ہے مضرب کل عدد
ردوس من انکسرت علیہم السہام فی اصل السنۃ و البذ و صرح
بنص القرآن الکریم۔

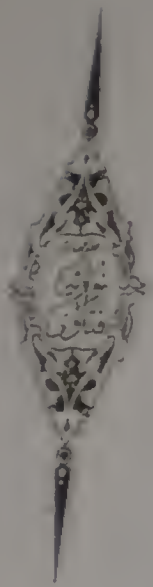
و اللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب الامور و آلہ
و اصحابہ و بارئہ و سلم۔

مخدوم الفقیر ابو الجحیم محمد نور اللہ النیس غفرلہ

۲۲ رجب المرجب ۱۳۸۶ھ ۲۷-۱۰-۹۷

الاستفتاء

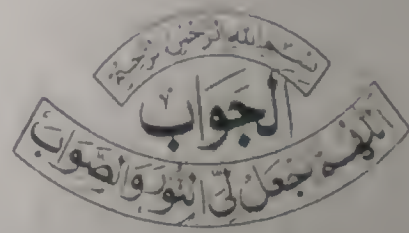
مستی راجن شاہ ولد کیر شاہ فوت ہو گیا تھا، اس کا ایک لڑکا صغر شاہ تھا وہ اس کی



اب اس وقت ہو گیا۔ صغریٰ کی بیوی بھی درندہوں کی
 ملک پرل بہرہ بنی جو تائی شدہ ہونے کے بعد بیوہ ہو گئی۔ کچھ لوگ پہلے سے رہنے
 رہے اب وہ مری م کے ساتھ ہے اور ہولمیاں بیوی کے وہ دوست ہیں۔ آپس میں نہیں
 ہوتے ہولمیاں نہیں ہوا اب ۶ سال تک تلاش کرنے کے باوجود اس کو کچھ پتہ نہیں
 مل سکا۔ وہاں بجزہ بنی سام پتہ ہے۔ صغریٰ متوفی کا حقیقی تایا ولایت شاہ ولد کیر شاہ تھا جس
 بیان مذکور حسین۔ بلالین شاہ معظم شاہ ہیں اور ولایت شاہ مذکور متوفی کی مسماۃ سردار بی بی سمر
 نساں بی بی متوفی ہیں۔

مفتی دین تین مذکورہ بالا معاملہ میں کیا فرماتے ہیں۔ مسماۃ ہاجرہ بی بی لاپتہ کا وارثت
 صغریٰ میں کیا حق ہے اور مستیان مذکور حسین وغیرہ مذکور اس کے پتریر بھائیوں کا اور مسماۃ
 سردار بی بی وغیرہ اس کی پتریر بھائیوں کا حق ہے؟ اب ہاجرہ بی بی اگئی ہے اور کل جائیداد کا
 دعویٰ کرتی ہے۔

مذکور حسین ولد ولایت شاہ قوم لودھری قریشی سکھ ۱۲۰۸ھ تا ۱۲۵۵ھ
 تھیل و کارہ ضلع ساہیوال ۱۲۶۹ھ



سے عمر نثر کریم ہاجرہ بی بی حقیقی بہن متوفی صغریٰ کی کل جائیداد کے نصف
 کی ملک ہے جو بی بی تک نہ پہنچے جسے کہ سال نے زبانی بیان کیا ہے۔ ورنہ باقی نصف کے



قدر اسکے تیا زود مہین بہار دین بخت و شان و بخت سانس و سانس و سانس
 دین و دایت شاہ کا کوئی حق نہیں سستہ سے اس سے سستہ سے سستہ سے
 صغیر شاہ سلسلہ ۲ صغیر شاہ

بہار دینی حقیقی بہن خدام حسین بہار دین عظمت و بزرگانی کا سلسلہ

۳/۶ ۶ ۶ ۶ ۶ ۶ ۶ ۶

کافی القرآن الکریم و سفار احمدیہ الحنفیہ - اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
 علی حسین و امہ و اصحاب و اہل بیت و سلم

عقدہ لغیر الابرار لغیر محمد نور الشاہ لغیر محمد

۶۹ - ۶۴

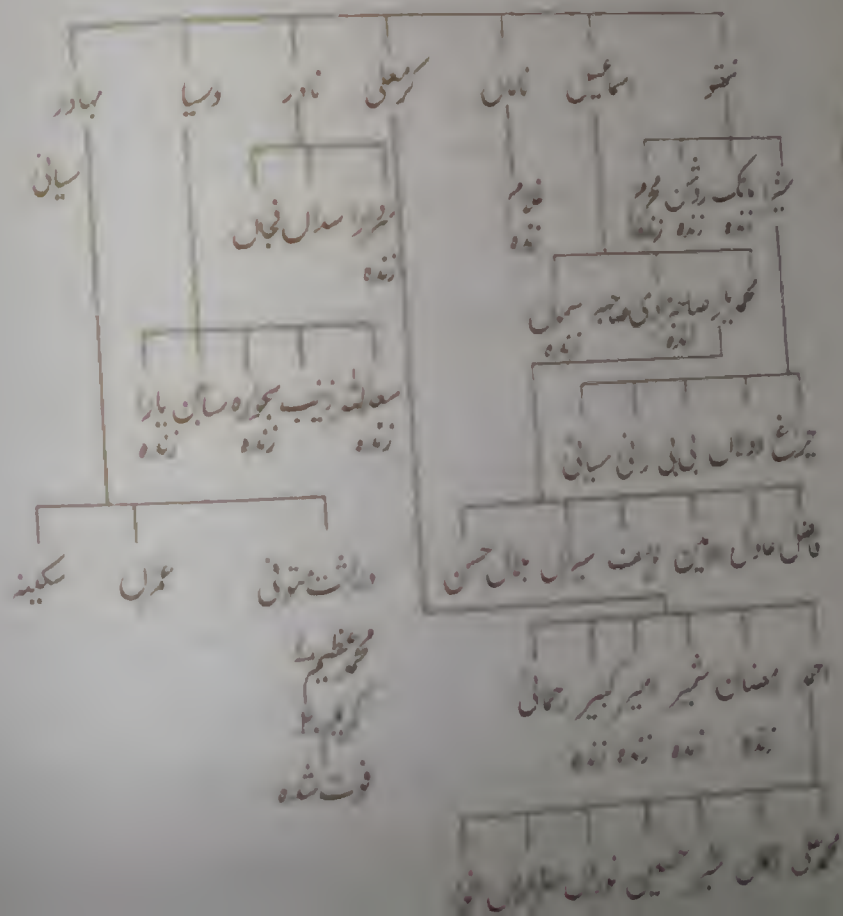
الاستفتاء

نام خود ساقی سیانی زوجہ بہار ولد کوثر قوم چوہان کمیہ کسبہ تک پانچویں
 ضلع ساہیوال، بتلا کر باقر اصالح بیان کیا کہ

خادم بہار ولد کوثر قوم چوہان رکھیہ کسبہ چک مٹہ کے فوت ہو چکا ہے اس کی
 اراضی زرعی عظیم کریمہ دوپہر سیتی اور عمر سکینہ و دختران و کن زور کے ہم معال ہیں
 کچھ عرصہ بعد کریمہ ولد بہار ولد کوثر لاولد و کنوارہ فوت ہو گیا کریمہ و بہار سوتلی بیٹی ہیں
 سابق محمد کے برادر عظیم او ہمیشہ کان عمر اس سکبہ کے نام و رسم سے استغاثہ کی
 جس کو کافی عرصہ گزر چکا ہے اب محمد سے عرصہ سے جھگڑا ہے اسی عرصہ میں بہار قوم چوہان
 کنوارہ لاولد فوت ہو چکا ہے اس کے رشتہ داران ولد کوثر نے محمد مسکور کے مطابق

نوٹ: نقل شجرہ بقرض و محضہ شامل ہے:

5



نوٹ: حقوقہ بنیہ سات جہاں ایک ہی مں سے جہن سے ہیں۔
 وینہ: حافظ فیض محمد کلان جہنر سکہ چار کی حقہ منع ہوا ہے تو مقصد میں غلط کیوں نہیں ہو رہا ہے؟

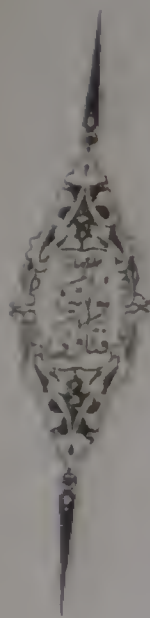
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْجَوَابُ
اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ يَوْمًا طَوِيلًا

[illegible]

ہان و دو عمر نیکو ملک روشن محرم خدام رمضان شمیم میر کبیر

سعد الدار	سجورہ	یارا حجاز و گمان
۴۲	۴۲	۴۲

کتاب الفہر ان الکرم والحدیث الشریف والفقہ شیعہ
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله على حبيب سيدنا
محمد وآله واصحابه واولاد وسلم



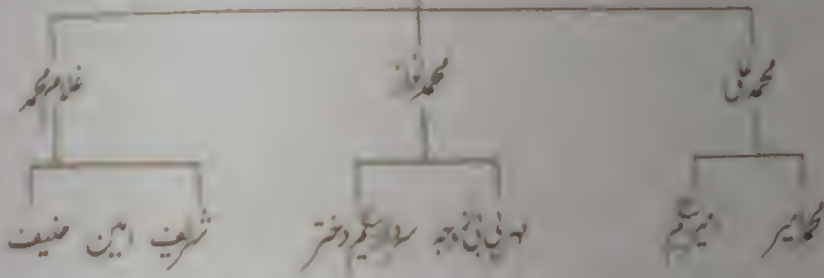
نوٹ : یہ جو بہ تحریریں کی صداقت کی صورت میں ہے۔

حضرت الغفریر ابو الجبر محمد نور اللہ النعمانی غفرلہ

۲۹۶۹ مسفر بخیر ۳۸۹ھ

الاستفتاء

جیس خان موٹ مل



محمد نواز کی تمام جائداد انگریزی قانون کے مطابق ہری بی بی کے نام منتقل ہوئی ہے۔ یہ ایک ہرگز
 سزا میں تعارف ایک لڑکی و دو بھائی محمد علی و غلام محمد موجود تھے، اب دریافت طلب
 یہ امر ہے کہ محمد نواز کے ورثہ کون کون ہیں اور ان کے حصے کیا گیا ہیں؟ محمد نواز و غیرہ قریبوں
 حال ایک ہی وادہ سے ہیں۔

عبد العسیٰ النعمانی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الجواب
 اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لِي يَتُوبُ وَيُغْفَرَ

شرحاً محمولاً ان کے وارث اس کی وجہ نہ بنیں بلکہ اس کے وارثوں کو جو اس کے وارثوں کے
 ہوں ان میں سے جو اس کا حصہ اس کی نصف و باقیہ و مجموعہ اس کا وارث ہو جائے اس میں
 حسب اقوال مسند احمد سے ہے و اس کی تفصیل ہر کتاب میں ہے۔
 محمولاً مسند احمد تصبیح ۱۰

وہ فی ذی الحجہ سترہ چوبیس
 $\frac{2}{16}$ $\frac{9}{16}$ $\frac{7}{16}$ $\frac{11}{16}$

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَبِأَمْرِهُ وَبِإِذْنِهِ

مروء الغفران ابو النضر محمد بن عبد السلام

مہر جیب المرجب ۳۸۹

الاستفتاء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 الحمد لله رب العالمین و الصلوة علی محمد و آلہ الطیبین

سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :

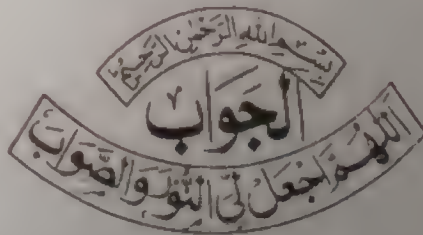
معرض اینکہ مندرجہ ذیل صورت میں زید کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائیگا؟ اگر
حصہ صورت حال سے جلوہ آگاہ فرمائیں تو ذرہ نوازی ہوگی کیونکہ میت کے ترکہ کی تقسیم کا
جھگڑا چل رہا ہے صورت مندرجہ ذیل ہے :

زید

لڑکا	لڑکی	لڑکا	لڑکی	لڑکا	لڑکی
پہلی بیوی سے	دوسری بیوی سے	تیسری بیوی سے			

پہلی اور دوسری بیوی زندہ نہیں ہیں اور تیسری بیوی مطلقہ تھی۔ مطلقہ بیوی کا
ایک لڑکا اور ایک لڑکی زندگی میں ہی فرار ہو کر اپنی والدہ کے پاس چلے گئے تھے
اور زید کی موت کے وقت ان کو تقریباً سات سال کا عرصہ گزر چکا تھا، نیز زید کی والدہ
بھی زندہ ہے۔ سلام مع العف احترام۔

خادم شما طالب دعا : نذیر احمد حافظ نوری، خطیب جامع انوار مدینہ سلاطین گجرانوالہ
نوٹ نمبر: ۲، جمادی الاولیٰ بروز اتوار ۳۹۲ھ



سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :

لڑکے لڑکی کا والد سے فرار ہو کر والد کے پاس پہنچا جانا حق وراثت نہ اس
 نہیں کرتا لہذا دوسری اولاد کی طرح وہ بھی وارث ہیں تو منسلک سیدہ چچے سے منسلک ہونے کا
 چٹا حصہ اور باقی سب اولاد کا اور اس کی تصحیح بہتر سے ہے یعنی ہر ترکہ کو نصف وراثت ہے۔ ہر میت کے
 اس کے پورے بہتر حصے مادی بناتے جائیں اور حسب ذیل قسم کے جائیں :-

زید سیدہ زہرا تصحیح از ۳۲

والدہ	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
$\frac{12}{42}$	$\frac{10}{42}$	$\frac{10}{42}$	$\frac{5}{42}$	$\frac{5}{42}$	$\frac{5}{42}$	$\frac{5}{42}$	$\frac{5}{42}$	$\frac{5}{42}$	$\frac{5}{42}$

کذا فی السراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد

وعلى آله واصحابه وبارک وسلم

محمد الفقیہ رب کبیر محمد نور اللہ النعمی نفعنا

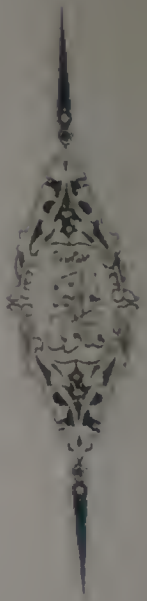
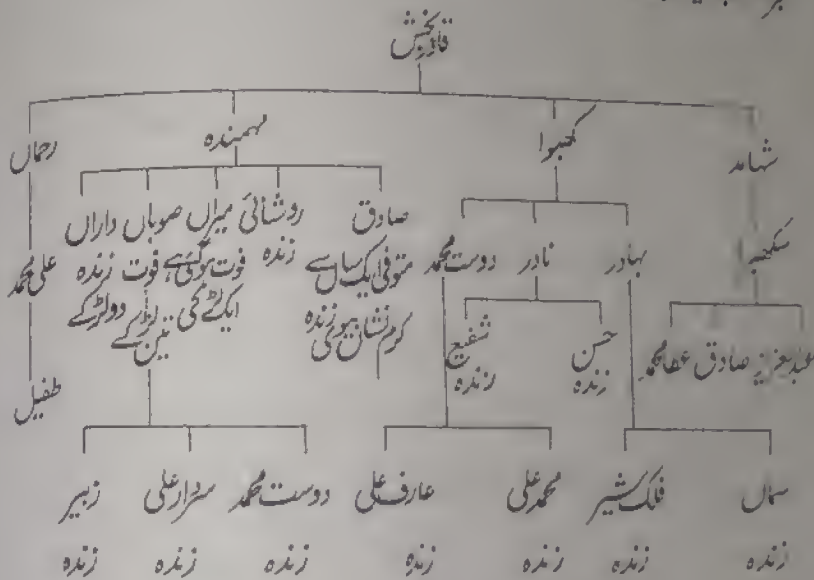
بانی مکتبہ العلوم خفیہ فیہ یدعیہ برضلع ساہیوال

۳۲ جہادی الاول ۱۳۹۲ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر یہ مسئلہ حقیقی صادق لا ولد فوت ہوا ہے، اس کا

شجرہ نسب یہ ہے :



اس کے داد قادر بخش کی ایک بی بی ہری سے سب اولاد تھی اور جب صادق فوت ہوا تو اس وقت اس کے چچا زادوں سے کوئی زندہ نہیں تھا اور نہ ہی کوئی چچا زادہ تھا، عرف ایک بی بی کرم نشان در عبد الغنیہ وغیرہ چچا زادے اور دوست محمد وغیرہ بھانجے اور دونوں حقیقی نہ تھے تو شرعاً اس کی وراثت کے کون کون حقدار ہیں ؟

سائل دوست محمد چھوٹی زادہ از موضع رام پور تحصیل بھیر پور ۲۰۳-۲-۵



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْجَوَابُ
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي الْقَوْلِ لَاقِبًا

شرعی پیری کا حق چوتھا حصہ اور بہنوں کا حق دو تہائی ہے اور باقی سب فی حق درویش
 کی نرینہ ہم درجہ اولاد عبد العزیز وغیرہ کا حق ہے اور بھانجے دس محمد و خیمہ محمد و خیمہ ان کا کوئی
 حق نہیں اور حسب القواعد اس کے ترکہ کے بارہ حصے بنا کر ۳ بیوی کے درمیان منوں کے
 بھہ برابر اور باقی ۱۲ عبد العزیز وغیرہ کو بھہ برابر دے جائیں اور اس کی تقسیم عینی تفسیر بڑے و بھس
 میں ضرب دیکر ایک سو بیسٹیل سے ہر کی حسب الذیل :

صادق سہ از ۱۲ تصحیح از ۱۲۰

کرم نشان پیری روشنائی بہن دارا بہن عبد العزیز صادق عطا محمد سہن فکشیہ

$\frac{۲۰}{۱۲۰}$	$\frac{۲۰}{۱۲۰}$	$\frac{۲۰}{۱۲۰}$	$\frac{۲۰}{۱۲۰}$	$\frac{۲۰}{۱۲۰}$	$\frac{۲۰}{۱۲۰}$	$\frac{۲۰}{۱۲۰}$	$\frac{۲۰}{۱۲۰}$
------------------	------------------	------------------	------------------	------------------	------------------	------------------	------------------

حسن شفیع محمد علی عارف علی طفیل

$\frac{۱}{۱۲۰}$	$\frac{۱}{۱۲۰}$	$\frac{۱}{۱۲۰}$	$\frac{۱}{۱۲۰}$	$\frac{۱}{۱۲۰}$
-----------------	-----------------	-----------------	-----------------	-----------------

کتاب السراجیۃ والفتاویٰ الہندیۃ - وصلى الله تعالى على حبيب سيدنا محمد
 والہ واصحابہ وبارک وسلم

عزیز الفقیر ابو الخیر محمد نور الدین نعیمی عھز

۳ محرم ۱۳۵۳ھ

الاستقاء

شجرہ نسب

بھنبہ

جھوٹی بی

حاصل

واصل

نور محمد

بجگا

نوراں
زندہ

خوشی محمد جنت بی بی باغلی نواب رانوں سیاح گاماں بی بی برکت بی بی
زندہ زندہ زندہ زندہ زندہ زندہ

محمد شریف محمد لطیف اکبر بی بی راستی
زندہ زندہ زندہ زندہ

محمد فاطمہ بی بی نور محمد رحمت بی بی شریفہ گوماں بی بی احمد دین
زندہ زندہ زندہ زندہ زندہ زندہ

رحمت علی
زندہ

تاج بی بی
زندہ

چراغ

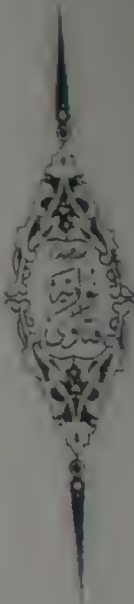
بختاوری بی

رانوں بی بی کالو

شعبی بی بی
زندہ

ساراں بی بی غلام محمد تاج محمد نور بھری عزیز بی بی فضل بی بی اسل بی بی
زندہ زندہ زندہ زندہ زندہ زندہ

منہ رجبہ بال شجرہ نسب کے مطابق وراثت کالو اور بھنبہ ستونی کے وارثان کے



عص کی تقسیم فرمائی جاوے۔

کمترین غلام محمد ولد چرخ ڈوگر ساکن بہاول پور تحصیل بیال پور

نشان الگوٹھ غلام محمد ۳-۲



شرعاً کالو کے وارث اس کی بیویاں اور بہن اور چرخ کے دونوں لڑکے ہیں
کر قریبی عصبے میں باقی و غیرہ کے لڑکے وارث نہیں۔ دونوں بیویوں کا حق چوتھائی اور بہن کا
نصف اور دونوں بھتیجیوں کا باقی ہے۔ یہ سہ چار سے ہے اور تصحیح حسب القواعد
اٹھ سے ہے۔ حسب ذیل :

کالو سہ از ۴ تصحیح از ۸

راتوں زوجہ شقیہ بی بی زوجہ بختاوری بی بی بہن غلام محمد بھتیجا تاج محمد بھتیجا خوشی محمد بھتیجا
 $\times \quad \frac{1}{8} \quad \frac{1}{8} \quad \frac{2}{8} \quad \frac{1}{8} \quad \frac{1}{8}$

کافی السراجیۃ بل فی القرآن الکریم۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ

واصلحہ و بارک و سلم۔

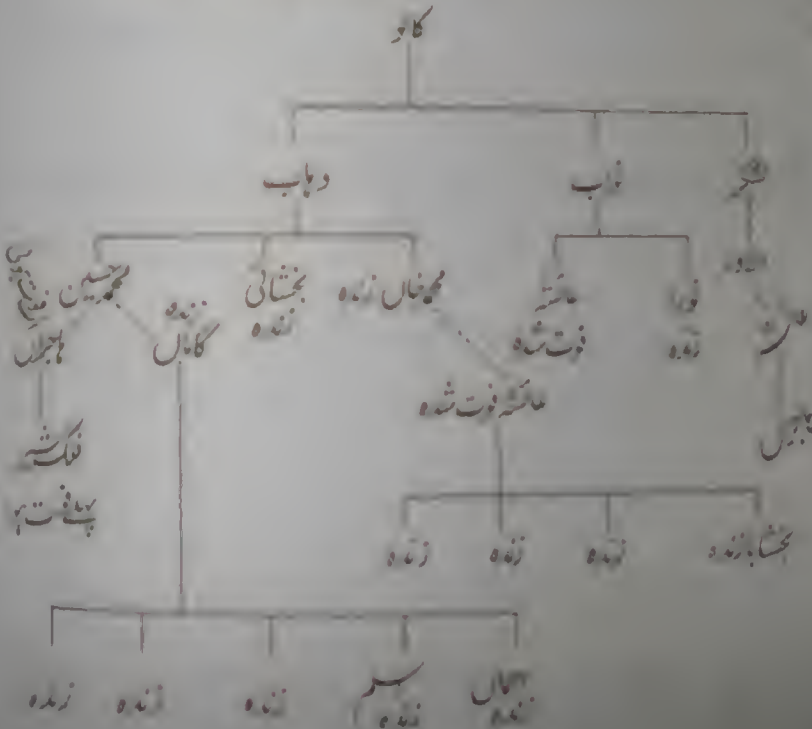
عقود الفقیر ابو الخیر محمد نور الدین النعمانی غفرلہ

۲ صفر ۱۳۹۳ھ ۳۷-۳۸

الاستفتاء

کہ فرماتے ہیں علماء دین جبکہ کالو کے تین پسران لشکر، نواب، باب، بک
 مکہ ہی بیوی کی اولاد ہیں۔ اب کالو کے پوتنگان میں سے نور، محمد خاں زندہ ہیں۔ سوا پسران
 جو کہ کالو کی پر پوتی ہے، ماولد فوت ہو چکی ہے، مسماۃ ہاجرہ محمد حسین کی بیوہ ہے۔ محمد حسین کی
 دوسری بیوی مسماۃ کاماں سے احسان وغیرہ محمد حسین کے پسران و دختران زندہ ہیں۔ مسماۃ ہاجرہ
 کی ولیدہ عاتشہ نے بعد زان محمد خاں سے عقد کیا جس سے بخشا یا اور اس کی تین بیٹیاں زندہ ہیں
 نذریں و مسماۃ ہاجرہ متوفیہ کے کون کون سے وارث ہیں اور ان سے کیا کیا حصے ہیں
 شجرہ نسب حسب ذیل ہے :

منظور حسین بقلم خود ۳-۷-۷۳



الجواب
اللهم اجعل لي بليوا يقين

مسماة باجرں کے اور نور اور محمد خاں جہاز نبھائی نہ جسے میں دیکھی
والدہ عائشہ کی اولاد بخشایا وغیرہ بن نبھائی میں بن نبھائیوں کا حصہ ایک پرتین ۱۱۱
میں حصہ مساوی ہے اور باقی میں نور اور محمد خاں حصہ مساوی سے سب میں

باجراں مساوی تصحیح از

نور	محمد خاں	بخشایا	فجاں	داراں	سجاءاں	باقی
$\frac{4}{12}$	$\frac{4}{12}$	$\frac{1}{12}$	$\frac{1}{12}$	$\frac{1}{12}$	$\frac{1}{12}$	$\frac{1}{12}$

کسانی القرآن الکریم و السراجۃ و غیرہ

واللہ تعالیٰ اعلم و صلواتہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ

و صحبہ و بارک و سلم

فرزہ غنیہ ابو الخیر محمد نورانی سنہ ۱۲۸۱

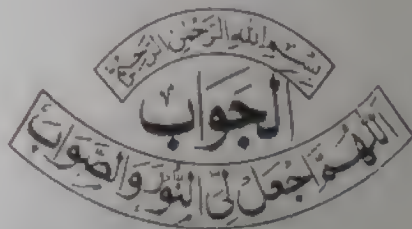
۱۳۶

الاستفتاء

ولی داد ولد محمد خاں قوم کہ موکا دلو سکھ احمد کہ موکا تھا نہ مکوڈ گنج تحصیل خیر آباد

ضلع بہاولنگر س کی اب وفات ہو چکی ہے، اس کا کوئی بیٹا نہیں ہے مگر اس کی ایک بیوی سہ ماہہ جنت ہے جو اب بھی زندہ ہے، اس میں سے ولی اور محرم کی اولاد نہ ہو سکی۔ حسینہ بیگم، نور بیگم ہیں، اس کے علاوہ ولی داد کا ایک حقیقی بھائی ہے جس کا نام اللہ بھائی ہے جو تقریباً دس پندرہ سال سے فوت ہو چکا ہے نیز بیوی بھی فوت ہو چکی ہے، اس کی بیوی میں سے بڑا لڑکا محمد حسن، نذر محمد، غلام محمد اور ان کی ہمشیرہ منور بیگم، غلام عائشہ ہیں جو اب تک زندہ ہیں۔ ولی داد کا دوسرا بھائی جو ہے وہ سوتیلی ماں سے ہے، اس کا نام باقر خاں ہے، اس کی اولاد محرم، معروف، منظور، محبوب، فتح محمد اور سجادیت غلام فاطمہ ہیں مگر باقر خاں اور اس کی بیوی پہلے ہی فوت ہو چکے ہیں، اولاد زندہ ہے شریعت کی رو سے یہ فتویٰ لگائیں کہ اس ولی داد کی وراثت کا کوئی مالک ہو سکتا ہے؟

سائل: بشیر احمد ولد فلک شیر قوم گدھو کا سکھ احمد گدھو کا
تھانہ مکوڈ گج تحصیل پنچن آباد ضلع بہاولنگر ۲۶/۵



نہ ماویٰ کے واث اس کی بیوی جنت اور تین لڑکیاں سردار بیگم وغیرہ اولاد حقیقی بھائی کے تین لڑکے محمد حسن وغیرہ ہیں، ان کے علاوہ سوتیلی بھائی کے لڑکے محمد غیرہ

اور دونوں بھائیوں کی لڑکیاں منورہ گیم، غلام عائشہ اور سماء بابت۔ منورہ صاحبہ بہترین بیوی
 صاحبہ اچھواں ہے اور لڑکیوں کا دو تہائی اور باقی تحقیقی بقیہ بیوں کا ہے۔ حسب دستور سید
 چوہیں سے ہے اور تصحیح بہتر سے ہے یعنی کل جائیداد منورہ وغیرہ کو سب سے بہتر حصہ
 بنا کر نسبت مذکور بالا کے لحاظ سے تقسیم کئے ہیں حسب ذیل :

ولی داد مسئلہ نمبر ۲۴ تصحیح از ۲۴

جنت بیوی سزاؤ گیم حسینہ گیم نور گیم خیران محمد بن محمد غلام محمد تصحیح منورہ گیم باقی بقیہ

۹	۱۶	۱۶	۱۶	۵	۵	۵	۵
۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲	۴۲

نوٹ : یہ بہتر حصے کفن دفن اور قرض و وصیت سے باقی ماندہ ترکہ سے بنے ہیں

کما فی السراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد

والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۱۴ ربیع الثانی ۱۲۹۵ ۲۵-۲۶-۲۷

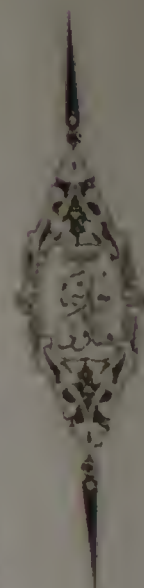
الاستفتاء

محترم المقام جناب بزرگوار ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب

السلام علیکم : آداب و تسلیمات کے بعد عاقل و عاقلہ بنو لوئی نذیر احمد اپنی خدمت میں

ایک سکہ وراثت پیش کرتے ہیں جو کہ وصاحت طلب ہے۔ مسئلہ درج ذیل ہے۔
 ایک شخص مندرجہ ذیل اسپانڈگان چھوڑ کر فوت ہوا ہے :
 ایک بیوی ، ایک لڑکی شادی شدہ ، دو بہنیں شادی شدہ ، دیگر چھیڑا دھالی بیوی ، اور
 متوفی کا کچھ سالانہ جو رو رہا ہے جس کے متعلق متوفی نے کوئی وصیت نامہ مرتبہ وقت
 نہیں کیا ہے۔ موجود ہے ۔

براہ مہربانی تفصیل تحریر فرمائیں کہ متوفی کی کس وراثت کا زیادہ مستحق
 مذکور ان بالا میں کس کو زیادہ ہے یا بتدریج کس طرح تقسیم ہونا چاہئے ؟
 آپ کی نوازش ہوگی۔



اس نے اپنی بیان کیا کہ متوفی کے مال باب ، واوہ دادی سے کوئی نہ نہیں
 اس کے ، شادی کی بیوی اور لڑکی اور ہمیشہ کان جو بقول سائل حقیقی نہیں ہیں بیوی کا
 انھوں حصہ اور لڑکی کا نصف ہے ، باقی سب ، بہنوں کا بھٹہ مساوی ہے۔ یہ مسئلہ
 حسب اقوال آیت ہے اور صحیح سولہ سے ہے سب ذیل :

فصل میں مسئلہ ازہم فی التوارث

بیوی	لڑکی	حقیقی بہن	حقیقی بہن	بیوی
$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$	$\frac{1}{2}$

کہ فی السراج ، ص ۱۸

منہ الغنیۃ الیٰ الخیر محمد بن ابی نعیم غفرلہ

الاستفتاء

کیا ذرات میں علمائے دین اسلام میں میراث میں تین شواہد ہیں ایسی ہے
 پروردگار تعالیٰ کے بارگشت حق و انان جواب بآب سے جو کتب رشادہ میں

غایت

میراث

میراث

میراث

میراث

میراث

میراث

علی محمد خاں

سرف خاں

حسین خاں

حاشیہ

حاشیہ

برخور خاں

غفور

نیا محمد خاں

عبد شکو خاں

محمد خاں

حاشیہ

حاشیہ

زادہ ہے

زادہ ہے

زادہ ہے

محمد خاں

محمد خاں

زادہ ہے

زادہ ہے

زادہ ہے

مسماہ پیتاں

مسماہ پیتاں

مسماہ پیتاں

مسماہ پیتاں

زادہ ہے

زادہ ہے

زادہ ہے

زادہ ہے

زادہ ہے

زادہ ہے

زادہ ہے

زادہ ہے

زادہ ہے

زادہ ہے

زادہ ہے

زادہ ہے

زادہ ہے

زادہ ہے

زادہ ہے

زادہ ہے

زادہ ہے

زادہ ہے

زادہ ہے

زادہ ہے

زادہ ہے

زادہ ہے

زادہ ہے

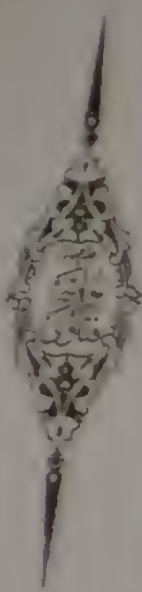
زادہ ہے

زادہ ہے

زادہ ہے

زادہ ہے

زادہ ہے



نوٹ: برخواستہ خاں، سال ۱۹۷۲ء میں مقام ٹوبہ ضلع حصار فوت ہوا۔

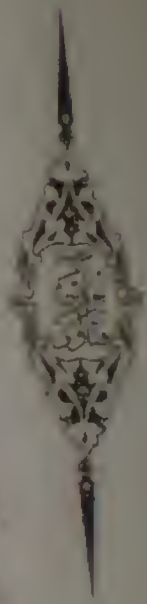
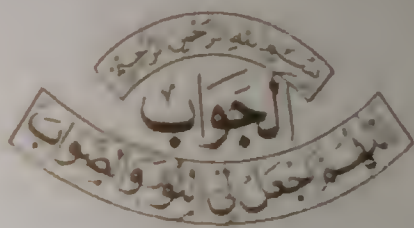
مسماۃ بیات زوہرہ برخواستہ خاں ۱۹۷۲ء میں فوت ہوئی

مسماۃ عائشہ بیگم دستہ علی محمد خاں سال ۱۹۷۶ء میں مقام حویلی ضلع ساہیوال فوت ہوئی

عائشہ بیگم کے زیرِ نواہدہ ہے، خاوند نیک محمد خاں زندہ ہے

مسماۃ تبک بیگم، لطیف بیگانہ برخواستہ خاں جائیداد پر قابض ہے

عارض: سعید احمد خاں ولد عبد الغفور خاں فوت ہوئی



بخشاۃ خاں مبارک بیگم، لطیف بیویاں اور مسماۃ رفیقہ اور نصرت

اور مسماۃ حمیدہ بیگم، عائشہ بیگم حقیقی بنیں ہیں، حسب القواعد مسئلہ ۲۴، تصحیح

۲۸ ہے حسب ذیل:

بخشاۃ خاں مسئلہ ۲۴ تصحیح ۲۸

مبارک بیگم فوت، لطیفہ زوجہ رفیقہ نصرت بیگیاں فعلیہ بیگم عائشہ بیگم بنیں

$\frac{3}{38}$ $\frac{3}{38}$ $\frac{2}{38}$ $\frac{10}{38}$ $\frac{6}{38}$ $\frac{5}{38}$ $\frac{5}{38}$

کسانی السرح وطیرھا

واللہ اعلم بالصواب، وصلى الله على محمد وآله



میں لڑکیوں کا حق ہے اور باقی سب ہی تجا زندہ کا ہے اور فوت شدہ کا کوئی حق نہیں
تو حسب دستور شہر پاک یہ مسئلہ تین سے آئے گا اور تصبیح ۹ سے جو کی حسب ذیل:
رحمت علی شاہ مسئلہ از ۲ تصبیح از ۹

$\frac{2}{9}$ $\frac{2}{9}$ $\frac{2}{9}$ $\frac{2}{9}$
 رشید بیگم لطیف بیگم نذیر بیگم صدیق بیگم شاه زنده مشاق بیگم طفیل بیگم شاه فرتنده اور

نہیں بھیجیاں ریاض شاہ نواسہ ثریا بیگم نواسی۔

كذا في السراج وخرقته من سفار المذهب المهدى الحلى
لقرن الكرم وحدث شريف
والله تعالى علمه صلى الله تعالى على حبه الاعظم
وعلى آله وصحبه وآل وصحبه وسلم

عنه اخيه ابو الخير محمد نور الله تعالى عنهما

۲۰ مجیدی لاولی ۱۳۰۵

الاستفتاء

کیا دہاتے میں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص مسیحا کا بیٹا
اس کے سامنے آئے ہیں یا نہیں؟ ایک ہیشہ وہ ایک معانی موجد ہیں مرنے کی

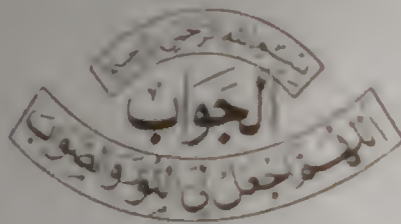
چہ زمین ہے۔ یہ زمین و شجر کے درمیان تقسیم ہونے کا حکم ہے

اسائل : محمد شریف، بصرہ، ۵.۶.۵۵

نیز عید و ذریعہ و مکان ایستادگی و حست میں ہے اس کی تفسیر و حکایت

نیز سونی پر قرض نہیں تھا و کفن و دفن بھی ہو چکا ہے

اسائل : محمد شریف، بس نواز، حیدرآباد، حیدرآباد، حیدرآباد



شرعاً بیوی کا آٹھواں حصہ اور دو دھریوں کا حصہ و تیناں و رہائی بہن و صالح ہے

یہ سب لقا و چوبیس سے آئے گا و ترجیح بہتر سے ہوگی حسب ذیل :

کدام مسئلہ ۲۴ تصحیح زمزم

زہرہ زوجہ	اسما	او، خنیفہ لڑکیاں	ابراہیم بھائی	جیوں بہن
$\frac{9}{42}$	$\frac{27}{42}$	$\frac{27}{42}$	$\frac{2}{42}$	$\frac{3}{42}$

کذا فی القرآن المکرّم سورة النساء و السرا حید و غیر ہا میں

کتب العفیف الجنوی

و اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ علی حسب



عزیز الغیور ابو الجحیم محمد نور اللہ علیہ فی غفر
، جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ ۵ جون ۱۹۷۹ء

الاستفتاء

سے محرمہ فوت ہو گیا ہے۔ اس کی پس بیوی سے ایک رک کا محمد حیات ہے
دوسری بیوی سے دو لڑکیاں ہیں اور پس بیوی اس کے انتقال سے قبل فوت ہو گئی وہ
دوسری بعد میں فوت ہوئی ہے۔ اس کی وراثت کس طرح تقسیم ہوگی، ببینو نوحہ و
سائل، بشیہ احمدیہ رحمہ اللہ



ثواب محمدیہ کی دوسری بیوی کا اثمنوں حصہ ہے اور باقی سب مال لڑکے
اور لڑکیوں کا ہے۔ لڑکے کو آتی نصف باقی اور لڑکیوں کا باقی نصف ہے جسے سواہی

حب ذیل

محکم دلائل سے مزین و متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مجموعتِ ارکاء	دو اڑھائی	اور دو سو سی
۱۲	۵	۹
۳۳	۲۲	۳۳

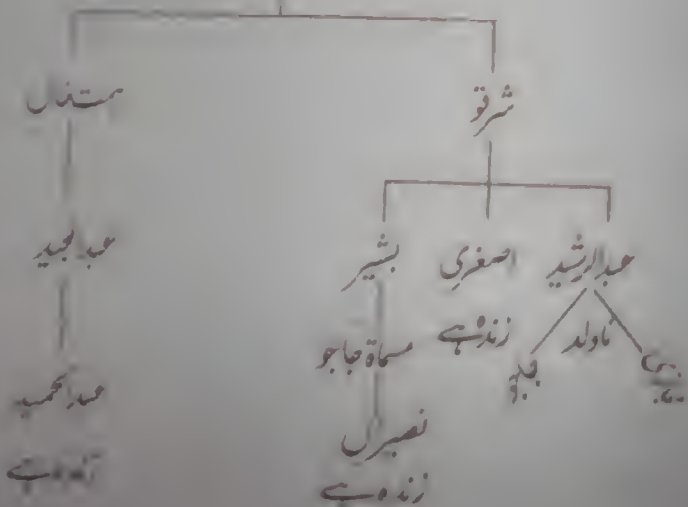
کما فی القرآن الکریم، الحدیث الشریف، الفقه السیما
واللہ اعلم و علیہ استوحکم

فہرہ عقیقہ بابائے محترمین

۲۰۲۰۰۹

الاستفتاء

شہاب الدین

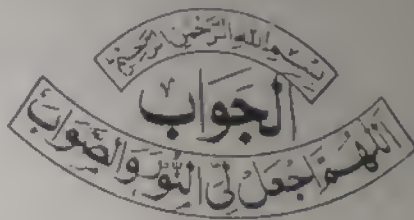


مردم بہار رشیدیہ امت کے دار میں حسب ذیل :

دو آمدہ عورتیں زندہ ہیں اور ایک عدد ہمیشہ زندہ ہے اور شہاب الدین

سے چوتھی پشت پر عبد الحمید زندہ ہے۔

ایک بھتیجی زندہ ہے۔



دو نوز عورتوں کا حق جو عبدالرشید کی بیوہ بیویاں ہیں جو بھائی ہے، قرآن کریم

میں ہے وَلَهُنَّ الرِّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمُ اَنْ لَّمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ (پ ۶ آیت ۴)

وہیں کا حق نصف ہے، قرآن کریم میں ہے اَنْ اَمْرًا هَلْكَ لَيْسَ لَكَ وَلَدٌ

وَلَهُ خِصْمٌ نِّصْفُ مَا تَرَكَتُمْ (پ ۶ آیت ۱۷) اور باقی سب عبدالحمید کے

جو عصب ہے، حدیث شریف میں ہے الْحَقُّوَالْفَرَايَضُ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ

لَا ذِي رَحْلٍ ذَكَرَ بَخَارِي شَرِيف جلد ثانی ص ۹۹۔

یہ سکہ چار سے ہے اور تقسیم آٹھ سے یعنی کل مال جو کفن و دفن اور قرض و وصیت بچا

اس کے آٹھ حصے بنا کر یوں تقسیم کیا جائے۔

عبدالرشید سکہ از ۴ تقسیم از ۸

محامی بیوی	جہو بیوی	اصغری بہن	عبدالحمید بیوی	نصیراں
$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{2}{8}$	$\frac{2}{8}$	$\frac{2}{8}$

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله على محمد و آله
 و صحبہ و بارک و سلم۔

مہر مفتیہ ہائے تہذیب و تمدن

نور اسلام ۹۳ء

الاستفتاء

جناب عالی

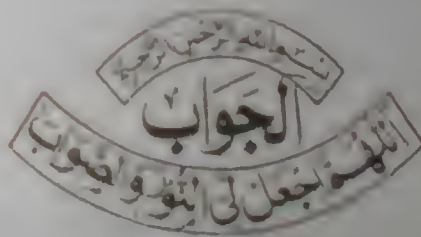
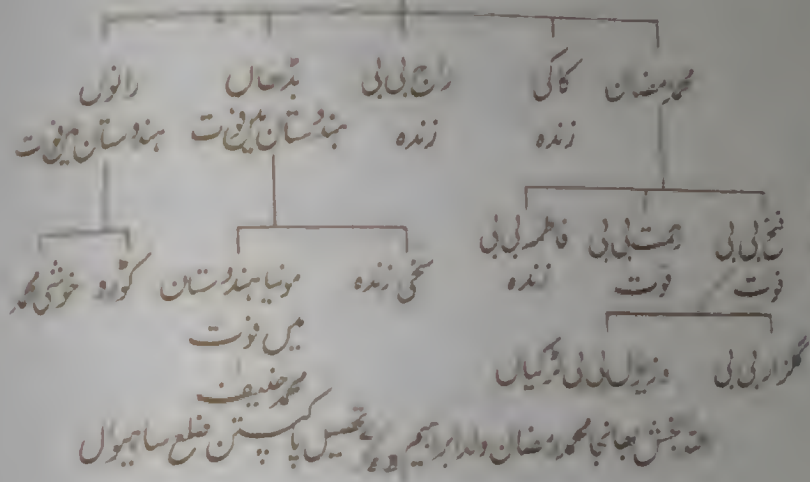
- گزارش ہے کہ میرا ماموں محمد رمضان ولد ابراہیم مورخہ ۱۴۴۰ کو قضاۃ سے
 فوت ہو گئے ہیں، اس نے تین شادیاں کیں ۱۔ فتح بی بی ۲۔ رحمت بی بی ۳۔ فاطمہ بی بی
 ۱۔ فتح بی بی کی دو لڑکیاں گلزار بی بی اور فوزیاں بی بی ہیں جو کہ زندہ ہیں جبکہ فتح بی بی بری
 رحمت بی بی بغیر اولاد کے فوت ہو گئے اور ۳۔ فاطمہ بی بی بغیر اولاد کے زندہ ہے
- ۲۔ جناب عالی! میرے ماموں محمد رمضان کی چار بہنیں تھیں، دو بہنیں بڑھیاں اور دونوں
 ہندوستان میں فوت ہو گئیں اور دو بہنیں کاکی اور رات بی بی زندہ ہیں جو بہنیں فوت ہوئی
 تھیں ان کی اولاد ہے جو مستقدا رہیں، ان کو کتنا کتنا حصہ جائے گا۔
- ۳۔ علی جاہ! میرے ماموں محمد رمضان کا کوئی حقیقی بھائی یا بھتیجہ نہیں ہے بلکہ محمد رمضان
 کے والد ابراہیم کے بھائی دتہ، فٹا تھنے ان کے پوتے پوتیاں زندہ ہیں محمد رمضان کے

ہندوستان میں پاکستان بننے سے قبل سینٹل سال فوت ہو گئے تھے۔

۴۔ سوال۔ یہ ہے یا جو ہمیں ہندوستان میں فوت ہو گئی تھی، ان کی اولاد، عربیہ یا کہ نہیں؟

۵۔ مولانا محمد رمضان کے والد ابراہیم کے بچائیوں کے پوتے پوتیاں میں سے حصہ جائے گا یا کہ نہیں، عالی جاہ، فتویٰ دے کر شکور فرمادیں اور رمضان کا ٹوہ ذیل سے

براہیم



محمد رمضان کی بیوی فاطمہ بی کے مرنے کے بعد دو لڑکیوں گلزار بی بی،

دنیوں بی بی کا دو تہائی اور باقی سب : : : : : دنیوں بی بی کا حق ہے ۔
 چوبیس سے ہے اور تصحیح کرتا لیس ہے :

محمد رمضان مسافر ۲۴ تصحیح از ۱۴

فاطمہ بی بی گلزار بی بی دنیوں بی بی لڑکیاں کا حق دنیوں بی بی باقی سب محمد
 $\frac{9}{38}$ $\frac{9}{38}$ $\frac{17}{38}$ $\frac{17}{38}$ $\frac{9}{38}$

فقہ فقیر : : : : : کو میر محمد نور صاحبی
 ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۵۹

الاستفتاء

منایت سی و حبیب تہم بزرگ فقیر محمد نور صاحبی

سود یکم و حمتہ لہ و برکتہ :-

عرض ہے کہ میرے والد صاحب مرحوم و مغفور کی ورثہ میں بہتیں بھائی اور چھ بہنیں
 اور میری والدہ میں، میرے والد صاحب مرحوم کی تمام جائیداد کی نقد رقم بھائی ہے۔ اب اس رقم
 میں ہم تینوں بھائیوں کا کتنا حصہ ہے؟ اور چھ بہنوں کا کتنا حصہ ہے؟ اور بھائی و بہن کا کتنا
 حصہ ہے؟ برائے مہربانی جواب جلدی دیجئے، عین نوک و کش ہوگی، فقط

کرمی جنرل سٹور، ال چند آباد، میرپور خاص

سندھ - حیدرآباد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْجَوَابُ
 أَنْتُمْ جَعَلْتُمُ الْيُودَ وَالصَّوَابَ

کفن و دفن اور قرض اور وصیت سے باقی ماندہ مال کا آٹھواں حصہ بیوی کا حق ہے اور باقی سات حصے کل تین لڑکوں اور چھ لڑکیوں کے ہیں۔ حسب القواعد یہ سلسلہ آٹھ سے بے او تین بیٹے چھ بیٹیاں شمار ہونگی کیونکہ ایک بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ قرآن کریم میں عدد ذکر مثل حظ الانثیین اور آٹھ میں سے باقی ماندہ سات حصے بارہ پر صحیح تقسیم نہیں ہو سکتے لہذا بارہ کو آٹھ میں ضرب دے کر چھیا نوے بنا کر چھیا نوے کا آٹھواں حصہ جو بارہ میں بیوی کا حصہ ہے گا اور چھیا نوے سے سات حصے ہر ایک لڑکی کے اور ہر لڑکے کے چودہ حصے ہیں۔

سر اجیب ص ۱۸ میں ہے وَالْثَمَنُ مِنْ ثَمَانِيَةِ اَوْ رُحْمٍ ۚ وَرِثَةُ مَسْكِينٍ مِمَّا رَزَقْنَاهُ مِنْهُ ۚ
 و الثالثل ان لا تكون بين سہامهم ورع و سہم موافقة انما هكذا:

زید سلسلہ از ۸ ص ۹۶

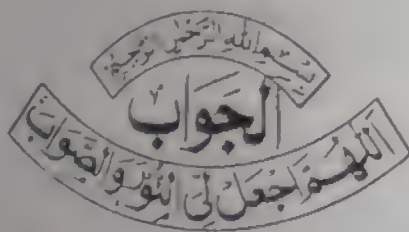
بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا
۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۹۶	۹۶	۹۶	۹۶	۹۶	۹۶	۹۶	۹۶	۹۶	۹۶

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَصَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖم وَخَیْرِ خَلْقِہٖ

مترجمہ الفقیر الہ کنیز محمد نور اللہ عینی مدظلہ
۱۳ جمادی الاول ۱۳۹۰

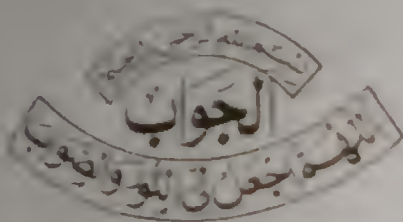
الاستفتاء

کوٹ رادھا کشن سے سائل نے سوال کیا کہ متوفی محمد علی کے رثہ اس کی بیوی
اور والدہ بختا و ربی بی اور دو حقیقی بھائی سردار محمد اور گلزار اور والدہ بختا و ربی بی کی تین لڑکیاں جو درجہ
خاوند سے ہیں اور تین لڑکے ہیں جو بختا و ربی بی کے دوسرے خاوند کی دوسری بیوی سے ہیں
تو اس کی وراثت کیسے تقسیم ہوگی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ :



بیوی کا چوتھا حصہ ہے اور والدہ کا چھٹا حصہ اور تینوں بیویوں کا تیسرا حصہ ہے
اور باقی دونوں حقیقی بھائیوں کا ہے حسب القاعدہ پر مسئلہ ۱۲ سے ہے ۳ بیویں کے اور دو

جے در سکینہ بی بی صفیہ بی بی ترکیاں ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیں غم و غصہ نہایت دور فرما رہی ہیں
 جیسے محمد حسین و محمد اصغر و محمد سلیمان و محمد رمضان ہیں
 محمد حسین بسترہ



ترہ ماہ کی کا تھوڑا حصہ ہے اور ۱۰ و ۱۱ کیوں کہ وہ تمام ب اور ا ت
 اہل ہوں کہ ہے اور نتیجہ وغیرہ محمد مرثیہ کما فی القرون لکرم و سر حبیہ و مفتی محمد
 مسند از ۲۲ قسیمی از ۲۸

عالم فاضل ہوی سکینہ بی بی صفیہ بی بی ترکیاں غلام جنت غلام نور ہیں
 $\frac{2}{38}$ $\frac{3}{31}$ $\frac{17}{38}$ $\frac{17}{38}$ $\frac{2}{38}$

سزا جیسے میں ہے و اللہ مع الولد و اسی صوفیہ ہے و اللہ
 لا اللہ صاعدا و ارضہ میں ہے کہ رخصت مع سنت لہد کرا و کدا
 فی التمدید

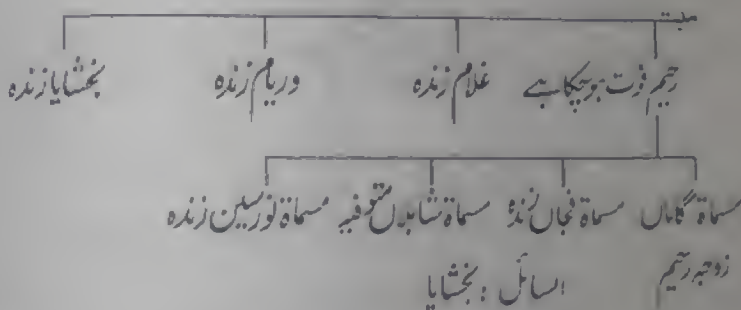
واللہ تعالیٰ اعلم و صلا اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ

صہ الغفر البواکیر محمد نور اللہ العیسیٰ غفرلہ

۶ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ ۲۲-۲-۸۱

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں عداۓ دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسماۃ شایاں فوت ہوئی
اور اس کی والدہ مسماۃ گاماں اور دو حقیقی بہنیں مسماۃ فجاں و نورسین اور تین حقیقی بچے غلام، وریام
بخشیا زندہ ہیں تو اس کی وراثت کا کون مستحق ہے اور کس طرح حصص میں بیٹو اتوجرو
شجرۃ نسب
الہی بخش



چک ۳۹ تحصیل دیپال پور ضلع منٹھری

بخشیا یا بقلم خود

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْجَوَابُ
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي ثُلُوثًا صَوَابًا

مسماۃ شاہاں کی منلو کہ مترکہ جائیداد کا چھٹا حصہ مسماۃ گاماں والدہ صاحبہ کے ہاں
 دوڑوں بہنوں باقی چھپوں کا سب اور یہ مسئلہ چھپتے آگے اور تمام کے قسیم ہے یہاں
 شاہاں مسئلہ از ۶ قسیم از ۱۸

گاماں والدہ فجاں بہن نورسین بہن غلام چچا دریا چچا بشا بیچی
 $\frac{3}{18}$ $\frac{6}{18}$ $\frac{6}{18}$ $\frac{1}{9}$ $\frac{1}{9}$ $\frac{1}{9}$

مر اجیص ۱۲ میں ہے او مع الاثنین من الاحود والاحواب فیہ ۱۲ میں ہے
 والثلثان للثنتین اور ۲۲ میں ہے ثم لعصۃ بنی اسرائیل ۱۲
 ہی مخرج للسدس و لضعف و لضعف اور ۲۲ میں ہے نصر
 کل عدد رءوس من انکسرت علیہم لہام فی اصل المسند
 و اللہ تعالیٰ اعلم و صل اللہ تعالیٰ علی حبیب و
 آلہ و صحبہ و سلم۔

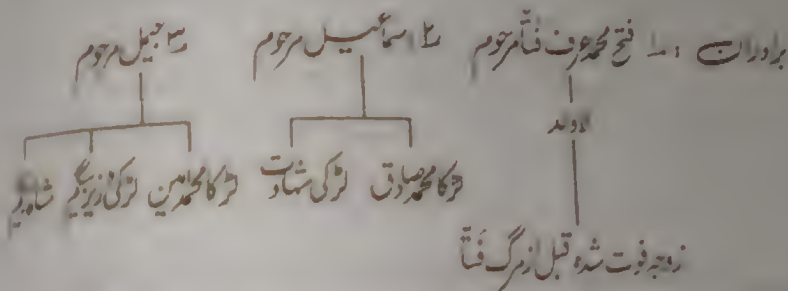
مترکہ الفقیر الی الخیر محمد نور الداعی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فقہان شرعیات میں کہ بائیس لاکھ سے زائد مال

تین بھائی تھے اور ان کی ایک بہن ہے۔ دو بھائیوں کی اولاد موجود ہے اور تیسرا بھائی لاؤلف
 ہو چکا ہے۔ اس کی وراثت کے حقدار مندرجہ ذیل افراد ہیں، از روئے شریعت انہیں کٹاؤن
 حصے گا؟ یہ سب بن بھائی یک والد اور ایک ہی والد سے ہیں اور ان کے والدین اپنے ہی
 فوت ہو چکے تھے۔

نقشہ درخت



نوٹ: اسماعیل اپنے والد بھائی فاطمہ سے پہلے فوت ہوا تھا اور جیل اپنے بھائی فاطمہ کے بعد
 فوت ہوا ہے۔

سائل: محمد بن یحییٰ فتح محمد عرف فاطمہ عوم لاؤلف



نوٹ: بیشیہ کا حصہ ایک ستائی و محمد بن برادر زادہ کا بھی ایک ستائی ہے اور یزید
 شاہ بیک برادرانوں کا حصہ شترہ ابی ایک ستائی ہے یعنی پچاس چھٹا حصہ ہے اور محمد صادق

دفعہ دوم ہیں۔

یہ مسئلہ تین سے ہے درحقیقت چار سے ہے۔ حسب آئیں
فتا بمسلہ از فقہین از

نیز حقیقی بہن محمد امین برادرزادہ وزیر تعلیم شاہ بہار خیرین
۲/۶ ۱/۶ ۱/۶ ۱/۶

سماعیل چونکہ فتا سے قبل فوت ہوئے ہیں اس کی وجہ فتا کی درجہ

مردم ہے بحکم الکتاب والنسب والفقہ

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد

وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مترجم الفقہ ابوبکر محمد زکریا علیہ السلام
بہ منظر النظم ششم

الاستفتاء

سوال ۱ زوجہ ۲ بنات ۳ خواتین ۴

سوال ۲ طوطا عدل ہے یا حرام باحوالہ

حضرت اکی لڑتے الجاہلہ نامہ افندہ تہذیب علی شہ صاحب

مستند مدرسہ رضویہ عارفوالہ

۱۰ رمضان المبارک ۱۳۸۰

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب

لِلَّذِينَ جَعَلُوا فِي النُّزُولِ الصَّوَابَ

① تجمیع ذمین وغیرہ سے باقی ماندہ ترکہ کا اٹھواں حصہ زوجہ اور دو بیٹیوں کے درمیان تقسیم کیا گیا۔
 باقی کل بیٹوں کا ہے۔ قرآن کریم میں ہے: "فَإِنْ كَانَ لَكَ وَلَدٌ فَلِلْكَ وَشِدْ فَلِلْأُمِّهِنَ الشَّيْءُ نِزْفًا"۔
 لہذا کرمش حصہ الاشیاء شریفہ ص ۲۱ میں ہے: "وَأَدْنَى مَرَاتِبِ الْاِخْتِلَافِ"۔
 و سنت فلاجد حینث الشان بالاتفاق فخرت بہذہ الاشارۃ ان البنین
 لہما الشان فی لجملة النع ابو داؤد ج ۲ ص ۴۴، ترمذی ج ۲ ص ۳۰، ابن ماجہ ص ۲۰۰،
 مستدرک ج ۲ ص ۳۲۲، دارقطنی ص ۴۵۸ وغیرہ میں کلمات متقاربہ مرفوعہ ہے اعط ابنتی
 سعد الشان و مہما الشان نیز صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۸، ابو داؤد ج ۲ ص ۴۴، ترمذی
 ج ۲ ص ۳۰، ابن ماجہ ۲۰۰، مستدرک ج ۲ ص ۳۲۵ وغیرہ میں مرفوعہ ہے و ما بقی فلاخت
 سراجیہ ص ۸، ہندیہ ج ۴ ص ۴۰۴ میں ہے: "والشان مع الولد نیز سراجیہ ص ۸، ہندیہ ج ۴ ص ۴۰۴
 میں ہے: "و بنین فصاعد الشان تفسیر مظہری ج ۴ ص ۲۳ میں ہے: "و علیہ انعقد
 لرجسہ نیز سراجیہ ص ۸، ہندیہ ج ۴ ص ۴۰۴ میں ہے: "و لہن الباقی مع البنات تو یہ مسئلہ
 سب القواعد ۲۲ سے آئے گا اور تصحیح ۹۶ سے ہوگی ہلکذا،

مسئلہ از ۲۲ تصحیح از ۹۶

زوجہ	بنت	بنت	اخت	اخت	اخت	اخت
$\frac{۱۲}{۵۰}$	$\frac{۳۲}{۹۶}$	$\frac{۳۲}{۹۶}$	$\frac{۵}{۵۰}$	$\frac{۵}{۹۶}$	$\frac{۵}{۹۶}$	$\frac{۵}{۹۶}$

طوطا حلال ہے، قرین کریم میں ہے جسو سکھما فی الاصر جسما
 عفی اللہ عنہا اور احادیث ابو داؤد، ابن ماجہ، ترمذی، حاکم، بیہقی، غیر بات مرتبہ یہ علم و احکام
 اصلیا آفتاب سے بھی زیادہ نمایاں ہے اور تصریحات قواعد و ضوابط فقہیہ متعلقہ خان بہت سی ہیں
 سے بھی اس کا حلال ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے بلکہ اس کی تصریح بھی موجود ہے میں تو
 ج ۲ ص ۶۲، رحمۃ الامر ج ۱ ص ۱۷۱ والنظم من السیزن قول اللہ

والامام الاعظم والامام مالک والامام احمد فی نستہم عنہم من کتبہ
 والی ان قال، والبیعاء والطاؤس رفاؤی برہنہ ج ۲ ص ۵۲ میں ہے دینہ یفری
 وعلیہ الفتوی تو اس شمس کی طرح ہے کہ طوطا حلال ہے و انتھیں فی لست و
 ج ۱ ص ۱۶۱ (وفی المطبوعة ج ۳ ص ۳۵ - اربعہ)

واللہ تعالی اعلم و صلی اللہ تعالی علی حبیبہ زکرمو
 واصحابہ ذوی الکرم۔

عزیز الفقیر الراجی الخیر محمد نور اللہ العی غفرلہ

۲۹ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ

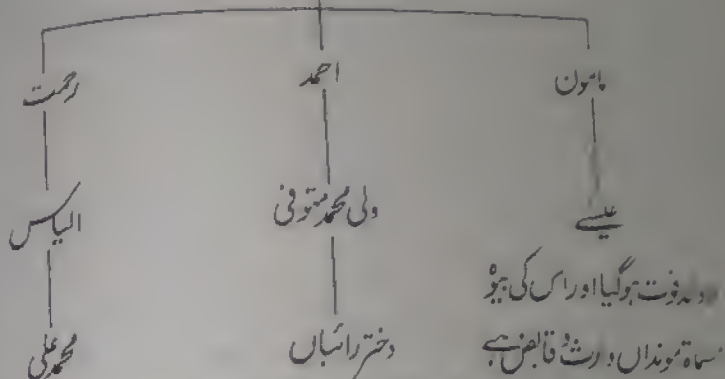
مناسبت

بَابُ الْمُنَاسِكَةِ

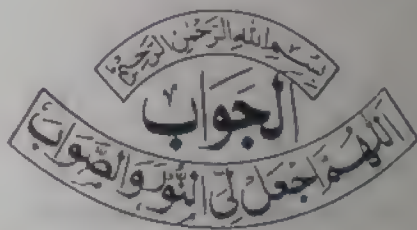
الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین نذریں مسد کہ ولی محمد گریزی اور میں فوت ہو گیا
ان وقت وارث موجود اس کی والدہ مسماۃ تاجاں، بیوی مسماۃ فاطمہ، لڑکی مسماۃ راساں اور
اس کے چچے کا بیٹا سید محمد علی ہے، شجرہ حسب نسب یہ ہے :

برہان



تہ حسب دستور انگریزی ولی محمد کی کل جائیداد کا انتقال تاجاں والدہ کے نام ہو گیا۔
بعد ازاں سماۃ تاجاں بھی فوت ہو گئی اور اس کے صرف دو بھائی محمد عبداللہ و محمد غلیب زندہ ہیں
اور ولی محمد متوفی کی نڑکی اور بیوہ اور بھتیجا محمد علی زندہ ہیں تو اب از روئے قانون وراثت شرعیہ
تقسیم جائیداد کس طور پر ہوگی۔ آیا اب صرف تاجاں کو مورث قرار دیا جائے گا یا ولی محمد بھی
مورث مانا جائے گا۔ بیسوا تو حیرا۔



سماۃ تاجاں کے نام انتقال انگریزی دور میں برائے گزراوقات بصورتِ امانت تھا
کہ انگریزی قانون وراثت میں مستورات کے لئے حقوق مالکانہ نہیں تھے اور بعد ازاں وفات باز
کی ایک تصویق ہوتے تھے اور ان کے نام انتقال مستقل ہو جایا کرتا تھا تو اصل مورث ولی محمد ہے
کی جانب داد نامذکورہ بالاجارہ ارثوں پر تقسیم کی جاوے گی۔ والدہ کا بچھا حصہ بیوی کا تھا

وکی کا نصف حصہ باقی کل بھتیجے کا سبہ ہنکدا

ولی محمد مسئلہ از ۴۴

تاجاں والدہ فاطمہ بیوی رائباں خیر محمد علی بھتیجا

۵

۱۲

۳

۴

قرآن کریم میں ہے ۱۔ ولا یویہ لکل واحد مہما اندس

۲۔ فلین الشن ۳۔ فلہا النصف ۴۔ للرجال نصیب لابیہ سود لہ

اور تاجاں کے وارث دو بھائی اور پوتی مذکور ہیں۔ پوتی کا نصف اور باقی دو بھائیوں میں مساوی

طور پر تقسیم ہوگا ہنکدا ۱۱

تاجاں مسئلہ از ۴۴ تصحیح ۴

محمد خلیس برادر

محمد عبداللہ برادر

پوتی رائباں

۱

۲

للایات المذكورة والاحادیث۔ یہ صورت مناسخ ہے۔

الحاصل محمد علی بھتیجا کے لئے ولی محمد متوفی کی کل جائیداد کے چوبیس حصوں میں سے

صرف پانچ حصے ہیں اور بیوی فاطمہ کے لئے تین حصے ہیں دریاں کے لئے چار حصے تقسیم

دو حصے رائباں کو ملے اور ولی محمد کی طرف سے رائباں کو ۱۲ حصے ملے تو رائباں کے پاس

کل چودہ حصے ہوئے، باقی ماں کے دو حصے اس کے بھائیوں کے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على محمد وآله

د صاحب و بارک و سلم۔

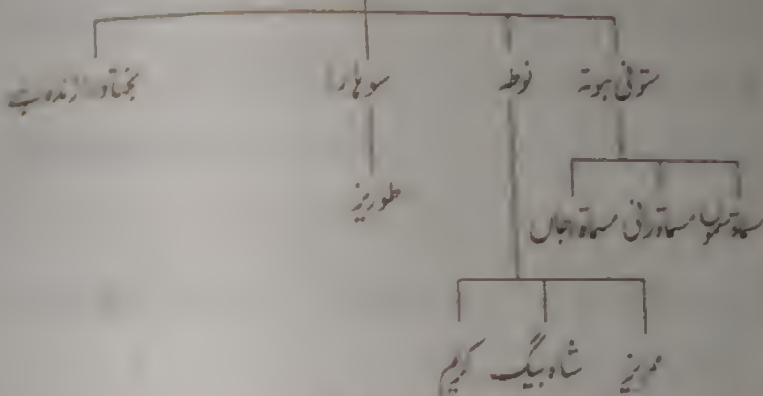
عزہ النعیرہ ابو الجوز محمد زکریا النعمی غفرلہ

۱۹ تریں لکریں ۳۵

الاستفتاء

نسب نامہ

ماہی



نوٹ : سائنس بیان کیا کہ تینوں حقیقی بھائی ہیں۔

نوٹ : بھوت کی ایک درجہ کی مانی شادی شدہ تھی جو بھوت کے بعد چند ایام فوت ہو گئی تھی
خاوند اور مرنے والے ایک بڑا کام تھا ہے۔

ماہی علیہ الرحمہ فوت ہو چکا ہے جس کے چار وارث بھوت، نوط، موہاوا، بھٹا اور
جس کے نام انتقال ہو چکا ہے۔ نوط بھی فوت ہو چکا ہے جس کے حصہ کے مالک عمر بیگ کریم
ہے اور موہاوا بھی فوت ہو گیا جس کے حصے کا مالک طلوریہ ہے، بھٹا اور احمدہ ان خود زندہ ہیں
اب ہر حصہ فوت ہو گیا ہے جس کا فیصلہ طلب ہے۔ بھوتہ حصہ ارکی تین لاکھ
سوا سو روپے آتی رہا جس میں سوا سو روپے شادی شدہ ہیں، مسئلہ اہل کونواری ہے

سہ سہوں، انی بیان کرتی ہیں کہ ہمارا حصہ بھی مسماۃ جہاں جو کہ گنہگار بنے ہوئی ہیں وہ
 ہے اس کو دیا جائے آپ اس کے متعلق فتویٰ شریعت تحریر کریں بہتر متونی ہر حشر
 کس کس کو اور کتنا کتنا ہر ایک کو ملنا چاہئے، مگر طور ذیل ۱۰۰ کا کھاتا ملک بنے باقی
 مشن کہ ہے۔

السائل : بختاور اولہ ماہی، سکس چک سٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الجواب
 ان شاء اللہ تعالیٰ

بہتر متونی کی چاروں ٹرکیاں، جمئی، سہوں، رانی، جہاں، دو سال کی دہ
 میں، دسے بختاور کا باقی یک ہے، سہ جیس میں ہے و اللہ اعلم
 صمدہ نیز ۴ میں ہے حردا اب اسی الاحود مسکنین سے تے ہر چہ
 تصحیح ہوگی حسب ذیل :

بہتر متونی مسکن زمین تصحیح از چہ

جمئی رانی سہوں جہاں بختاور برابر حقیقی

$\frac{1}{4}$ $\frac{1}{4}$ $\frac{1}{4}$ $\frac{1}{4}$ $\frac{1}{4}$

مسلمان مرزہ شاہ بیگ کریم طو ریز محروم میں اور مسماۃ جہاں ٹرکی جوت ہوگی

اس کے ورث اس کا خاوند اور لڑکا میں خاوند کا اپنی بیوی مسماۃ جمئی کے ترکہ سے ہے
 ترکہ کے ۲ حصے میں دو جو ٹرکیاں عاقدہ الغدینا حصہ طور ضا و رحمت سے کریں تو ہر ٹرکی

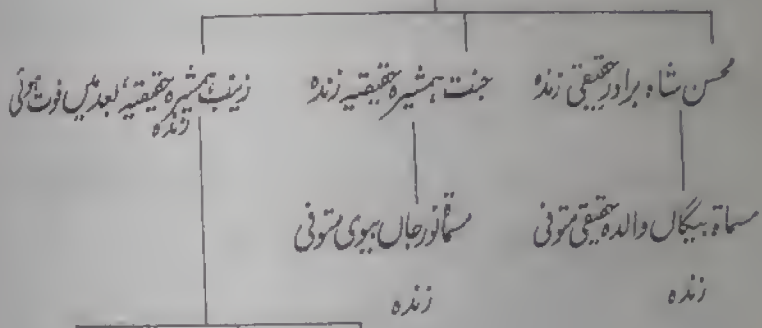
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالیٰ علی حبیبہ
والہ وصحبہ وسلم۔

عنہ العقیبہ ابو الحیثم محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ سنی عبدالخالق شاہ
فوت ہوا، وراثت حسب ذیل میں :

متوفی عبدالخالق شاہ

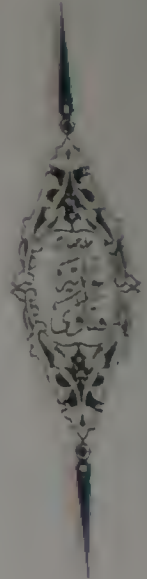


منظہ علی لڑکا النور بی بی حسنی بی لڑکی

اسئل : محسن شاہ موضع ڈولہ وال ضلع منٹگری

نوٹ : سائل کی زبانی معلوم ہوا کہ سماۃ زینب کا خاوند مسیحی محمد نواز بھی

موجود ہے۔



والدہ کا $\frac{1}{4}$ بیوی کا $\frac{1}{4}$ باقی بھائی اور بہنوں کا، دوسرے بھائی کے اور ایک
 بہنوں کا، مسئلہ ۱۲ سے اور تصحیح ۲۸ سے ہوگی حسب ذیل :

عبدالخالق مسئلہ ۱۲ تصحیح ۲۸

بیچیاں والدہ نور بھائی بیوی محسن شاہ برادر جنت بشیر زینب بشیر

$\frac{8}{28}$ $\frac{12}{28}$ $\frac{12}{28}$ $\frac{4}{28}$ $\frac{4}{28}$

بعد ازاں مسماۃ زینب ہمشیرہ کا حصہ اس کے ورثہ میں تقسیم ہوگا، والدہ کا $\frac{1}{4}$ خاوند کا $\frac{1}{4}$
 باقی کا نصف لڑکے کا اور چوتھائی چوتھائی لڑکیوں کی حسب ذیل ہے :

زینب مسئلہ ۱۲ تصحیح ۲۸

مسماۃ بیچیاں والدہ محمد نواز خاوند منظر علی لکھا انور بی بی لڑکی حسنی بی بی لڑکی

$\frac{8}{28}$ $\frac{12}{28}$ $\frac{12}{28}$ $\frac{4}{28}$ $\frac{4}{28}$

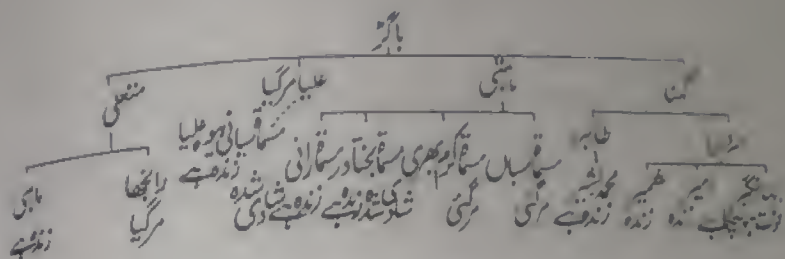
واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ وآلہ

وصحبہ وبارک وسلم۔

ضوہ الغفران بحیرہ نور الشانعی غفرلہ

۲۸ سوال المکرم

الاستفہاء



ت : مسماہ سہاں مسماہ کرم بھری دختران ماہی فوت ہو چکی ہیں ، ان کی وراثت کا فتویٰ بنکر
 ماہی کی وراثت پہلے انکی دوسری لڑکیوں کے نام نہیں ہے کیونکہ شادی شدہ تھیں ۔ آپ
 پوری وصاحت کر دیوں کہ مسماہ سہاں ، مسماہ کرم بھری کی وراثت کس کو ملے گی ؟
 زٹ : سائل بانی ظہر کرمی ماہی کی وفات پہلے کئی گنا فوت ہو گیا تھا اور مستے علیا بعد میں فوت ہوا
 اور ایسے ہی مستے متعلی بھی بعد میں فوت ہوا ، نیز بوقت وفات ماہی اس کی بیوی مسماہ جنڈال
 زندہ تھی ورنہ کل جائیداد حسب قانون انگریزی عارضی طور پر اس کے نام انتقال کی گئی
 و جب وہ فوت ہوئی تو عارضی طور مسماہ سہاں اور مسماہ کرم بھری کے نام انتقال ہوا نیز
 مسماہ جنڈال کی چار لڑکیاں زندہ ہیں جو کہ ماہی کی لڑکیاں مندرجہ بالا ہیں اور کچھ رقم جنڈال
 کے دور کے مصیبت میں اور مسماہ سہاں اور کرم بھری شادی سے پہلے ہی فوت ہو گئیں
 اور اس وقت ان کے چچا زاد بھائیوں سے رائجھا اور ماہی ہی زندہ تھے ، سر دار اور
 طاہر پہلے فوت ہو چکے تھے اور ایسے ہی علیا اور متعلی چچے تھے ۔

سائل : امیر ولد سر دار ایک ۵۳ تحصیل دیپال پور ضلع مظفر گری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الجواب
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي ثَوْبًا وَاصْبًا

انگریزی دور میں مستورات کے نام انتخابات عموماً محض باطنی محسوسات تک ہوا کرتے تھے اور اصل ستم و بازگشت عصبیت ہی ہوا کرتے تھے۔ یہ ستم میں یہ ضروری ہے کہ مورث کی وفات کے وقت جو لوگ شرعاً ستمی رشتہ میں تقسیم کر دی جائے اور جو ان میں سے فوت ہو گئے ان کے حصے ان کے اولاد میں تقسیم کر دیے جائیں تو ستمی ماہی کے وفات کے وقت اس کے وارث حسب ذیل میں بیان سائل کے لحاظ سے بمسیان علیا، متعلیٰ برادران مسامت جنڈاں، بمسیات مسباں، کریم بھری بختاورد، رانی، دختران، شہر عا جنڈاں کا $\frac{1}{8}$ حصہ اور لڑکیوں کا $\frac{1}{2}$ باقی کل مسنیان مسباں بھری برادران، یہ مسئلہ چوبیس سے آٹھ اور تیس سے بڑی حسب ذیل

ماہی مسئلہ از ۲۴ تصبیح از ۲۸

جنڈاں بیوی سباں دختر کریم بھری دختر بختاورد دختر رانی دختر مسباں متعلیٰ برادر

$\frac{6}{28}$ $\frac{1}{28}$ $\frac{1}{28}$ $\frac{1}{28}$ $\frac{1}{28}$ $\frac{1}{28}$ $\frac{1}{28}$

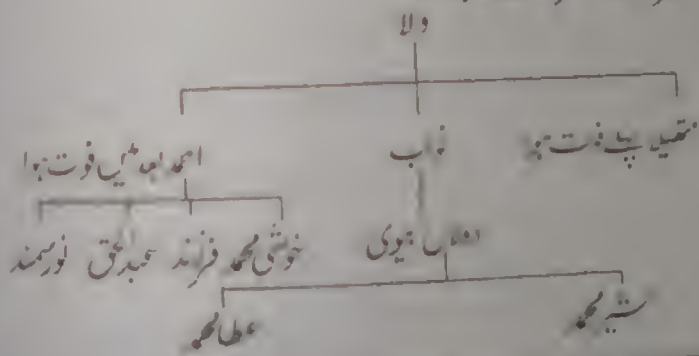
اب جبکہ مسامہ سباں اور کریم بھری فوت ہو چکی ہیں تو ان کے خاں اپنے حصے حسب تقسیم مندرجہ بالا اور جو کچھ انہیں شرعاً اپنی والدہ جنڈاں کی جائیداد سے ملے اس مجموعے کے وارث ان کی دو بہنیں بختاورد، رانی اور چچا راجاں، بھائی، بھائی، بھائی، بھائی

۱۲ اور بجائیوں کا ۱۲ سیدھے آئے گاتو ۲۲ بخاور بہن کے اور ۲ رانی بہن کے
۱۲ رانجھا بچا زاد کا اور ۱۲ مابی بچا زاد کا کہ فی شرح وغیرہ
واللہ تعالیٰ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ ووصفہ
والہ وارت و سلمہ

عنه الفقير البواكخير محمد نور الله العيسى غفرله

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین باندہ یہ مسئلہ کہ مستے نوب فوت ہوا
ایک بھائی مستے محمد و بیوی مسعود دوں چھوڑ گیا۔ شوگر بڑی قانون کے مطابق کل جائیداد محمد و بیوی
کے نام ساری طور پر انتقال کی گئی۔ بعد ازاں دو لاں فوت ہو گئی اور دو لاکھ کے شیر محمد و بیوی محمد
چھوڑ گئی تو کیا احمد نہ کہہ کہ اس جائیداد سے جو عارضی طور پر دو لاں کے نام تھے کچھ ملے گا یا
نہیں؟ شجر و نسب حسب ذیل ہے :



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الجواب
 اللهم اجعل لي ابو و اصبوب

فرما دیا یعنی کافر ہم حقیقاً باقی ہیں احمد کا سبب تو فوت ہو گیا
 کے بعد اس کے وارث دونوں بڑے کفر میں ہیں اور وہی ہم احمد کے سبب ہیں
 باقی احمد کا حق ہے اس کو ملے گا یہ سیدھا راستہ آئے گا۔ عرب میں کہا
 فی سراجہ

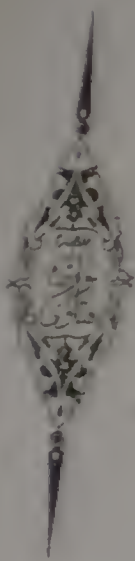
ناب سلسلہ زم

تساؤد و دلائل بیوی	میں سے محمد پرورد
$\frac{1}{4}$	$\frac{3}{4}$

والله تعالیٰ اعلم و صلوات اللہ علیہ
 و صحبہ و بارئ و سلم
 مرقہ غفرۃ ابو الخیر محمد بن محمد بن سیدی محمد

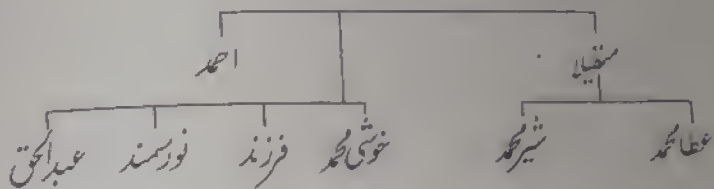
الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، مفتیان شرع متین، اندر ہی اندر کہ سب سے فورا

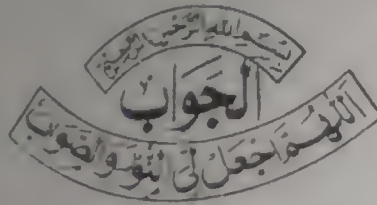


کے تین بڑے تھے: مسیان، متھیل، نواب۔ احمد سماءہ دولہاں متھیل کے گھر آباد تھی جن کے بطن سے
 دولہ کے مسیان شیر محمد، عطا محمد تھے بعد میں متھیل فوت ہو گیا اور سماءہ دولہاں نے نواب کے
 نکاح ثانی کر لیا مگر نواب بعد فوت ہو گیا۔ نواب کی زمین سماءہ دولہاں کے نام انتقال ہو گئی
 اب سماءہ دولہاں بھی فوت ہو گئی اس کے فوت ہونے کے وقت احمد زندہ تھا۔ تین ماہ بعد
 احمد بھی فوت ہو گیا جس کے چار لڑکے مسیان، خوشی محمد، فرزند، عبدالحق، نور مسند ہیں۔ زمین
 جو نواب کے حصہ کی سماءہ دولہاں کے نام تھی اب کس کس کو ملے گی۔ شجرہ نسب ذیل ہے

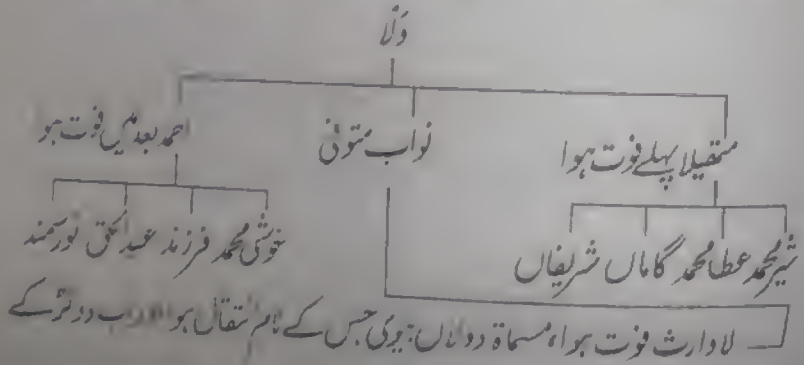
درآ



یہ خیال رہے کہ سماءہ دولہاں پہلے متھیل کی بیوی تھی جس کے بطن سے شیر محمد،
 عطا محمد ہیں۔ ان کی پیدائش کے بعد متھیل فوت ہو گیا اور سماءہ دولہاں نے نکاح ثانی نواب کے
 کر لیا۔ نواب کے فوت ہونے پر نواب کی ملکیت سماءہ دولہاں کے نام منتقل ہو گئی۔
 اب سماءہ دولہاں بھی فوت ہو گئی ہے۔ اس کی فوتیگی کے وقت احمد زندہ تھا
 اور متھیل کے شیر محمد، عطا محمد بھی زندہ ہیں مگر انتقال ابھی درج نہ ہوا تھا کہ احمد بھی فوت ہو گیا
 مگر یہ فتویٰ اب احمد کو زندہ تصور کر کے لکھا جائے گا کیونکہ وہ بعد فوت ہوا مگر عرض آنکہ مسیان، متھیل
 اور نواب ہندوستان میں انقلاب سے پہلے فوت ہو گئے جس کی وجہ سے نواب احمد کے نام منتقل ہو گیا
 سماءہ دولہاں اور احمد پاکستان میں فوت ہوئے ہیں۔ دولہاں کو چھ ماہ اور احمد کو فوت ہوتے



انگریزی دور کے انقلابات بیوگان کے نامخص عارضی تھے۔ ان کے حق یادداشت کے بعد مصائب بازگشت ہی مالک قابض قرار پاتے تھے۔ نابز عید وہاں کے نام بھی حدیث مصنی عارضی تھا تو آب و فوات دولہاں سے انتقال ٹوٹ گیا اور شرماس کا جو حصہ دینی تھا وہ اس کے دونوں لڑکوں ستمیان شیر محمد، عطا محمد، پسرین متھیل کو ملے۔ کامگر اس حیثیت سے نہیں کہ متھیل کے لڑکے ہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ دولہاں کے لڑکے اور وارث ہیں کہ متھیل کا نواب کی وراثت میں قطعاً کوئی حق نہیں جو اس کے لڑکے اس کے وارث بن کر ہیں وہ تو پہلے ہی فوت ہو چکا تھا، قبر میں پڑا ہوا وارث بن گیا؟ اور دولہاں کا شرعی حصہ فوت تھا حصہ ہے، باقی سب احمد کا ہے جو اس کے وارث ہیں گے، شجر حسب ذیل ہے:



چھوڑ کر فوت ہوئی جو تھیلہ سے میں شیر محمد عطا محمد اور بہر دو لڑکیاں گاماں شریفاں
مسئلہ چار سے آئے گا :

نواب مسئلہ از ۴

مسئلہ احمد برادر	مسماۃ دولال بیوی
$\frac{3}{4}$	$\frac{1}{4}$

اور جب دولال فوت ہوئی تو دولال کا اصلی حق $\frac{1}{4}$ اس کے دونوں لڑکے شیر محمد عطا محمد لیں گے۔
اب جب احمد بھی فوت ہو چکا تو اس کے $\frac{3}{4}$ اس کے وارث چاروں لڑکے اور دوسرے
مقتدر بیوی اور لڑکیاں حسب دستور شرع لیں گے کذا فی السراجیۃ وغیرہا۔
نوٹ : اس جواب کی تحریر کے بعد مسئلہ نے زبانی بتایا کہ مسماۃ دولال کی دو لڑکیاں
گاماں شریفاں تھیلہ کی پشت سے ہیں، تو مسماۃ دولال کے وارث اس کے دو لڑکے
شیر محمد عطا محمد اور دو لڑکیاں گاماں شریفاں ہیں۔

یہ مسئلہ چھ سے آئے گا، حسب ذیل :

دولال مسئلہ از ۶

شیر محمد	عطا محمد لڑکے	گاماں	شریفاں لڑکیاں
$\frac{2}{6}$	$\frac{2}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$

دولال کے اصلی حق $\frac{1}{6}$ کے چھ حصے بنا کر تقسیم کی جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ

والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

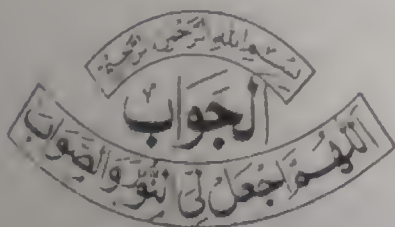
مذہب الفقیر البرا کثیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین، اندر یہ مسئلہ کہ جس
جیل خاں عرصہ تقریباً ۳۵ سال ہوتے فوت ہو گیا۔ اس کی دو بیویاں تھیں۔ ہر ایک
ایک بیوی مسماۃ جوانی جس سے دو لڑکے مسماۃ عبیدل و کبریاں پیدا ہوئے۔ بی بی جوانی
کی حین حیات میں ہی فوت ہو گئی اور دوسری بیوی مسماۃ حیات بانو سے تین لڑکیاں
مسماۃ دراراں و فتح بی بی و نجاشی تھیں۔ سبھی جیل خاں کے برادر لڑکوں سے فوت ہوئے۔ جبکہ بعد ہی
سوتیلی والدہ مسماۃ حیات بانو کو اپنے باپ کی کل جائیداد کا $\frac{1}{4}$ حصہ بطور معاش کے دے دیا اور
کل جائیداد کے $\frac{1}{4}$ حصہ کا انتقال بھی مسماۃ حیات بانو کے نام ہو گیا۔ اب حیات بانو فوت ہو گئی۔
اس کے دربار میں سے تین لڑکیاں مذکورۃ الصدراں ایک مہائی ہے۔ یہ مسماۃ حیات بانو
کل جائیداد کے $\frac{1}{4}$ حصہ کی شرعاً جائز وارث تھی اور اس کے دربار کو مٹا کر اس حصہ کی حیات
بینو اتوجروا۔

السائل: ہستی محمد علی ندیم خاں ساکن ایام تحصیل پیر پور ضلع مظفر گڑھ

۱۳ اپریل ۱۳۵۴ھ



مسماۃ حیات بانو کا صرف $\frac{1}{4}$ حصہ تھا، باقی لڑکوں اور لڑکیوں میں لکڑیوں میں

حصہ میں قائمی برٹکے کے دو حصے اور ہر ٹرکی کا ایک حصہ اور سدا آٹھ حصے
یعنی کل مال کے آٹھ حصے کر کے تقسیم کیا جاتا ہے حسب ذیل :
جہیں خاں سدا ۸

پوری	ٹرکا	ٹرکا	ٹرکی	ٹرکی	ٹرکی
حیات بانو	محب علی	اکبر خاں	سرداراں	فتح بی بی	بخشاں
$\frac{1}{8}$	$\frac{2}{8}$	$\frac{2}{8}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{8}$

بہر حال حیات بانو کا شرعاً جائز حق صرف آٹھواں حصہ ہی تھا تو وہ آٹھواں حصہ نکال کر
اس کا $\frac{1}{8}$ تینوں ٹرکیوں کا حق ہے اور $\frac{1}{8}$ حیات بانو کے بھائی کا حق ہے اور صوبہ مذکورہ
میں جبکہ کل جائیداد کا $\frac{1}{8}$ حصہ حیات بانو کے نام منتقل ہو چکا ہے تو آٹھواں نکالنے کے بعد جو بچے
وہ صرف تینوں ٹرکیوں کو دے دیا جاتے کہ ان بیچارہوں کا حق تو زیادہ ہے مگر انگریزی دور
میں جو مستقل انتقال ٹرکوں کے نام ہو گئے وہ قانون مال کی رو سے فصیح نہیں کئے جاتے تو
حق وہی ہے جو اوپر تحریر کیا گیا کذا فی السراجیۃ وغیرہا من کتب المذہب
وانہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ
وصحبہ و بارک و سلم :

حقرہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

مال نے بیان کیا کہ جسے ملو کی زمین اولاد نہیں ملتی صرف ایک ٹرکی مسلمان بی بی



اور ایک ہی سہارائی تھی تو مگر نیزیقہ تو ان کے سابق میں تین سہارائی کے ساتھ
منقل ہو گئی اور باز گشت لشکر سالم محرم و سنا بنا۔ یہ سنیں وہ تھوڑی تحقیق مہول ملے ہوئے
ہے مگر بعد ازاں لشکر سالم محرم ہر سہ فوت ہو گئے ہیں اور ۱۰ سالہ زندہ ہیں اس
رانی مذکورہ بالا فوت ہو گئی ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسٹر سالم محرم ہر سہ کے بعد
اور سہارائی سے پہلے فوت ہو گئے ہیں کی و دعوئی جائیداد منتقلہ سالم رانی سے حصہ کے
مستحق ہیں یا نہیں؟

سائل : نور محمد

از علیک اہتر شاہ عداۃ میر سنگھ

۱۵ ذی القعدۃ المبارک ۱۳۶۳ھ



جب وہ جائیداد علو کی ہے اور علو کی وفات کے بعد لشکر سالم محرم زندہ نہیں تھا
حق شرعاً ثابت ہو چکا اور عارضی طور پر ان کے نام منقل نہ ہو تو ان کی وفات کے بعد ان کی اور
نزد بالضرورت حق ہے کہ یہ جائیداد رانی کی نہیں بلکہ علو کی ہے۔ رانی صرف کھدائی حد تک مستحق ہے
ب بھی اس کے عصبے لیں گے اور لڑکی نصف کل جائیداد کی وراثت ہے۔ وہی شرعاً مرد ہیں
تیل کا حق ہے۔ مسئلہ اٹھ سے آئے گا

پسران چیل لشکر و غیرہ چچا زاد بھائی	لڑکی سلطانہ	رانی بیوی
$\frac{3}{8}$	$\frac{2}{8}$	$\frac{1}{8}$

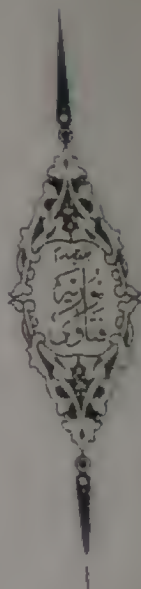
اور جب پسران چیل کا برابر حق ثابت ہو گیا تو ان میں سے جو بھی فوت ہوا، اس کی اولاد وارث رہتی رہے گی و من ادعی الخلاف فعلیہ البیان۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علیہ جبل مجدہ اتم و احکم و صل
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و یاربک و سلم۔

حزبہ الفقیر المولانا خیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ سنی صاحب خاں کی تین بیویاں تھیں، ایک بیوی سے ایک لڑکا واحد خاں ہوا اور وہ بیوی فوت ہو گئی اور دوسری بیوی مسماۃ لال بی بی سے فلکاں بی بی لڑکی پیدا ہوئی اور تیسری بیوی مسماۃ نور بی بی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ جب صاحب خاں فوت ہوا تو اس کی جائیداد کا $\frac{1}{8}$ حصہ واحد خاں کے لئے نامزد مقرر ہوا اور $\frac{1}{8}$ حصہ مسماۃ نور بی بی کے نام اور $\frac{1}{8}$ حصہ مسماۃ لال بی بی کے نام مقرر کیا گیا انگریزی قانون کے مطابق اور فلکاں بی بی لڑکی کو کچھ نہ ملا، بعد ازاں واحد خاں بھی فوت ہو گیا اور اس کا ایک لڑکا ہے۔



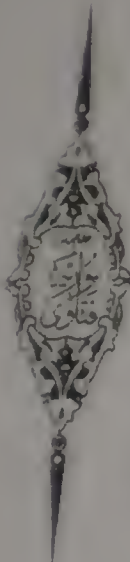
اب دریافت طلب بیمار ہے کہ مسماۃ لال بی بی اور نورسین کے فوت ہونے سے
ان کے نام نقل شدہ راضی شریکس کو دی جائے؛ سبب سوجوہ۔
اساتل: محمد خاں ولد شکر خاں حیدر لکھنؤ مکان

ہر ذی الحجۃ المبارک ۱۲۳۵ھ



چونکہ لال بی بی، نورسین بیوگان صاحب خاں کے نام ۲ راضی محض بطور گوارہ
انگریزی دور میں منتقل کی گئی تھی اور ان کے قانون کے مطابق بیوگان کی فوتیگی کے بعد باگتوں
یعنی صاحب خاں کے ورثہ کو بھی ملنی تھی لہذا یوں تصور کرنا چاہئے کہ صاحب خاں اب فوت
ہوا ہے اور اس کے ورثہ ایک لڑکا واحد خاں، ایک لڑکی فلکاں بی بی اور دو بیویاں مسماۃ
لال بی بی، نورسین ہیں تو شرعاً دونوں بیویوں کا حق ۱/۸ اور باقی ۷/۸ سے دو حصے بڑے کے ایک
لڑکی کا ہے تو یہ مسئلہ اٹھ سے آیا اور تصحیح ۸ سے ہوگی کہ بلا تقسیم ہو سکے ہنگاماً،
صاحب خاں مسئلہ از تصحیح ۸

لال بی بی بیوی نورسین بیوی واحد خاں لڑکا فلکاں بی بی لڑکی
 $\frac{3}{38}$ $\frac{3}{38}$ $\frac{28}{38}$ $\frac{12}{38}$



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْجَوَابُ
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْيُسْرَ وَالصَّوَابَ

مسماة نوراں کے نام کل اراضی کا انتقال محض عارضی بطور گزارہ تھا، وہ منتقل مالک نہیں ہوئی تھی، دراصل اس کا شرعی حق صرف $\frac{1}{16}$ تھا باقی $\frac{15}{16}$ صرف نور محمد برادر حقیقی کا حق ہے جو اب اس کے سپرد کرنا ضروری ہے البتہ نوراں کے اصل حق $\frac{1}{16}$ کے وارث اسکی دو حقیقی بہنیں مسماة سلطان اور راج بی بی اور نور محمد تایا زاد ہیں، $\frac{2}{16}$ بہنوں کے اور $\frac{1}{16}$ تایا زاد کا اصل سلسلہ چار سے آئے گا اور نوراں کے ورثا میں تقسیم کرنے کے لئے بارہ سے آئے گا یعنی علی محمد کی جائیداد کے بارہ حصے مساوی بنائے جائیں جن سے $\frac{9}{16}$ نور محمد کو علی محمد توفیقی کے بھائی ہونے کے لحاظ سے دئے جائیں اور $\frac{1}{16}$ نوراں متوفیہ کے حق سے تایا زاد بھائی کی حیثیت سے تو اس کے کل حصے $\frac{10}{16}$ ہو گئے اور سلطان کا $\frac{1}{16}$ نوراں کے حق سے ہے اور ایسے ہی راج بی بی کا $\frac{1}{16}$ ہے لہذا :

مسماة علی محمد سلسلہ از ۴م پھر میت نوراں سلسلہ از ۳ کل کی تصحیح ۱۲ سے ہے

نور محمد حقیقی بھائی علی محمد کا اور تایا زاد نوراں کا سلطان راج بی بی بزرگوار حقیقی نوراں

$$\frac{1}{16} \quad \frac{1}{16} \quad \frac{1}{16}$$

مسماة راج بی بی میں ہے السبع للواحدة ۷ میں ہے ثمر بالعصبات ۷ میں ہے و الثلثان للامنین ۸ میں ہے فمخرج کل فرض سمیت



مع ۳۰۰ ہیں جہاں کا سبب امایہ صاحب کل النصیحة الی
فی کل الصحیح الاول فالسبلغ معہم المستنیر

دہا خوشی محمد تو وہ نور محمد کی موجودگی کے سبب بالکل محروم ہو جاتا ہے کہ نور محمد
علی محمد متوفی کا بھائی ہے اور بھائی کے ہوتے بھتیجا وارث نہیں ہو سکتا اور اسی طرح سہ ما
نورال کا تایا زاد ہے اور تایا زاد کے ہوتے تایا کا پوتا وارث نہیں ہو سکتا۔ مگر اب میں
میں ہے میں جہاں بقرب الدر جتہ میں، میں ہے والدتی اقرب
فالاقرب تو اس کے نام کل اراضی کا انتقال جائز نہیں بلکہ وہ تو محد و بھی نہیں تو یہ نقل
نہج کر کے نور محمد کے نام کیا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ

و اصحابہ و بارئ وسلم۔

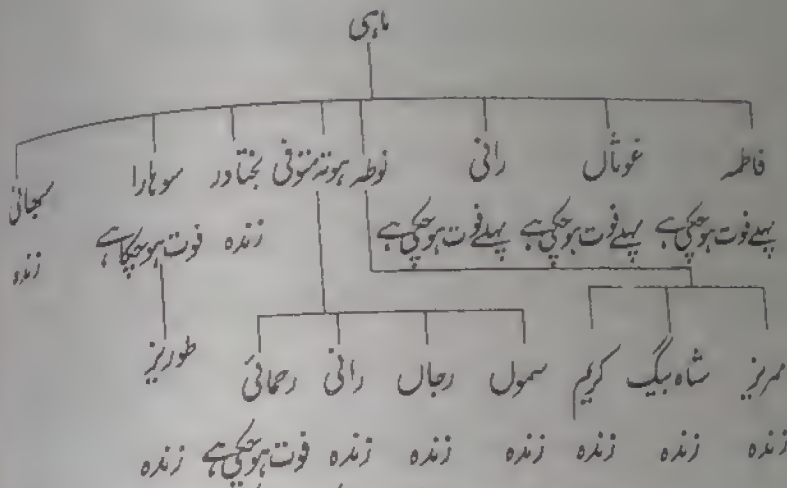
مذہب الغنیہ ابو یوسف محمد نورانی النبی غفرلہ

۲۲ ذی الحجۃ المبارک ۱۳۳۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں نے فوت ہوئے فوت
بعد ازاں اس کی لڑکی مسماۃ رحمانی جو سرزید ولدہ لوطہ کی بیوی تھی فوت ہوئی اس کے پیٹے
سرزید کا لڑکا سوا ہمارا موجود ہے، بعد ازاں مسماۃ بھرو بیوہ فوتہ والدہ رحمانی سے مذکور فوت ہوئی

اور اس کے صرف تین بھائی ستیان بلوچ، سوجا، ششامد اموجود ہیں، شجرہ نسب ہوتے مسہر
ذیل ہے :-



اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ہوتہ کی اراضی کس طرح تقسیم کی جائے؟
صرف چار لڑکیاں ہی مذکورہ بالا اس کی ہیں، کوئی اولاد زیر نہیں۔

سائل : بختاد و شاہ بیگ از چیک پٹی تحصیل بیال پور ضلع مظفری
نشان انگوٹھ شاہ بیگ نشان انگوٹھ بختاد



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب
اللہم اجعل لی التوبہ والصواب

ستہ ہوتہ کے وارث اس کی بیوی بھرہ اور چار لڑکیاں مذکورہ بالا اور بختاد
بجائی اور سجانی نہیں ہیں، نوطہ وغیرہ جو فوت ہو چکے ہیں وہ وارث نہیں بن سکتے اور نہ ہی



ان کی اولاد کا ہوتے کی وراثت میں کوئی حق ہے اور سہ حصے میں سے دو حصے بیوہ
 اٹھواں حصہ اور چار لکھ بیوں کا دو تہائی ہے اور باقی بخت اور بھائی کے درمیان ہے
 بخت اور کے اور تیسرا بھائی کا اور بیچ تقسیم کے لئے جو میں کو تین میں حسب قانون فرض ضرب
 دیگر تین تہائی جاتیں گے اور جب رحمانی فوت ہوئی تو اس کے وارث اس کا لڑکا اور اولاد
 مرزا اور خاوند مرزا اور والدہ بھرو میں والدہ کا چھٹا حصہ اور خاوند کا چوتھا باقی سب
 لڑکے کا ہے اور جب بھرو بھی فوت ہو گئی تو اس کے وارث اس کی تین لڑکیاں سوں
 رجاں رانی مذکورہ بالا اور تین بھائی بلوچ، سو جا، شہاد امیں، دو تہائی تینوں لڑکیوں کے حق ہے
 اور ایک تہائی تینوں بھائیوں کا حق ہے اور چونکہ بھرو کے پاس خاوند کی طرف سے $\frac{9}{42}$ اور
 لڑکی کے حصہ سے $\frac{12}{42}$ جو درحقیقت $\frac{21}{42}$ ہے میں جن کا مجموعہ $\frac{11}{42}$ ہے اور انکی صحیح تقسیم مذکورہ
 لڑکیوں اور بھائیوں میں نہیں ہو سکتی لہذا حسب دستور ۹ کو بہتر میں ضرب دیگر ۶۳۸
 حصے بنا کر صحیح تقسیم کیا جائے گا۔ اب بھرو کے گیارہ حصے مندرجہ بالا ۹۹ ہو گئے پس اس
 سہ مناسبت کی تصحیح صورت حسب ذیل ہے :

بیوہ ولد باہی سہ از ۲۴ تصحیح از ۷۲ آئندہ تصحیح کیلئے حسب قانون ۹ ضرب دیگر کل تصحیح ۶۳۸
 سہ بھرو بیوی سہ لڑکی رجاں لڑکی رانی لڑکی رحمانی لڑکی بخت اور بھائی سبجانی بہن

$$\frac{9}{42} \quad \frac{12}{42} \quad \frac{12}{42} \quad \frac{12}{42} \quad \frac{12}{42} \quad \frac{12}{42}$$

$$\frac{25}{638} \quad \frac{90}{638} \quad \frac{108}{638} \quad \frac{108}{638} \quad \frac{108}{638} \quad \frac{81}{638}$$

بیوہ ولد باہی سہ از ۱۲ مافی الیہ

سہ لڑکی	مرزا خاوند	بھرو والدہ
$\frac{4}{12}$	$\frac{3}{12}$	$\frac{2}{12}$
$\frac{13}{108}$	$\frac{26}{108}$	$\frac{18}{108}$

بھروسہ مسند از ۳ تصحیح از ۹

مافی الہد ۹۹

سولہ لڑکی	رجل لڑکی	رائی لڑکی	بلوچ بھائی	سوجا بھائی	شہاد بھائی
$\frac{2}{9}$	$\frac{2}{9}$	$\frac{2}{9}$	$\frac{1}{9}$	$\frac{1}{9}$	$\frac{1}{9}$
$\frac{22}{99}$	$\frac{22}{99}$	$\frac{22}{99}$	$\frac{1}{99}$	$\frac{1}{99}$	$\frac{1}{99}$

سولہ	رجل	رائی	بھٹادر	سجانی	مرزب	سولارا	بلوچ	سوجا	شہاد
ازد	ازد	ازد	ازد	ازد	ازد	ازد	ازد	ازد	ازد
۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸
۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲
۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰

دستہ محافل علم

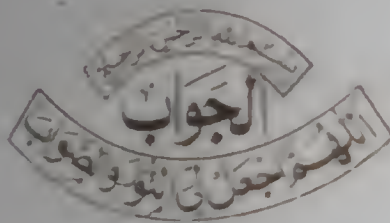
مفتیہ الفقیر ابو الجبر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

الاستفتاء

ولیا ولہ بایست موتی کو فوت ہوتے تین چار سال گزر چکے ہیں ولیا مذکور نے اپنی وفات کے بعد چار لڑکیاں اور ایک لڑکا محمود باقی چھوڑا اور جب ولیا مذکور کی وراثت کا انتقال ہونے لگا، لڑکیوں کو حقوق وراثت دینے کے لئے بلایا گیا تو انہوں نے عدالت کے سامنے بیان علف کیا کہ ہم اپنی محسوس وراثت اپنے بھائی محمود کو دینا چاہتی ہیں۔

اس کے بعد الت نے فیصلہ کیا اور محمود کے نام پر وراثت کا حقد تقسیم کر دیا۔ اب سب سے
 متوفی محمود بھی فوت ہو گیا ہے اور اس کو کوئی بڑھاپا نہیں رہا۔ اب باقی نہیں ہے۔ اب سب سے
 باقی اس کے ایک بیوی اور چار بہنیں ہیں۔ ایک حقیقی چچا، چچا کی بیوی، چچا کی بیوی
 سوال کیا جاتا ہے کہ اب محمود متوفی کی وراثت کے حقد کون ہیں، کتنے حصہ کے
 حقد ہیں، اتنے بانی جواب سے شکوہ فرما، منہ فرماتیں

ذو اہتمام، لاجل خاں، بیچ بیک، سید، اس کے حقد، سب سے
 تھیں، کچھ، کچھ، کچھ، کچھ



و عیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ

آپ کا جوابی کارڈ مل، جواب سہ لکھا جاتا ہے۔

وہاں کی چار لڑکیاں اپنے حق وراثت سے اپنے بھائی محمود کے حق میں دست بردار ہیں
 تو محمود ہی مالک ہو گیا۔ اب جب محمود لا وند فوت ہو گیا ہے تو وہ نہیں بھی سکتا
 کی حقدار ہیں اور اس کی بیوی اور حقیقی چچا بھی اور چچا زاد بھائی محمود میں چاروں بہنیں
 وہ تہائی ترکہ کی حقدار ہیں اقرآن کریم سورۃ النساء اور بیوی جو تھاں ل۔ قرآن کریم
 اور باقی سب حقیقی چچا کا ہے اقرآن کریم اور حدیث متفق علیہ یہ سہ ماہ سے آگے کا

صورت حسب ذیل ہے :-

محمود مسکرا ۱۲

بیوی	بہن	بہن	بہن	بہن	حقیقی چچا	چچا زاد بھائی
$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$

نوٹ : یہ فتوے کس صورت میں ہے کہ چاروں بہنیں محمود بی کی حقیقی بہنیں یا سب سوتیلی باپ سے ہوں اور اگر بعض حقیقی اور بعض سوتیلی یا کل سوتیلی صرف ماں سے ہیں تو شکم بدل جائے گا دوبارہ سوال کیے دریافت کریں۔

واللہ اعلم بالصواب
صاحب دارالافتاء

مفت محمد رفیع الرحمن صاحب دارالافتاء
۲۸ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ

الاستفتاء

جناب مولانا مولوی صاحب حسب ذیل مسئلہ کا جواب دیکر شکور فرمادیں :-

سوال مسئلہ حسب ذیل ہے :

یہ کہ ولایتی نے اپنے مرنے کے بعد چار لڑکیاں اور ایک لڑکا اور ایک حقیقی بھائی چھ لڑائے اس کی وراثت کے حقدار کون کون ہیں ؟ از روئے شریعت جواب دے کر شکور فرمائیں۔ اس کی بیوی بھی زندہ ہے۔ اس کا جواب علیحدہ دیوں

یہ محمود بنی نے اپنے مرنے کے بعد عاصیجہ و راکب بنی لیب چاہا
 ہے اور اس کی جو چاہنیں میں انہوں نے پتہ بھی اس وراثت سے جو محمود بنی
 ہانی تھی اپنے باپ کی طرف سے حصے چکی ہیں اور محمود بنی کی وراثت
 وراثت ہوتا ہے یہ وراثت جو اب تقسیم ہو رہی ہے محمود بنی کے باپ کے پتے یہ
 سدرجہ ذیل طریقہ سے تقسیم ہوئی ہے کیا یہ عاصیجہ ہے، اس کا جواب شیخ ذیل
 کل وراثت سے بنی کو ۱/۲ حصہ باقی ۱/۲ حصہ محمود بنی کو ہے
 حصہ سکی چاہنوں کو دیا گیا۔ اب محمود بنی کی والدہ کا انتقال ہو گیا ہے انہوں
 کی وراثت کس طرح تقسیم ہوگی وراثت انہوں نے جہ بالا میں چاہنیں و راکب بنی کو
 یک جم محمود کا حقیقی ہے اور اس کے والد کے بھی یہ وراثت میں اس کی وراثت
 سے فوت ہوئی تھی، تقریباً ایک سال بعد وہ سدرجہ کا جواب بھی دینا ہوا تھا
 نہ ہانی و نواز شش ہوں۔

اس میں : ذوق و تہنود



السلام علیکم :-

قبس از بنی محمود کی وراثت کا فتوے آپ ہمیں سے بچے میں مکر پہلے اپنے
 محمود کی والدہ و لیا کی بیوہ کا ذکر ہی نہیں کیا یہ تمہاری سخت غمی پھر دوسری سخت غمی ہے

آپ نے لکھا تھا کہ لڑکیوں کے صفی بیان پر عدالت نے تمام وراثت محمود کے نام منتقل کر دی ہے
 حالانکہ اب لکھا ہے کہ ولیا کی بیوی کو اور لڑکیوں کو بھی حصے دئے گئے ہیں۔ شرعی فتوے
 حاصل کرتے وقت غلط بیانیوں سے کام لینا مناسبت ہی بر اکام ہے اب آپ ہی بتاؤ کہ تھارے
 کس بات کا اعتبار کر کے فتوے دیا جائے؟

ہر ماں جو صورت آپ نے لکھی ہے اگر وہ صحیح ہے اور ولیا کی کوئی اور بیوی یا
 ماں باپ یا دادا دی نانی بھی زندہ نہیں ہے اور محمود اور لڑکیوں کے ماسوا کوئی اور اولاد بھی
 نہیں تھی تو یہ فیصلہ جینی $\frac{1}{8}$ حصہ بیوی اور $\frac{1}{8}$ حصہ سے $\frac{1}{8}$ حصہ محمود کو اور $\frac{1}{8}$ اسکی چاروں بہنوں کو
 دیا جائیگا۔ یہ دست بہ مگر اس کی تقسیم زر روئے قواعد یوں ہوگی کہ ولیا کے ماں کے $\frac{1}{8}$ حصے
 کے جائیں اور حسب ذیل تقسیم ہوں:

ولیا مسند ازہ فیصح از ۴۸

بیوی	محمود	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{8}$

کد فی السراجہ بعد از ان ولیا کی بیوہ اور محمود اور ان چاروں لڑکیوں کی مانت ہوئی
 اور اس کے وراثت بھی ہی تھے یعنی کسی نے کسی اور مرد سے نکاح بھی نہیں کر لیا تھا اور اس کے
 ماں باپ دادا دی نانی نہ فوت تھے ورنہ بی کوئی اور اسکی اولاد تھی پھر اسکے ترکہ تقسیم کرنے سے پہلے
 محمود بھی فوت ہو گیا اور اس کے وراثت صرف ایک بیوی چار تھیں بہنیں اور ایک چچا ہے اور
 دادا دی نانی نہ فوت تھے اور وہ اولاد فوت ہوا تو اب ان ۱۰۰ نوں ماں بیٹا کا ترکہ یوں صحیح طور پر
 تقسیم ہوگا کہ ولیا کی وراثت سے جو $\frac{1}{4}$ حصے اور اسکی ماں کو $\frac{1}{8}$ حصے یہ کل بیسٹ حصے
 ہوتے ہیں ان کے اعتبار سے باقی جائیں اور حسب ذیل دئے جائیں

بہارِ ولایت ۶ حصے اور وسعتِ مکتبہ ۳۴۰۰۰ جلدیں کا مجموعہ ہے۔

محمود کی بیوی بہن بہن بہن

11

من السراج و غيرها

ملوث، محمڈ کا چچا، ریویو صرف محمڈ کے دوست ہیں اور اس کی ساری بات نہیں، محمڈ کی بہنیں ماں اور محمڈ دہائی دونوں کی دوست ہیں یہ سب سنا کر ہوتے

اللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ

صحیح و ناسخ و سیر

محمود الفقیہی ابو یوسف محمد بن عبد اللہ بن علی بن خنیز

۲۷ جمادی الثانی ۱۲۷۷

الاستفتاء

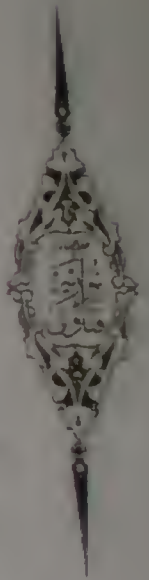
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شریعتین کس مسئلہ میں کہ ایک شخص
 مان محمد نامی جو شجرہ میں فوت ہو چکا ہے اس کی زمین جو اس کو اپنے باب سے بدریغ ورثہ
 ملی تھی وہ یہاں پاکستان میں انہیں مل گئی، اس وقت اس کے مسکنین میں سے برفرنزندہ ہیں
 اس کی بیوی جو اس کے فوت ہونے کے بعد دوسری جگہ شادی کر چکی ہے اس کا کدوا
 جو اس کی وفات کے بعد تین ماہ کو کسی بیوی کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اس کا کدو فوت ہو چکا ہے
 اس کا بھتیجا حقیقی زندہ ہے، اس کی تین بیٹیاں بھی جن سے اس کی فوت ہو چکی ہیں ان کا کدوا

ایک کے تین لڑکے ہیں اور ایک کا ایک لڑکا ہے، باقی ایک بہن خان محمد مذکور کی زندہ بہن یا وارث
 اس کے موجود ہیں۔ شریعت حصہ کے مطابق ان میں جائداد (زمین) کی تقسیم کس طرح ہوگی۔ بیوی کا
 نام فاطمہ درنومولود متوفی لڑکے کا نام عبد العزیز تھا اور حقیقی بھتیجے کا نام قاسم ولد چراغ ہے ورنہ
 بہن کا نام جیو ہے۔

سائل: قاسم ولد چراغ از بہن ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۶۲ء نشان الیگڑ سائل



یہ مسئلہ مناسخ ہے۔ خان محمد میت کا مسئلہ آٹھ سے ہے۔ آٹھواں حصہ بہن فاطمہ کا
 اور باقی سات عبد العزیز نومولود کے ہیں اور خان محمد کی وراثت سے حقیقی بھتیجے قاسم اور بہن
 جیو اور دو متوفیہ بہنوں کی اولاد کو کچھ نہ ملے گا۔ پھر عبد العزیز کا مسئلہ تین سے آئے گا یعنی کو
 اپنے باپ کی وراثت سے جو سات حصے آئے ہیں ان کا تیسرا حصہ اسکی ماں فاطمہ کا ہے اور
 باقی دو حصے قاسم چچا زاد بھائی کے ہیں اور جیو بھوپھی اور دوسری دو بھوپھیوں کی اولاد کو کچھ نہ ملے گا
 اور چھ سات تین پر تقسیم نہیں ہو سکتے تو حسب القواعد تین سے کو خان محمد کے مسئلہ کے آٹھویں
 حسب دسے کر چوبیس ہاں جاہیں گے تو ان چوبیس سے آٹھواں حصہ تین ذلہ کو خان محمد
 خانہ کی وراثت سے ملیں گے اور اکیس حصے باقی عبد العزیز کو، پھر ان کیس سے تیسرا حصہ
 سات فاطمہ کو باپ لڑکے کی وراثت کے ملیں گے اور باقی چودہ قاسم چچا زاد کو بوجہ مصب



ہوئے کے ملیں گے تو خان محمد کی جائداد کے چوبیس حصوں سے کس حصہ فارسی کے
 اور چودہ قاسم کے حسب تفصیل مندرجہ بالا ہیں :
 ہکدا

خان محمد مسد از ۱۲۲۰		
فاطمہ بی	عبدالغزیز شاہ	قاسم بیروغیہ
$\frac{3}{24}$	$\frac{21}{24}$	
عبدالغزیز مسد از ۳۳ فی لیہ زام		
فاطمہ بی	قاسم چپاز او بجائی	چیمو بیروغیہ
$\frac{4}{21}$	$\frac{17}{21}$	
الاحد		
فاطمہ	قاسم	چیمو بیروغیہ
$\frac{11}{24}$	$\frac{13}{24}$	

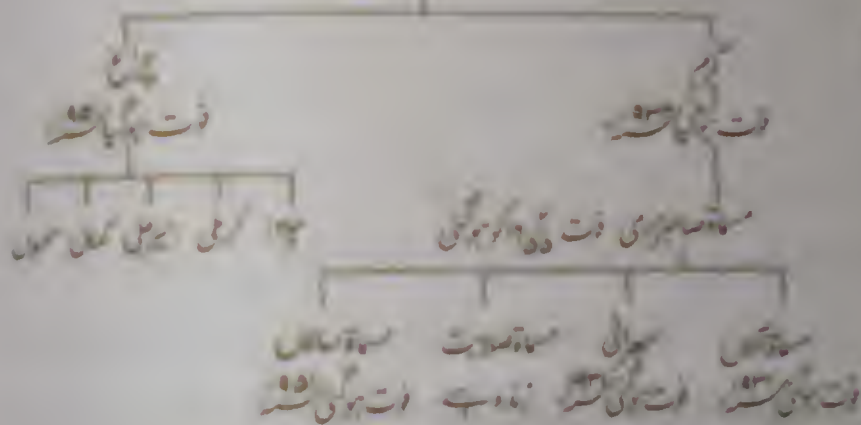
مرجیس میں ہے والنس مع الولد میں ہے وھم بعد
 صاف جزء المیت : ان قال : الاقرب والاقرب : میں ہے
 و سوا العمل والعدالت کلام یسقطون : میں ہے و حرہ
 حدہ میں ہے و ان کال سببہ مباہلہ و ضرب کال الصحیح
 شافی کل الصحیح الاول والنسب مع مخرج المستبر
 و اللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ

مولا الفقیہ ابو الحیر محمد زکریا العینی رحمہ اللہ
۲۰۰۰ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

الاستفتاء

شجرہ نسب

نہیت



ب معنی کرم فت ہما قاس کی تمام زین ہستاق اس کی بی بی مسماہ صاحبہ کی
کے ہم چہرہ گدہ ہما قاس مسماہ صاحبہ کی بی بی ہما قاس کی بی بی ہما قاس کی بی بی ہما قاس کی
نقص ہے اب یہ سن کہ میں تمہیں ہوں۔

عالمی، کوئی سکھ نہ ہو، ایسے ہر جہاں ملے گا

تو سمیت کل مال سے پہلے قرضہ پر اکیا جائے گا اور جو بچے وہ وارثوں کا ہے اور ایسے ہی تجزیہ تکفین اور وصیت حسب دستور شرع پہلے پورے کئے جاتے ہیں، بعد میں وارث اپنے حق لیتے ہیں، سراجیہ وغیرہ۔

واللہ تعالیٰ علیم وعلیم جل مجدہ اتم و احکم و صلی
للہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مفت ابو الحجاز محمد نور الشانعی غفرلہ
۲ شعبان المعظم ۱۳۷۲ھ

نوٹ، سائل کہتے ہیں کہ مانا، بھانا دو بھائی تھے، بھانا پہلے فوت ہو گیا اور اس کی دو لڑکیاں اور کل جائداد انگریزی قانون کے تحت مانا کے نام منتقل ہو گئی، اب مانا کی جائداد سے ان لڑکیوں کو کچھ ملتا ہے یا نہیں؟
تو شرعاً جواب واضح ہے کہ بھانا کی لڑکیاں بھانا کی دو بہنائی جائداد کی وارث ہیں اور مانا کی ذاتی جائداد کی وارث نہیں۔

ابو الحجاز محمد نور الشانعی غفرلہ
۲ شعبان المعظم ۱۳۷۲ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس صورت کہ سنی بھانا فوت ہوا اور اس وقت اس کا ایک لڑکا سنی اکبر اور دو لڑکیاں عیجاں اور ہا بھیاں اور ایک بھائی مانا ہوئے

تو نگریزی دستور کے مطابق زمین لڑکے کبر کے نام منتقل ہوئی۔ بعد ازاں کبر بھائی فوت ہو گیا اور زمین ہا پچاں کنواری کے نام منتقل ہوئی۔ بعد ازاں ہا پچاں کی شادی توں اور زمین ہا نام ہو گئی، پھر مانا فوت ہوا اور چونکہ اس کا کوئی لڑکا نہیں تھا، وہ ایک بیوی بچھا، اور زمین ہا پچاں عقیں تو زمین بچھا ور کے نام منتقل ہوئی۔ اب بچھا ور فوت ہوئی ہے تو زراعت شہر شریف عیجاں اور ہا پچاں دختر ان بھانا کا کوئی حق ہے تو تفصیل اربتیا جاسے۔ بینہ توجرو
ساتھ: عیجاں بنت بھانا از ویرہ والتھیل دیال پر ضلع منٹری ۲ شعبہ بن بھارت



اگر سوال صحیح اور واقعی ہے تو بھانا کی زمین کے وارث کبر لڑکا، عیجاں اور ہا پچاں لڑکیاں ہی وارث تھے اور مانا کا اس میں کوئی حق نہیں تھا۔ قرآن کریم میں ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم لذلک رحمۃ لایستغیر سے
دو عہد کبر کے اور ایک ایک عیجاں اور ہا پچاں کا تھا اور جب کبر بھی کنواری فوت ہو گیا تو اس کے ہا توارث اسکی دو بہنیں عیجاں اور ہا پچاں اور ایک بچھا مانا تھے۔ بہنوں کی دو تہائی اور باقی تیسری تہائی مانا بچھا کی، قرآن کریم میں ہے وارث امر وہدھت لہ ولد وولدہ اخت فہا نصف ما ترک وھو برئہ ان لم یکن لہ

و لہذا کانت الثنتین فلمہما الثلثان مما سترک اور حدیث شریف میں ہے
 فمما ابقتہ الفرائض فلا فی رجل ذکر - استدک ۴۴ ص ۸۳، کنز العمال ج ۱ ص ۱۳
 یہ مسئلہ اکبر تین سے ہے، سب کا ایک ایک حصہ بنا اور چونکہ پہلے مسئلہ سے
 اکبر کے دو حصے تھے اور دو تین پر تقسیم نہیں ہو سکتے تو حسب القواعد تین کو چار میں ضرب دیں
 بارہ بنائے جائیں گے یعنی بھانا کے ترکہ (زمین) کے بارہ حصے برابر بنائے جائیں گے جن سے
 عیجاں اور ہاچیاں کو تین تین حصے بھانا باپ کے ترکہ سے آئیں گے اور دو حصے اکبر بھائی
 کے ترکہ سے تو ان کے مجموعی طور پر پانچ پانچ حصے بن گئے اور مانا کا حق اپنے بھتیجے اکبر کے
 ترکہ سے صرف دو حصے تھے حسب ذیل (یہ مسئلہ مناسخ ہے)۔

یہ بھانا مسئلہ از ۴ اور بوجہ وفات اکبر مناسخ ہوا تو تصحیح از ۱۲

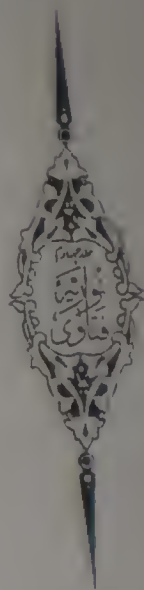
عیجاں	ہاچیاں	مانا
۵	۵	۲
۱۴	۱۴	۱۲

سراجیہ وغیرہ۔

رہا تخریزی و ستور سے اکبر، ہاچیاں، مانا، بختا ور کے نام تمام زمین کا بالتسریع انتقال
 تو وہ محض ظلم اور غصب تھا اور جب یکے بعد دیگرے وہ سب فوت ہو چکے ہیں اور عیجاں اور
 ہاچیاں جائز مٹھدار اور وارث زندہ ہیں تو بھانا کی اراضی کے برابر برابر بارہ حصوں سے کس حصے
 حسب تفصیل مندرجہ بالا ان کے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ
 واصحابہ وبارک وسلم۔

نوٹ: قبل ازیں دوسرے فریق نے صرف مانا کے ترکہ کا سوال کیا اور جب شرعی جواب
 لکھا گیا تو بھانا کی لڑکیوں کا ذکر کیا اور لڑکے اکبر کا ذکر کیا بلکہ ظاہر یہ کیا کہ اور کوئی وارث نہیں تھا



تو نوٹ کی صورت میں یہ لکھا گیا کہ بھانا کی لڑکیاں بھانا کی جائداد سے روٹیاں کھاتے ہیں۔
اب اس سائنہ نے ظاہر کیا کہ بھانا کا لڑکا بھی تھا تو اس صورت میں حسب تفصیل مندرجہ بالا کا من
بڑھ گیا۔ ایسے مسائل میں سائل بعض دفعہ ایر پھیر سے مفاد حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن
بھارا کا فرض ہے کہ خوب غور سے کام لیں۔

ضدہ الفقیر ابو الخیر محمد زوالہ الداعی غفرلہ
مہر شعبان معطرہ شہد

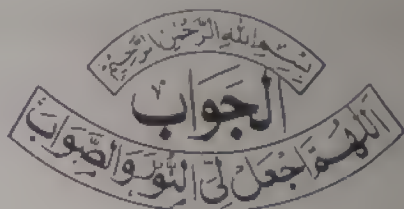
الاستفتاء

واضح رائے تشریف ہو کہ مسٹے نیاز احمد کی وفات کے بعد جب چھ مہینے گزرے تو
اس کی بنت امیراں فوت ہو گئی، اب بغیر لڑکی کے اس کے پانچ وارث موجود ہیں، ایک بھائی سردار
اور دو بہنیں ایک نظراں دوسری سرداراں، ایک عورت الہی سین اور ایک والدہ مہر۔ ترکہ
کیسے تقسیم کیا جائے؟ بتینوا تو جبراً۔

مستوفی نیاز احمد لدیل

ایت
اخخت اخت بنت زوجہ والدہ
مردار سردار نظراں امیراں الہی سین مہراں
پدری پدری پدری

اس کی تسبیح کے لئے محمد حیات ولد بالا قوم بہار حصہ دار قائم کے بہار
محمد حیات بقلم خود مستفی، محمد اسماعیل بقلم خود



متوفی نیاز احمد کی لڑکی امیراں کا حصہ نصف اور والدہ مہراں کا چھٹا حصہ وراثت الہی میں
کا آٹھواں، باقی سب سردار امجدانی اور سرداراں نظر ان بہنوں کا ہے۔ حسب قواعد یہ مسئلہ ۱۲ سے
اسکا اور تصحیح ۹۶ سے ہوگی ہکذا:

نیاز احمد مسئلہ از ۲۲ تصحیح از ۹۶

لڑکی امیراں والدہ مہراں زوجہ الہی میں برادر سرداراں بہن سرداراں نظر اس

۴۸ ۱۶ ۱۲ ۱۰ ۵ ۵

پھر جب امیراں فوت ہوئی تو اس کے وارث صرف اسکی ماں الہی میں اور چچا سرداراں بہن ماں کا
تیرہ حصہ باقی سب چچا کا۔ اس کا مسئلہ ۲ سے ہی صحیح ہے ہکذا:

امیراں مسئلہ از ۳

والدہ الہی میں چچا سرداراں

درچونکہ میراں کا کل مال ۴۸ حصہ ہے تو اس کا قیر احمد ۱۸ حصہ اور چوبیس حصہ دوسرے حصہ
 مال کے کل حصے مع سابقہ ۲۸ حصے اور سزا کے مع سابقہ ۴۲ حصے تو اب ہمیں کی زیادت
 نیاز احمد ۹۶ حصے مع انسوخ

یت والدہ مہراں بیوی الہی سین بھائی سزا بہن سزا سزا

۱۶ ۲۸ ۴۲ ۵ ۵

کذا فی السراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم و حکم و صل

اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

مترجم الفقیر البرکات محمد نور علی غفرلہ

۱۶ جمادی الاول ۱۳۵۰

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ جس شخص نے فوت ہو

اس کے فوت ہونے کے وقت اس کی والدہ مسماۃ ساماں ایک بیوی مسماۃ کرم بھری، ایک لڑکے مسماۃ خورشید، تین حقیقی بہنیں مسماۃ مریم، سلوں، جنت موجود تھیں اور اس کا کوئی لڑکا اور بھائی نہیں ور بعد از چھ ماہ اس کی والدہ ساماں بھی فوت ہو گئی، اب اس کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے اس پر کوئی قرض نہیں اور نہ ہی اس نے کوئی وصیت کی ہے۔

نوٹ: مسماۃ ساماں کے حقیقی بھتیجے اور تین لڑکیاں جنت وغیرہ موجود ہیں۔
مستفتی: سسٹے علاول بھٹہ

ساکن رشتہ کھنہ نزد دیپال پور



اگر سوال صحیح ہے تو سسٹے شیخ محمد کے کفن و دفن سے بچے ہوئے کل ترکہ کا چھٹا حصہ والدہ کا ہے اور اٹھواں حصہ بیوی کا اور آدھا لڑکی کا باقی سب تین بہنوں کا ہے حسب القواعد (اصل مسئلہ ۲۴ سے اور تصحیح ۲ سے ہے یعنی کل ترکہ کے ۲ حصے برابر بنا کر حسب تفصیل ذیل دے جائیں)

شیخ محمد مسد زمامت ۷۲

والدہ ساماں بیوی کرم بھری لڑکی خورشید بہن مریم بہن سوں بہن جنت

$\frac{12}{42}$ $\frac{9}{42}$ $\frac{36}{42}$ $\frac{5}{42}$ $\frac{5}{42}$ $\frac{5}{42}$

پہر جب سماء ساماں والدہ فوت ہوئی تو اس کے کفن فن وغیرہ سے بچے ہوئے گل بزم کی
دو تہائی حصے اس کی تینوں لڑکیوں کے میں اور باقی تیسرا حصہ بھتیجیوں کا ہے۔ سر بہیہ میں ہے
السدس مع الولد، والضمن مع الولد، النصف للوحدة، ولبن لساؤ
مع البنات، والثلثان للثنتين فصاعدا، ثم بنوهم۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ تتم و حکم و صلی اللہ

تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسمہ۔

حضرت انصاریہ ابوالکیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہ

دار جمادی الاخریٰ ۱۳۵۰

یہ اہل سکتین سے آئے گا۔

ساماں مسد زمامت

بھتیجی

۳ لڑکیاں

اور اس کی تعجب اس لئے نہیں کی گئی کہ بھتیجیوں کی تعداد کم کر نہیں۔

الاستقاء

مورث علی صابہ خاں

ست بھرائی

دو بیویاں

دل بی بی

سمند خاں
ممن خاں
مطابق رواج نصف حصہ کے مالک

شرعی خاں
موسیٰ خاں
مرد خاں
ما بھی خاں
مولہ

لڑکا احمد خاں
لڑکی مائی خاں

احمد خاں کی دو بیویاں

روشن بی بی صاحبزادی

لڑکا محمد امین لڑکیاں فجاں بی بی جاس بی بی

رشتہ احمد محمد امین خاں یعنی نصف نصف حصہ مائی صاحبزادی موسیٰ اللہ بموجب رواج
چونکہ فوت ہوئے

رشتہ برفوتیہ کی محمد خاں روشن بی بی اور محمد امین خاں کی مائی صاحبہ کے نام
چھٹا حصہ

مائی صاحبہ یعنی محمد امین کی مائی کی فوتیہ کی بیوی روشن بی بی اور مائی صاحبزادی موسیٰ اللہ کے نام

روشن بی بی کی فوتیہ کی پر کلہم حصہ مائی صاحبزادی کے نام

تین بیویاں

مائی اللہ جوانی مائی بھرائی

انور خاں مرحوم سجاد خاں

پرسن محمد بن سرور خاں علاؤ خاں
مرحوم مرحوم زندہ

ایک لڑکی مائی روشن بی بی والدہ محمد امین خاں مرحوم

فوت ہوئے خاں احمد خاں موسیٰ خاں
فوت ہوئے خاں احمد خاں موسیٰ خاں
فوت ہوئے خاں احمد خاں موسیٰ خاں
فوت ہوئے خاں احمد خاں موسیٰ خاں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب

اَللّٰهُمَّ جَعَلْ لِّیْ اَنْتَ وَوَصُوْبِ

حسب بیان سائیں علاول خان وغیرہ متوفی احمد خاں کے در شاہ اس کا ایک لڑکا
 محمد امین خاں، دولڑکیاں فجاں بی بی، رجاں بی بی اور والدہ صاحبہ بی بی، دو بیٹیاں روشن بی بی
 اور صاحبزادی بوقت وفات احمد خاں زندہ تھے، بعد ازاں محمد امین خاں بچپن میں ہی فوت ہوا
 اس وقت روشن بی بی مذکورہ اسکی والدہ اور فجاں بی بی، رجاں بی بی نہیں در عدول خان نہ خاں
 سجاد خان پسران ما بھی خاں محمد امین خاں کے پردادے صاحبے خاں کے پوتے جو اس کے دے
 کے تھے پھرتے تھے، موجود تھے پھر روشن بی بی فوت ہوئی اور اسکی دونوں لڑکیاں فجاں بی بی رجاں
 بی بی اور ایک بھائی علاول خان مذکور تھے۔ صاحبہ بی بی والدہ احمد خاں قس از وفات روشن بی بی
 فوت ہوئی اور اس کی دو پوتیاں فجاں بی بی، رجاں بی بی اور کچھ بھتیجے وغیرہ زندہ تھے یا کسی خاں
 مند خان وغیرہ پسران صاحبے خاں محمد امین خاں کی وفات سے پہلے فوت ہو چکے تھے تو دریافت کیا
 کہ اس صورت میں مذکورہ بالا در شاہ کے کیا کیا ہے آتے ہیں۔ جو شجرہ نسب منسلک بیویوں میں
 دیکھیں تو متوفی احمد خاں کی والدہ کا چھٹا سھتہ اور دونوں بیویوں کا آٹھواں سھتہ باقی حسب
 دستور لڑکے اور لڑکیوں کا۔ یہ سھتہ ۲۴ سے آئے گا اور صحیح ۹۶ سے ہے حسب ذیل،

سے فجاں بی بی روشن بی بی سے قبل فوت ہو چکی تھی۔ یہ عدول خان نے صحیح بیان دیا ہے۔ غفرلہ۔ ۵۰

صمن سند از ۲۴ تصحیح از ۹۶ جوئی تقسیمات کے لئے حسب القواعد ۸۶۴ بن گئے

والدہ صبا بی بی بیرونی روشن بی بی بیرونی صاحبزادی لڑکا محمد امین خاں لڑکی فجاں بی بی لڑکی جباں بی بی

$\frac{16}{1530}$ $\frac{16}{1530}$ $\frac{32}{3060}$ $\frac{6}{540}$ $\frac{6}{540}$ $\frac{16}{1530}$

درستوفی محمد امین خاں کی والدہ کا چٹا حصہ اور ہمنوں کا تیسرا تیسرا حصہ اور باقی علاول خاں وغیرہ
پیران باہمی خاں کا جو زندہ تھے۔ یہ مسئلہ ۶ سے آئے گا اور تصحیح ۱۸ سے ہوگی مگر حسب القواعد ۸۶۴ سے
محمد امین کا حصہ لے کر تقسیم صحیح ہوگی، حسب ذیل :

یہ محمد امین خاں سند از ۱۸ تصحیح از ۱۸ اور والد کی وراثت سے اس کے مافی الید ۳۰۶۰ تھے۔

والدہ بہن بہن پردارے کا پوتا پردارے کا پوتا پردارے کا پوتا

روشن بی بی فجاں بی بی رجاں بی بی علاول خاں انور خاں سجاد خاں

۵۰ ۱۰۲۰ ۱۰۲۰ ۱۴۰ ۱۴۰ ۱۴۰

بعدہ صباں بی بی کی دونوں پوتیوں کا تیسرا تیسرا حصہ اور باقی بھتیجے وغیرہ کا مسئلہ ۳ سے آئیگا
حسب ذیل :

صباں بی بی سند از ۳ اور اس کے قبضے میں ۴۴۰ تھے

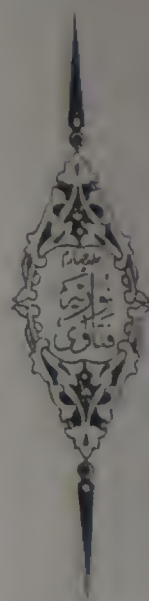
پوتی فجاں بی بی پوتی رجاں بی بی بھتیجے وغیرہ

۴۸۰ ۴۸۰ ۴۸۰

اور جب فجاں بی بی فوت ہوئی تو اس کا مسئلہ ردیہ از ۵ ہے، ۲ حصے اس کی والدہ روشن بی بی کے
اور تین حصے اس کی بہن رجاں بی بی کے اور اس کے پاس مافی الید ۳۰۳۰ تھے حسب ذیل :-

یہ فجاں بی بی سند از ۵ مافی الید ۳۰۳۰

والدہ روشن بی بی بہن رجاں بی بی



آخر میں جب روشن بی بی فوت ہوئی تو اس کے مال سے نصف اس کے مال
 رجاں بی بی کا اور باقی نصف اس کے بھائی مدلول خاں کا ہے اور کل اس کے مال یہ ہیں
 حسب ذیل :

روشن بی بی مسئلہ ۲ مالی ای ۲۲۲	
لڑکی	برادر حقیقی
رجاں بی بی	مدلول خاں
۱۱۳۱	۳۱

اب حسب بیان سائلین جو زندہ در ثار ہیں ان کے حصص یوں ہیں :

الاحیہ					زندہ در ثار
رجاں بی بی	صاحبزادی	مدلول خاں	انور خاں	سجاد خاں	مصاب کے بھتیجے و بیوی
ازور اشتی والد	ازور اشتی خاوند	ازور اشتی محمد خاں	ازور اشتی محمد خاں	ازور اشتی محمد خاں	ازور اشتی محمد خاں
۱۵۳۰	بھتیجا	بھتیجا	بھتیجا	بھتیجا	بھتیجا
ازور اشتی بھائی	۱۰۲۰	ازور اشتی	۱۴۰	ازور اشتی	ازور اشتی
ازور اشتی بی	۴۸۰	سہمشیر روشن بی بی	۱۱۳۱		
ازور اشتی سہمشیر	۱۸۱۸				
ازور اشتی والدہ	۱۱۳۱				
۵۹۰۹	۵۴۰	۱۳۰۱	۱۴۰	۱۴۰	۴۹۰

مرتد ہو چکا ہے مثلاً عیسائی وغیرہن چکا ہے تو وہ حصہ وراثت نہیں پاسکتا اور محروم رہتا ہے
تو اگر ان مذکورہ بالا میں سے کوئی ایسا ہو تو محروم رہے گا اور دوسرے اس کے ہم درجہ
کے حصے بھی بدل جائیں گے کذا فی السراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی
اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

حقہ الفقیر البو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۸ رزی العقدہ المبارکہ ۸۸۸

بروز اتوار

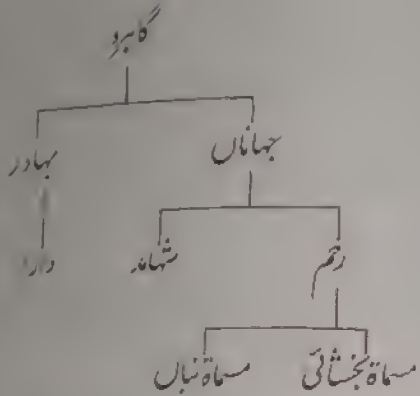
الاستفتاء

بجنوب جناب حضرت مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب نعمتی تمام العلوم خفیفہ فید بصیرۃ شریعت منکرۃ
درخواست برادر یافت حکم شرع نسبت تقسیم جاسیدہ منقولہ بصورت ذیل

جناب عالی !

ما : یہ کہ تسمیان بہادر، جہانناں پسران گہر و مخفے، بہادر کا ایک لڑکا سٹے دار انامی سبے درجہاناں
کے وہ لڑکے مستیان رحم و شہادہ تھے۔





۲ : یہ کہ رحم مذکور شادی شدہ تھا اور اس کے لطف سے دو لڑکیاں مسماۃ بخشتائی و مسماۃ نبال تھیں جو کہ ان دو لڑکیوں اور اپنی بیوی کو تقویٰ بنا آٹھ راس بکریاں چھوڑ کر فوت ہو گیا مرنے سے قوت اس کا بھائی شہادہ کنوارہ تھا مگر اپنے بھائی متوفی سے علیحدہ تھا۔

۳ : یہ کہ رحم کے فوت ہو جانے کے بعد شہادہ مذکور نے اپنی بیوہ بھائی کا سماج کر لیا۔ بھتیجی اور جائیداد منقولہ کو بھی حاصل کر لیا اور کچھ عرصہ بعد خود بھی فوت ہو گیا۔ اس کے بچے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ جائیداد میں پچانوے راس بھیر و بکری چھوڑ کر فوت ہو جس میں رحم متوفی کی مذکورہ بکریاں اور ان کے بچے جن کی تعداد کا علم نہیں شامل ہیں۔

۴ : شہادہ کی وفات سے پہلے اس کی بیوی جو کہ لڑکیوں کی والدہ تھی دو بھی فوت ہو چکی تھی۔ اب شہادہ کی وفات پر تین بچیوں کو معہ جملہ جائیداد مذکورہ ان کے نانے اپنے پاس لے گئے اور وہ مع جائیداد اپنے حقیقی نانا دوسا کے پاس ہیں اور ان کی نانی ان کی من و زبیر سے پہلے فوت ہو چکی تھی۔

۵ : یہ کہ اب دار اند کو رحم کہ مسماۃ بخشتائی و مسماۃ نبال بہترین رحم متوفی کا رشتہ میں تیسرے اور ایک جدی ہے۔ جائیداد مذکورہ دو لڑکیاں مذکورال کی واپسی کا مطالبہ کر رہا ہے۔

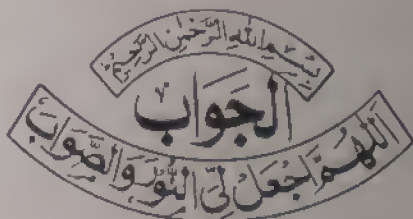
دونوں لڑکیاں نابالغ ہیں۔

بذریعہ درخواست بذاتہ متس ہوں کہ اندر کی حالات مذکورہ جائیداد اور لڑکیوں پر مسمیٰ دار اندک اور لڑکیوں کے نام مسمیٰ دوسرے مذکور کا کہاں تک حق ہے؟ واضح فرمایا جاوے
حضور کی عین نوازش ہوگی۔

نوٹ: مسمیٰ بہادر رحم سے پہلے فوت ہو چکا تھا اور رحم اور شہادہ کی کوئی بہن نہیں تھی۔

المرقوم ۹ جون ۱۹۵۹ء

سائل، فلک شیر ولد محمد قوم ہریکی وٹو ساکن ہریکی نو آباد تحصیل سیالپور ضلع مظفر
نشان انگٹھ سائل مذکور



مسمیٰ رحم کے وارث اس کی دو لڑکیاں اور ایک بیوی اور ایک بھائی شہادہ تھے
اور دار رحم کا وارث نہیں تھا اور وارثوں کے حصے رحم کے ترکہ میں حسب ذیل تھے، دونوں
لڑکیاں $\frac{1}{2}$ اور بیوی $\frac{1}{4}$ اور بھائی سب بھیر جب وزیراں فوت ہوئی تو اس کے وارث اس کی
دونوں لڑکیاں اور اس کا باپ اور دوسرا خاوند شہادہ تھے لڑکیوں کے $\frac{1}{2}$ اور باپ کا $\frac{1}{4}$ اور خاوند
کا $\frac{1}{4}$ اور دارا کا کوئی حق نہیں تھا تو سماء وزیراں کے فوت ہونے پر مسمیٰ رحم کی چھوڑی ہوئی
کل جائیداد کے حصے و عقد حسب ذیل تھے حسب قواعد اسکی کل جائیداد کے $\frac{3}{4}$ حصے

مستی رحم بعد از اس کس کی بی بی

بخشائی بناب دختران رحم اور وزیراں دوسالہ وزیراں شہادہ برحقہ برادرین

$\frac{42}{312}$

$\frac{1}{312}$

$\frac{116}{312}$ $\frac{116}{312}$

سماء بخشائی اور بناب تثبیم بچپوں کے یہ ۱۱۶ اور ۱۱۶ کل ۲۳۲ حصے خالص ان دونوں کا حق ہے اس میں سے کوئی ناما یا چچا ایک پیسہ بھی اپنے لئے نہیں لے سکتا اور دوسرے چھ حصے بھی اسی کا حق ہیں اور شہادہ کے یہ ۴۷ حصے جو رحم کی جائداد سے اسے ملے اور اس کی دوسری کل جائداد منقولہ اور غیر منقولہ ان سب کا وارث بعد از وفاتش دارا ولد بہادر بنا۔ شہادہ کے ترکہ سے بخشائی اور بناب بختیجیوں کو کچھ نہیں ملے گا (کسافی السراجیہ وغیرہا)

جب یہ سب حق واضح ہوئے تو معلوم ہوا کہ داراندہ کو شہادہ کے کل ترکہ جس میں رحم کی جائداد سے ۴۷ حصے بھی شامل ہیں، کا حقدار ہے اور اپنے اس حق کی واپس کا مطالبہ کر سکتا ہے مگر لڑکیوں کی واپسی کا مطالبہ نہیں کر سکتا کہ وہ لڑکیوں کی پرورش نہیں کر سکتا بلکہ یہ دوسرا ناما کا ہی حق ہے ہدایہ فتح القدیر۔ غنایہ ج ۲ ص ۱۸۷، شرح الوقایہ ج ۲ ص ۱۶۹۔ تبیین الحقائق، تلمبی ج ۳ ص ۴۸، ملتقى البحر، مجمع الزہر، درالمنقی ج ۱ ص ۴۸۲، بحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۹، شامی ج ۲ ص ۸۷۹، عقود الدریہ ج ۱ ص ۶۴، ہندیہ ج ۲ ص ۱۴۱ میں ہے والسطم منها والمصغیر لا تدفع الیہم۔ یعنی چھوٹی بچی غیر محرم عصبات جیسے چپوں کے لٹکے کے پر لڑکی جائے نیز فتاویٰ عالمگیری کے اسی صفحہ میں ہے لاحق لغیر المحرم فی حضانتہ الجاریۃ یعنی غیر محرم کے لئے لڑکی کی پرورش میں کوئی حق نہیں۔

فتاویٰ قاضیخان ص ۱۹۲ میں ہے لاحق لابن العماد حصد الحاد

عنہ ونحوہ فی البدائع ج ۲ ص ۲۳ ونحوہ وان کان حارہ فلا تسول الیہا نہ محرم منها لانہ بجور لہ نکاحا فلا یؤمن علیہا۔ سعید

حقوق داریہ ج ۲ ص ۶۲ میں ہے لاحیو از سیر العبد و انفع العال فی کمال العباد
 شامی ج ۲ ص ۸۷۹ میں ہے فاحیو از سیر العبد فی العباد مطلقاً
 اس باب کا حصہ ہے کہ عجب کا ذکر کر دوش نہیں کر سکتا کہ غیر محرم ہے تو اب کے
 چپے کا ذکر اگر وہ بہار کی طرح پرورش کر سکتا ہے کہ وہ بھی غیر محرم ہے ورنہ تو کا دشت بہار
 ورنہ تو کہ محرم ہے تو پرورش کر سکتا ہے شامی ج ۲ ص ۸۷۹ حقوہ مدنیہ ص ۶۴ میں ہے
 والنص صریحاً فی الحضانۃ لئلا یزعم انہ یرحمہ صریحاً کہ اس موت علیہ
 نانے کا حق ہے کہ وہ یہاں تک جو محرم ہے

حصہ یہ کہ ہر حرکیں کا محرم ہے اور کس کے ساتھ اس کا کتاب ہے نہ کس
 کی پرورش کا حق نہیں رکھتا ورنہ تو محرم ہے ورنہ تو اس کے محرم ہے نہ تو اس
 حق کا ہر حرکیں کی کے پاس ہیں

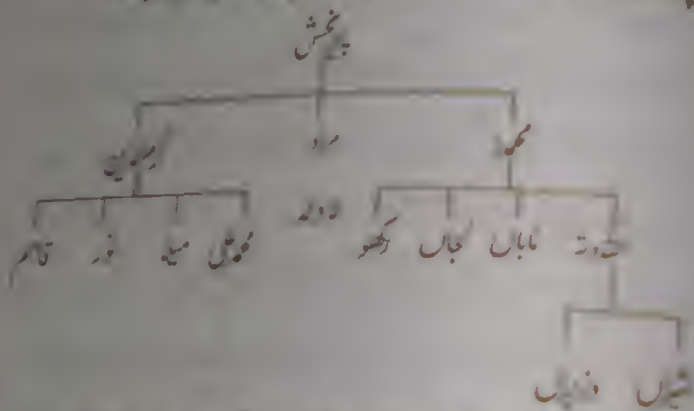
والله تعالیٰ اعلم وعلیہ السلام
 معنی عن حسنہ وعلیہ السلام

مہاشقہ ہا خیر محمد زہدانی غفرلہ
 ۱۰۱۱ ہجری مبارک ۱۲۷۰ شمسی

الاستفتاء

مسئلہ اول: جب فوت ہو اس وقت تکلیفی بیعت ہو جتنی بھی
 ہوتی ہو تو اس کی کیا کیا جائے؟ اور قادمہ دو لڑکیاں ماہ سنہ و ہجری

سے بعد اس کی لڑکی بشری فوت ہوئی اور محمد علی کی فوت ہوئی اس کے بعد
 کس طرح تقسیم ہوگی؟ نیز اسکی ایک بہن بابا بھی تھی جو اس سے فوت ہوئی اور اس کے
 چچا محمد علی بھی اس سے پہلے فوت ہو چکا تھا۔ شجرہ نسب حسب ذیل ہے۔



سائل: خوشی محمد رجب پور، تحصیل پشاور، ضلع جہلم



اشارہ دے کر کہ سے راج نخت میوی کا کھٹواں حصہ ہے اور دو لڑکیوں کیلئے
 دو تہائی اور باقی سب دونوں بہنوں کا ہے۔ دھچا زاد بھائیوں کے لئے ات دتہ کے ذکر میں
 کوئی حصہ نہیں۔ پھر جب لڑکی بشری فوت ہوئی تو اس کے وارث اس کی ماں اور سسرالی
 اور سیدہ، نور، قاسم جو اس کے والد کے چچا زاد ہیں ان کا تیسرا حصہ اس کا نصف وارث

تینوں چچوں کا حق ہے۔

بعد ازاں جب دوسری لڑکی وزیراں بھی فوت ہوئی تو اس کے وارث سبکی
 ماں راج بخت اور میاں نور، قاسم چچے ہیں، ماں کا تیسرا حصہ سہنہ اور باقی سب چچوں کا ہے
 تو حسب القواعد دہ کے ترکہ کے کل حصے چار سو تیس گنیں گے جن میں سے ان بخت
 ایک صد چوتتر حصے ملیں گے ورسما نہاں اور رکھو کو پینا تیس پینا تیس حصے اور میاں نور
 قاسم کو چھپن چھپن حصے ملیں گے سماء راج بخت، اللہ دہ خونا اور بشیراں وزیراں کیوں
 وارث ہے لہذا اس کا حق تین طرح ثابت ہو گیا ورنہاں کھوٹ اپنے عباتی وارثوں
 وارث میں تو ان کا حق ایک ایک مرتبہ ہے ورسما نہاں، نور قاسم سماء بختیہاں وزیراں
 دونوں کے وارث ہیں جن کے لئے دو دو مرتبہ حق ثابت ہوا یہ سہ مناسبہ کا ہے۔ جواب
 سر اجیہ وغیرہ اسے ہے جو مذہب حنفی کی معتبر کتابیں ہیں تقسیم کی صورت حسب القواعد مذہب
 ذیل ہے:

اللہ دہ مسکڑہ فصیح زہد بعد ازاں بشیراں فوت ہوئی تو اس کا مسکڑہ فصیح زہد اور جب حسب قاعدہ
 ۱۶۷۱ سے ضرب دی گئی تو ۴۳۲ ہوئے پھر جب وزیراں فوت ہوئی تو اس کا مسکڑہ فصیح زہد تقسیم ہوا
 سماء راج بخت بیوہ تہ نہ نہاں شادی بہن رکھو اللہ دہ کی بہن میاں نور قاسم اللہ دہ کے چچا زہد بھان
 ۱۶۷۱ ۴۳۲ ۴۳۲ ۴۳۲ ۴۳۲

نوٹ: وارث دو ہوتا ہے جو بوقت وفات میت زندہ ہوا لہذا سماء نہاں، لکھن
 وارث نہیں

نوٹ: میت کے کفن دفن کے اخراجات اور لونی مگر قرض ہو تو اس کے لدا کوئے
 کے بعد وارثوں کا حق بنتا ہے لونی مگر میت کے وصیت کی ہو تو ایک تہائی تک پوری کیے



کے بعد جو مال بچے اس میں وارثوں کے حصے ہوا کرتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ

و صحبہ و بارک و سلم

عز و اختیاریہ الیوم و غدا

و مغفرت علیٰ عبادہ

الاستفتاء

کیا فوات میں عدا وین مذکور سے منہ جانویں میں فوت ہوا کر
اس کو کوئی دیکھا یا بانی نہیں تھا اور ایک بن بنی رانی تھی جو پیسے فوت ہو چکی تھی اور بن بھی
پیسے فوت ہو چکے تھے ہاں منہ کے حقیقی دو چھپوں گین اور گنا کے ٹکے مسین کر مہ و سندہ جو
تھے اور اب بھی ہیں اور باقی دو چھپوں ہمارے اور سجن کے ٹکے سب فوت ہو چکے تھے ہاں انکے
پوت سلطان وغیرہ زندہ تھے اور اب بھی ہیں تو عمر گیزی قون کے مطابق منہ کی کل جائداد کا
انتقال اس کی بیوہ جنڈاں کے نام ہو گیا اور پھر جنڈاں کے فوت ہونے پر اس کی مرنی عمری
کے نام انتقال ہو گیا بس سماء عمری بھی فوت ہو گئی ہے و سندہ اس کی بھی کوئی وراثت نہیں ہے
خاندان سے محبت موجود ہے اور باپ کے ٹکے کر مہ و سندہ اور چھپوں کے پوت سلطان وغیرہ
بھی موجود ہیں نیز جنڈاں فوت ہوئی تھی تو اس کی صرف ایک مرنی عمری و ایک بھائی گریزا
ایک بہن سیانی موجود تھے۔ شجرہ نسب حسب ذیل ہے

اور سلطان وغیرہ جو حجوں کے پوتے ہیں وہ چچا زاد بھائیوں کی موجودگی میں مصالحت نہیں
اور وارث نہیں۔ بعد ازاں جب جنڈاں فوت ہوئی تو اس کے وراثت میں اس کی رکن عریضہ
کریم بھائی اور سیانی بہن ہے، لڑکی کا نصف، اور باقی نصف کی دو سائی جان اور ایک سائی
بہن کا حق ہے پھر جب مسماہ ٹھری فوت ہوئی تو اس کے وارث اس کا خاوند محبت اور
کریم اور اللہ دتہ باپ کے چچا زاد عصبات قریب ہیں۔ خاوند کا نصف اور باقی کریم و اللہ دتہ
کا بھٹہ مساوی ہے اور حسب القواعد یہ مسئلہ ۱۹۲ سے آئے گا یعنی سب سے مناسبت جائیداد
کے کل ۱۹۲ حصص مساوی بنانے سے تقسیم صحیح ہوگی حسب ذیل :-

پہلے لانا فوت ہوا تو مسئلہ از ۸ تصحیح از ۱۶ پھر جنڈاں فوت ہوئی تو مسئلہ از تصحیح از ۴
پھر ٹھری فوت ہوئی تو مسئلہ از ۴۲ اور تصحیح از ۹۲

کریم	اللہ دتہ	سیانی	محبت	سلطان وغیرہ
$\frac{۱}{۱۹۲}$	$\frac{۶۳}{۱۹۲}$	$\frac{۳۲}{۱۹۲}$	$\frac{۵۲}{۱۹۲}$	مردم

کما فی السراجیۃ وغیرہا حسب احکام القرآن لکریم و الاحادیث
الشریفة۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ و

اصحابہ وبارک وسلم۔

ضو الفقیر البرا کھیر نور التمدین غفرلہ

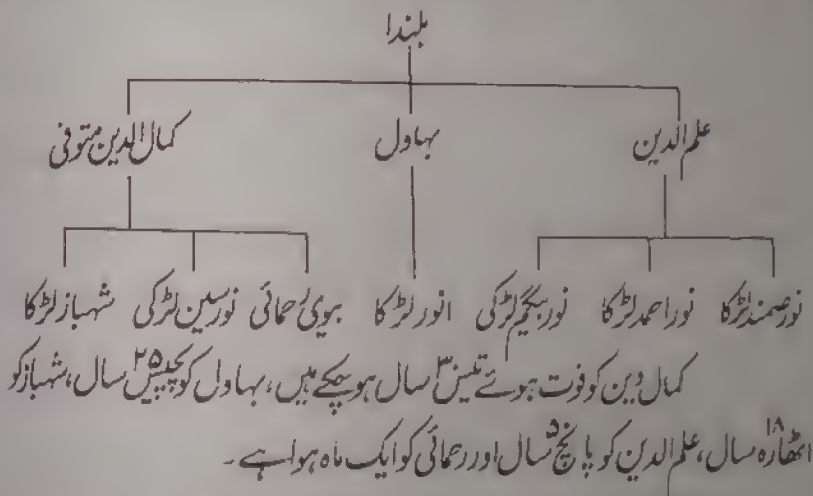
۲۸ ماہ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

مطابق ۲۰ بج مسئلہ

الاستفتاء

باسمہ بجا نہ و تعالیٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ کمال الدین متوفی کی جائیداد کو کس طرح تقسیم کیا جائے گا جب وہ فوت ہوا تو اس کا ایک لڑکا شہباز، ایک لڑکی نورسین، بیوی مسماۃ رحمانی، دو بھائی بہاول و علم الدین چھوڑ کر فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا بھائی بہاول فوت ہو گیا اور ایک لڑکا نور چھوڑ گیا۔ اس کے بعد شہباز فوت ہو گیا اور ماں رحمانی، بہن نورسین، چچا علم الدین اور چچا زاد بھائی نور چھوڑ گیا۔ اس کے بعد علم الدین دو لڑکے نور صمد و نور احمد اور ایک لڑکی نور بیگم چھوڑ کر فوت ہو گیا، اس کے بعد رحمانی فوت ہو گئی ہے بشجرۂ نسب حسب ذیل ہے :-

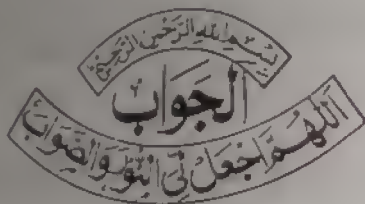


نوٹ: سال نور صمد نے زبانی بیان کیا کہ متوفی شہباز شادی شدہ نہیں تھا اور مسماۃ رحمانی کا صرف ایک بھائی اور ایک بہن سوتیلے میں یعنی اس کے باپ کے ہیں اور اس نے کسی اور سے



بکاح نہیں کیا۔ بیینواتوجبر وا۔

استفتی: العبد یغفر لہ غفرانہ از حقہ کجا بر نور محمد
نشان گویا نور محمد



پسند مناسخ کا ہے یعنی تقسیم سے پہلے ہی ورثہ کیے بعد دیگر سے فوت ہو گئے تو
حسب القواعد اس کی تصحیح سات سو بیس سے ہوگی۔ متوفی اول کس دین کی جائیداد کے ساتھ
بیس حصوں سے اس کی بیوی کا آٹھواں حصہ $\frac{1}{8}$ اور باقی کی دو تہائی $\frac{1}{2}$ لڑکے کے اور
ایک تہائی $\frac{1}{3}$ لڑکی کے ہیں۔ بعد ازاں شہباز فوت ہوا تو اس کے پاس اپنے باپ
کی جائیداد سے شرعاً $\frac{1}{2}$ تھے تو اس کی ماں کا تیسرا حصہ $\frac{1}{3}$ اور بہن کا نصف $\frac{1}{2}$ اور باقی کس
 $\frac{1}{4}$ چچا علم الدین کے ہیں۔ بعد ازاں رحمانی فوت ہوئی تو اس کے پاس اس جائیداد سے خاوند
اور لڑکے کی وراثت سے کل $\frac{1}{2}$ تھے تو اس کی لڑکی کا نصف $\frac{1}{4}$ اور باقی اس کے سوتیلے
بہن اور بھائی کا ہے، بھائی کے دو حصے اور بہن کا ایک حصہ ہے اور جب علم الدین فوت ہوا
تو اس کے پاس اس جائیداد سے $\frac{1}{4}$ تھے جو اس کے دو لڑکوں اور ایک لڑکی کا حق ہے ہر ایک
لڑکے کو $\frac{1}{4}$ اور لڑکی کو $\frac{1}{8}$ ملیں گے حسب ذیل :-

تصحيح رسالت صديہ

جگہ اور سن ارکان کے بھائی بن نور محمد، نور احمد، نور سید

۱۲/۶۲۰ ۲۸/۶۲۰ ۲۸/۶۲۰

۱۵/۶۲۰ ۵۳۵/۶۲۰

نور محمد سے محمد ہے اس کا باپ بھاول شہباز سے پہلے فوت

ہو گیا تھا۔ مصرع بھائی صاحبہ و عہدہ

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ

صاحبہ و آلہ وسلم

نوٹ: سائل نے گئی بار دریافت کرنے کے باوجود بھی بعد میں جا کر بتایا کہ مسماہ رحمانی
سے بن بھائی بھی ہیں لہذا ان دونوں کے حصے مشترک لکھے ہیں۔ اگر ان کے الگ الگ حصے
حصے ملے گئے ہوں تو تین کوسات صدیس میں ضرب دے کر حصے بنائے جائیں تو
کل دو ہزار ایکصد ساٹھ حصے بنیں گے جن میں سے رحمانی کے حصے تین صد پینتالیس ہونگے
اور اس کے بھائی جاگیر کے ۲۳۱/۲ اور جن سنی کے ۱۱۹۰/۲ بنیں گے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

حذوہ الفقیر البواکیر محمد نور النعمانی غفرلہ

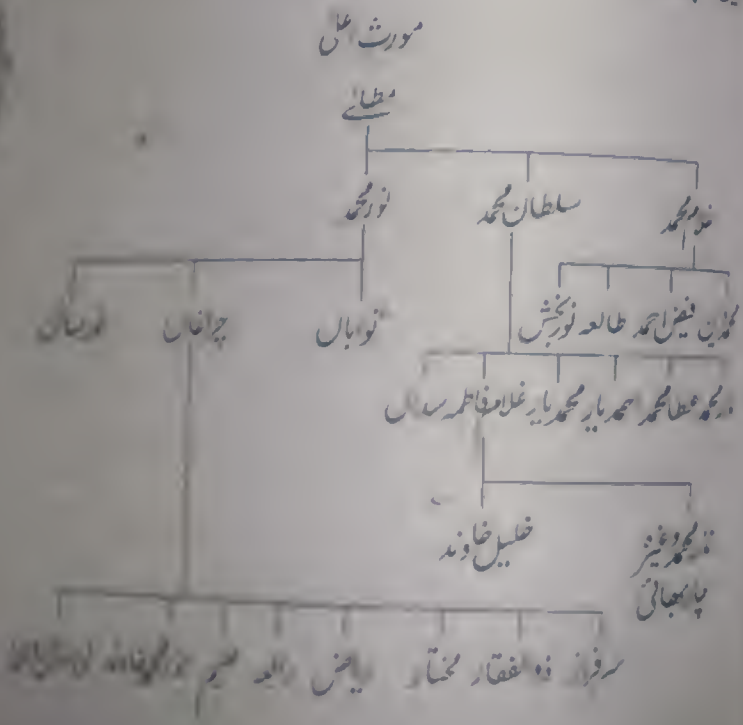
۲۰ ماہ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ ۱۸-۱۶۲۳

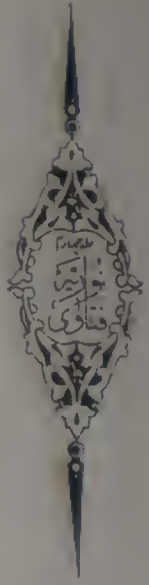
الاستفتاء

یہ فرماتے ہیں ملا سے دین و غنیان شیعہ متین اندر میں مسئلہ کہ مستی نور محمد ولد

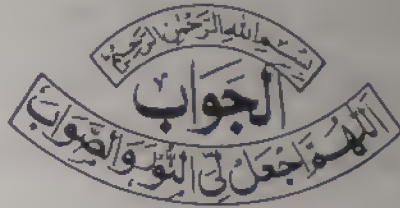


علی فوت ہوا اس کی ایک بیوی اور دو لڑکیاں اور دو بیٹے بچاں تھے۔ اس کے بعد
 بھائی نے محمد فوت ہوا۔ اس کے دو لڑکے ایک لڑکی تھیں۔ محمد فوت ہوا۔
 نور محمد ستونی کی لڑکی دواں فوت ہوئی جس کی ایک بیوی اور دو لڑکیاں تھیں۔
 سلطان محمد برادر نور محمد فوت ہوا، اس کے چار لڑکے اور ایک لڑکی تھیں۔
 بعد ازاں اس کی بیوی سداں، چار لڑکے اور ایک لڑکی تھیں۔ فوت ہوئی۔
 بعد ازاں اس کی لڑکی غلام فاطمہ، چار بھائی اور خاندان چھوڑ کر فوت ہوئی۔ جس کے بعد
 بی بی نور بخش، دو لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑ کر فوت ہوئی۔ اس کے بعد
 محمد فوت ہوئی، اس کی والدہ اور خاندان سے انھیں دو لڑکے، چار لڑکیاں اور خاندان





تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ متونی نور محمد کا ترکہ شجرہ مندرجہ بالا کے موجود افراد
میں کس طرح تقسیم کیا جائے۔ بینوا توجہ وا
السائل، نذر محمد ولد سلطان محمد کے موضوع بارہ دکانہ کھانا تحصیل پاکپتن شریف سے ساہیوال
دستخط جروف اردو نذر محمد ۲۴/۲



نور محمد کی لڑکیاں نواباں اور چراغاں دوستانی کی مالک تھیں اور نور سائن ۱۶ ہجرت
کی اور باقی غلام محمد و سلطان محمد بھائیوں کا تھا حسب ذیل :

نور محمد سہ از ۲۴ تصبیح از ۲۸

نور سائن بیوی	چراغاں	نواباں لڑکیاں	غلام محمد	سلطان محمد
۶	۱۶	۱۶	۵	۵

بعد ازاں غلام محمد فوت ہوا تو اس کی بیوی کا ۱/۵ حصہ اور باقی لڑکی کا ایک حصہ اور لڑکوں کے
دو دوسرے حصے حسب ذیل :

غلام محمد سہ از ۸ تصبیح از ۲۰

نوبخش بیوی	محمد دین	فیض احمد لڑکے	طلالہ لڑکی
۵	۱۳	۱۳	۷

بعد ازاں مسماۃ نواباں فوت ہوئی تو اس کی ماں کے لئے ۱۰ روپے عمارت کا نصف مقرر
 سلطان محمد چچا کا حق تھا حسب ذیل :

نواباں مسئلہ توضیح از ۶

نوربان والدہ	چراغاں بہن	سلطان محمد چچا
۲	۳	

بعد ازاں سلطان محمد فوت ہوا تو اس کی بیوی کا حق آٹھوں حصہ اور باقی سنی کی ایک حصہ
 اور چار لڑکوں کے دو دو حصے حسب ذیل :

سلطان محمد مسئلہ از ۸ توضیح از ۷

سداں بیوی	نذر محمد	عطا محمد	احمد یار	محمد یار لڑکے	غلام فاطمہ لڑکی
۹	۱۲	۱۲	۱۲	۳	۷

بعد ازاں مسماۃ سداں فوت ہوئی تو اس کی لڑکی کا ایک حصہ لڑکوں کے
 دو دو حصے حسب ذیل :

سداں مسئلہ توضیح از ۹

نذر محمد عطا محمد محمد یار احمد یار لڑکے غلام فاطمہ لڑکی
 بعد ازاں مسماۃ غلام فاطمہ فوت ہوئی تو اس کے خاوند کا حق نصف ہے
 اور باقی چار بھائیوں کا حسب ذیل :

غلام فاطمہ مسئلہ از ۲ توضیح از ۸

نذر محمد	عطا محمد	احمد یار	محمد یار	برادران	غلیل خاوند
					۲

اور جب سماء نور بخش فوت ہوئی تو اس کے وارث دو لڑکے اور ایک لڑکی

حسب دستور ہیں، حسب ذیل :
سماء نور بخش سلسلہ تصحیح از ۵

محمد دین فیض احمد لڑکے طالعہ لڑکی
اور جب چراغاں فوت ہوئی تو اس کی والدہ کا حق چھٹا حصہ اور خاوند کا حق
چوتھا حصہ اور باقی سب لڑکوں اور لڑکیوں کا حق ہے، حسب ذیل :
چراغاں سلسلہ از ۱۲ تصحیح از ۹۶

نور سائن والدہ نذر محمد خاوند سرفراز ذوالفقار لڑکے ممتاز ریاض رابعہ حلیمہ لڑکیاں
۱۶ ۲۴ ۱۴ ۱۴ ۷ ۷ ۷ ۷

ایسا پیچیدہ سلسلہ جس میں تقسیم سے پہلے بچے بعد دیگرے ورثہ مرتے جاتے
اس کو مناسخہ کہا جاتا ہے اور تصحیح کے لئے فرضیں دے کر ترکے کے حصے بنائے جاتے
میں چنانچہ قواعد فقہیہ کے رو سے سستی نور محمد کی جائداد کے حصے ۱۰۳۶۸ بنائے جائینگے
اور تفصیلات مندرجہ بالا کے رو سے زندہ اور موجود افراد کے حصے جو ان کو اپنے اپنے
مورثوں سے ملتے ہیں، اس کی تفصیل حسب ذیل ہے :

نور محمد کی جائداد کے کل حصص ۱۰۳۶۸ ہیں۔

الاحیاء
نور سائن محمد دین فیض محمد طالعہ نذر محمد عطا محمد محرم یار احمد یار غلیل سرفراز

۳۳۱۲	۴۳۲	۴۳۲	۲۱۶	۱۶۸۷	۳۹۱	۳۹۱	۳۹۱	۹۲	۷۵۶
ذوالفقار	ممتاز	ریاض	رابعہ	حلیمہ					
۷۵۶	۳۷۸	۳۷۸	۳۷۸	۳۷۸					

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ وآلہ

وصحبہ وبارک وسلم۔

نوٹ: یہ جواب فتاویٰ عالمگیری اور سراجیہ سے ہے۔

فتوۃ الفقیر الی الخیر محمد نور الدین غفرلہ

۲۰ شمال لکھنؤ ۱۳۳۷ھ

الاستفتاء

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

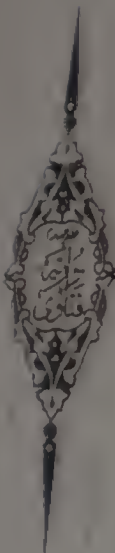
کیا فرماتے ہیں علماء دین سبین وفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ سسٹے محمد شریف ولد سوجا قنار الہی سے فوت ہو گیا اور اپنے چچے سندر جہ ذیل وارث چھوڑ گیا،

۱۔ سماء فیضال، بیوہ ۲۔ زینب الہی، دختر ۳۔ بھری، دختر چھوٹی ۴۔ محمد نور، بھائی ۵۔ زینب، بہن ۶۔ زہرہ، بہن۔

سماء فیضال نے جائیداد مکان مسکنہ کو بیٹی کے رجسٹر رائے میں اپنے اور دونوں بھائی کے نام قتل کروالی، بعد ازاں ہر دونوں لڑکیاں ایک ماہ کے اندر فوت ہو گئیں اور اب وارث سماء فیضال، بیوہ۔ محمد نور، بھائی۔ سماء زینب، بہن اور سماء زہرہ، بہن رہ گئے۔ جائیداد کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ سبینواتوجس و۔

استفتی: محمد نور ولد سوجا قوم سن سکھ جی کھارن صاحب ساہیال

(اس کے جواب میں حضرت فقیر اعظم نے سائل کے نام تحریر فرمایا: (رتب)



یہ وصاحت کریں کہ دونوں لڑکیاں بیک وقت فوت ہوئیں یا یکے بعد دیگرے؟

ترہ پہلے کو فوت ہوئی؟

براہِ بخیر انعمیٰ غفرلہ ۶ ردی الحجۃ المبارکہ ۱۳۸۹ھ ۲۰۰۷-۲۰۰۸

اس پر اس نے یہ وضاحتی تحریر بھی کی:

پہلے بھری چھوٹی لڑکی فوت ہوئی در تقریباً ایک ماہ بعد زیب الہی بڑی لڑکی فوت ہوئی معاً

محمد نور



یہ سلسلہ سناؤ کتاب ہے، حسب قواعد محمد شریف کا وہ مرکز جو کھن، دفن و قضا کی

حکمت سے چاہا اس کے درتہ پر حسب ذیل تقسیم ہوا:

محمد شریف مسد از ۲۴ صحیح از ۳۰۹ ۲۸۹

فیض بھری زیب قادی بھری لڑکی محمد انور بھائی زینب بن زہرہ بن

۱۵۱۳۲۵ ۱۵۱۳۲۵ ۳۰۱۳۲۱۰ ۵۶۱۳۲۳۲ ۵۶۱۳۲۳۲ ۳۶۱۳۲۳۲

بعد ازاں بھری فوت ہوئی تو اس کا سلسلہ حسب ذیل ہے:

بھری ماہی ۳۲ مسد از ۹۰، حسب قواعد محمد شریف کے ورثہ کے حصوں کو گنتی میں

منزل دے کر پھایا جائے گا

فیضان والدہ زیب الہی بن محمد نوحا زیب میری بہن میری

۳۲ ۳۸ ۱۶ نورم

بعد ازل زیب الہی فوت ہوئی تو اس کا سہرہ حب زیارت

زیب الہی مانی لیا از حساب ۹۶ و از حساب ۱۸ کل ۱۱۴

فیضان والدہ محمد نوحا زیب الہی میری بہن میری

۳۸ ۹۶ نورم

باب ذوق و شاکہ سے حب ذیل بت از ۸۸ محض :

فیضان از ۳۶۱ ۲- محمد نور از ۳۰۰ ۳- زیب از ۳۰۰

۳۲۱ ۱- زیب الہی ۱۱۱ ۲- زیب الہی ۱۱۱

۳۸ ۹۶

۱۱۶ ۱۱۴

کذا فی السراجۃ والہدیۃ و غیرہما من سلف

لہد الحفیۃ

وانہ تعالیٰ علم و عمل حل محمد و احمد و حکم و وصی شہ

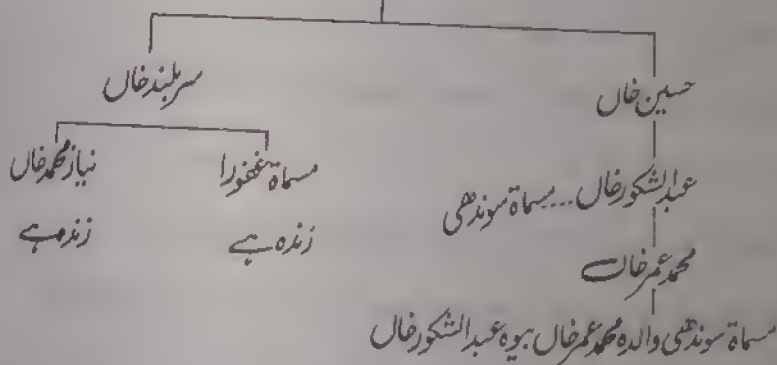
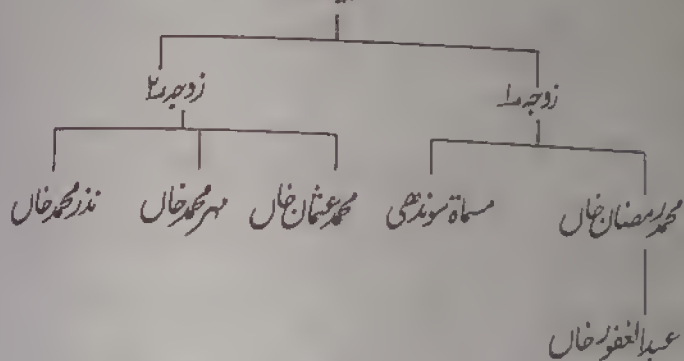
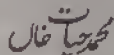
تعلیٰ عن سیدنا و مولانا محمد و حق الہ و صاحب دارالعلوم

مفتی نقیہ البرکات محمد نور احمدی غفرلہ

۳۸ زی الحجۃ المبارک ۱۲۸۹

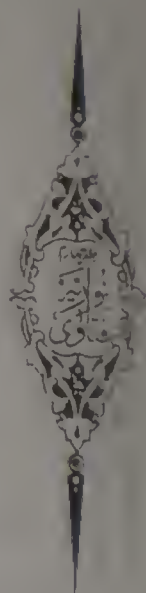
الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میراث میں جس کا شجرہ نسب ذیل میں لکھا ہے
مسماۃ سوزیہ بنتی متوفیہ کے بازگشت حق داران۔ جواب یا ثواب کے بحوالہ کتب ارشاد فرمائیں۔



نوٹ: عبدالرشید کو ۱۹۲۶ء میں مقام ٹولانہ میں فوت ہوا۔

محمد عمر خاں ۱۹۳۷ء میں مقام ٹوبہ خانہ میں فوت ہوا۔



مسماۃ سونڈھی مسلمانہ میں مقام حویلی ضلع ساہیوال میں فوت ہوئی
 محمد رمضان خاں مسلمانہ میں مقام حویلی ضلع ساہیوال میں فوت ہوا۔
 مسماۃ سونڈھی کے خاوند عبدالشکور خاں کے بازداشت قداران کی عمر بیضت کی جائے۔
 سر بلند خاں عبدالشکور خاں سے پہلے فوت ہوا۔
 العارض

سعید اختر خاں ولد عبدالغفور خاں مورخہ ۴۴



عبدالشکور خاں کے وارث مسماۃ سونڈھی زوجہ اور مسکنی محمد عمر خاں لڑکا ہیں۔
 حسب ذیل :

عبدالشکور خاں مسلمانہ از ۸ تصحیح بعد از مناسبتہ از ۴۴
 سونڈھی زوجہ محمد عمر خاں لڑکا

$\frac{4}{8}$

$\frac{1}{8}$

$\frac{21}{22}$

$\frac{2}{22}$

بعد ازاں محمد عمر خاں فوت ہوا تو اس کے جائز وارث سکی والدہ سونڈھی اور بیار محمد خاں
 جو اس کے والد کے چچا کا لڑکا ہے۔

مسئلہ از ۳۱ تصحیح حسب القواعد از $\frac{۲۱}{۲۳}$ ہے، حسب ذیل :

محمد محمد خاں مسئلہ از ۳۱ تصحیح از $\frac{۲۱}{۲۳}$
 سونڈھی والدہ
 نیاز محمد خاں عصبہ

$\frac{۱۲}{۲۳}$

$\frac{۷}{۲۳}$

بعد ازاں مسماۃ سونڈھی فوت ہوئی تو اس کا وارث اس کا بھائی محمد رمضان خاں ہے حسب ذیل :

مسماۃ سونڈھی مافی الیہ ۳۱ از خاوند اور ۷ از لپیر کل ۱۰ حصے ہیں
 محمد رمضان خاں عصبہ

لہذا عبد الشکور خاں کی کل ملکہ جائیداد کی تقسیم حسب ذیل کی جلتے :

عبد الشکور خاں کی جائیداد کے کل ۲۴ حصے الاحیاء (زندگان) نیاز محمد خاں اور
 محمد رمضان خاں میں از روئے قواعد یوں تقسیم ہوں گے کہ سبھی نیاز محمد خاں کے $\frac{۱۲}{۲۳}$ ہیں اور محمد رمضان خاں
 کے $\frac{۱۲}{۲۳}$ میں کما فی السراجیۃ وغیرہا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ وآلہ

و اصحابہ و بارک و سلم۔

حضرتہ الفقیر الباقی محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۰ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ ۱۱-۱۲-۱۳

الاستفتاء

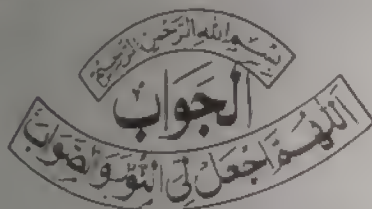
سائل مظهر کہ ایک عورت فوت ہو گئی ہے جس کا ایک بچہ اور خاوند اور والدہ والدہ



اور بہنیں بھائی زندہ و مسجود تھے، بعد ازاں وہ بچہ بھی فوت ہو گیا تو اس کی درشت کس طرح
تقسیم کی جائے زلیور، کپڑا، برتن وغیرہ

سائل

مستمع محمد شریف دلدیشی احمد، سکندریہ، کپڑوں کی فروخت



یہ مسئلہ نسخہ کا ہے تو اصل میں خاوند کا حصہ کل ماں سے چوتھائی ہے اور باپ کا چھٹا چھٹا حصہ اور باقی نیچے کا ہے اور جب بچہ بھی فوت ہو گیا ہے تو بچہ کا کل حصہ بھی باپ کا ہے جو اس عورت متوفیہ کے خاوند ہے۔ حسب القواعد یہ مسئلہ ۲ سے ہے جو صحیح ہے حسب ذیل :

عورت مسئلہ از ۱۲

میت	خاوند	بچہ	ماں	باپ	بہن	بھائی
	۳	۵	۲	۲	×	×
	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲		

پھر جب بچہ بھی فوت ہو گیا تو اس کا کل حصہ بھی اس کے باپ کا حق ہے، تو مسئلہ حسب ذیل :

عورت پھر اس کا بچہ مسئلہ از ۱۲

میت	خاوند جو بچے کا باپ ہے	ماں	باپ	عورت کے بہن بھائی
	۸	۲	۲	×
	۱۶	۱۶	۱۶	×

کتاب القرآن الحکیم و السراجیۃ -
واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ
و باریک وسلم -

عزیز الفقیر ابو الخیر محمد نور الدین غفرلہ
۱۵ ذی القعدہ الحرام ۱۳۹۶ھ ۲۹/۴

الاستفتاء

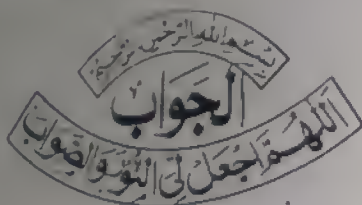
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ پیر نظام الدین صاحب جب فوت ہوئے تو انہوں نے پندرہ ایکڑ زمین و راشت میں چھوڑی اور متوفی کے دو لڑکے (ہدایت محمد محمد علی) اور ایک دختر مسماۃ امیرنشاں تھی، اپنے باپ کی وراثت سے مسماۃ مذکورہ کو کتنا حصہ ملا اور پھر پیر ہدایت محمد صاحب جب فوت ہوئے تو مسماۃ مذکورہ اپنے بھائی متوفی کی وراثت سے کتنے حصہ کی حقدار ہوگی اور بعد میں مسماۃ مذکورہ کا بھائی محمد علی فوت ہوا تو اس متوفی کا ایک لڑکا اور ایک لڑکی اور ایک پوتا تھا محمد علی متوفی کی جائیداد سے ان کی بہن مسماۃ مذکورہ کو کتنا حصہ ہوگا، مسماۃ امیرنشاں کتنی زمین کی حقدار ہے؟

پڑواری کہتا ہے کہ مسماۃ امیرنشاں کو اپنے بھائی ہدایت محمد جو کہ لا ولد فوت ہوا اس سے تو حصہ ملے گا اور محمد علی چونکہ صاحب اولاد ہے اس لئے اس کی وراثت سے کوئی حق نہیں رہا بانی فرما کہ قرآن و حدیث سے مدلل جواب تحریر فرمادیں اور مدرسہ کی ہر



بھی ثبت کریں۔

اسکے پیر محمد شریف چشتی، موضع شرف پور دروہ پور تحصیل شریف آباد ضلع بہار اور



ہاں پٹواری سچا ہے، مسماۃ امیر نشان کو سنیے محمد علی کی وارثت سے حصہ نہیں دیا۔
 اس کے لڑکا اور لڑکی ہے اور اپنے باپ سے اسے حکم للذکر مثل حظ الانثیین
 تین ایکڑ ملیں گے اور سنی ہدایت محمد کو چھ ایکڑ اور سنی محمد علی کو بھی چھ ایکڑ میں گے درج سنی ہدایت
 فوت ہوا تو اس کے وارث صرف ایک بھائی اور بہن ہیں تو مسماۃ امیر نشان کو اس کی وارثت سے
 حکم وان كانوا اخوة سرجالاً و نساء فللذکر مثل حظ الانثیین "ایکڑ ملیں
 اور سنی محمد علی کو چار ایکڑ ملیں گے اور جب سنی محمد علی فوت ہوا تو اس کے وارث صرف ایک لڑکا
 اور ایک لڑکی ہے تو پہلی آیت کی رو سے لڑکے کو ۶ ایکڑ دکان ۲ مرلے اور ۶ سہاہی لڑکی
 کو ۳ ایکڑ ۲ کنال ۱۳ مرلے اور ۳ سہاہی ملے گا۔

میں نسخہ کا ہے ہنذا :

نظام الدین مسدا زہ و تصحیح از د

میر نشان
 $\frac{3}{5}$

محمد علی
 $\frac{6}{15}$

ہدایت محمد
 $\frac{6}{15}$

امیر نشان بہن

$\frac{۲}{۶}$

محمد علی بھائی

$\frac{۲}{۶}$

محمد علی مسئلہ از ۳

پوتا

لڑکی

لڑکا

x

۱

۲

یہ تمام مسائل اس صورت میں ہیں جبکہ کوئی اور وارث نہ ہو اور اگر سب سے نظام الدین کی بیوی اس کی وفات کے وقت موجود تھی یا ہدایت محمد کی بیوی یا محمد علی کی بیوی یا والدہ تو حکم بدل جائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد

والہ و اصحابہ اجمعین۔

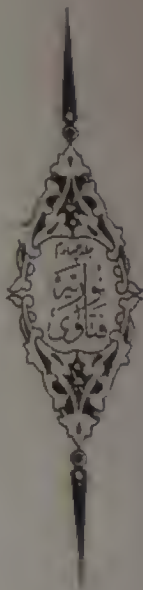
حزقہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۲۰۲ھ

۲۵-۳-۸۲

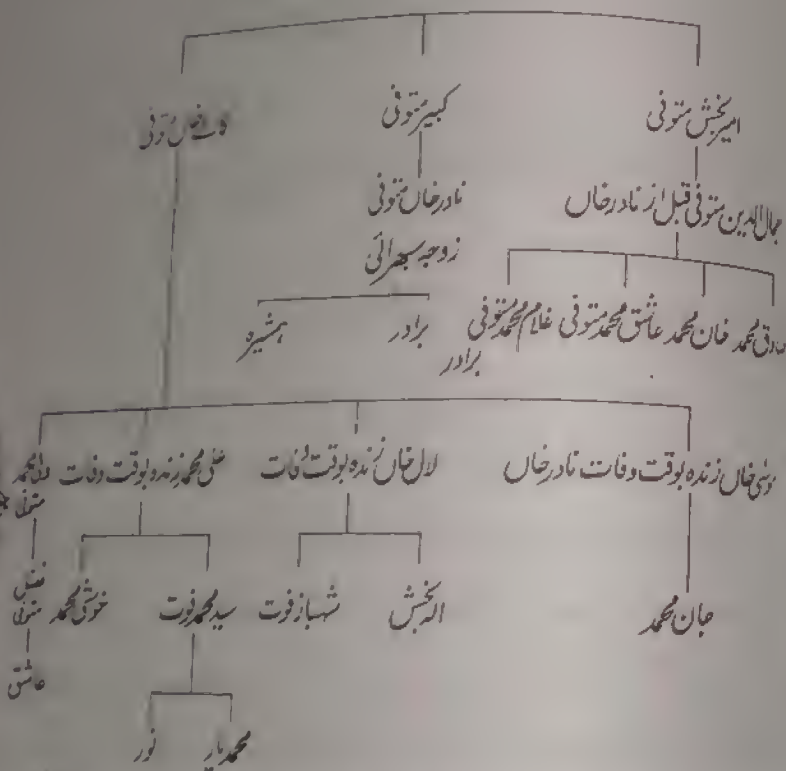
الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ ستمی مادر خال لاولد



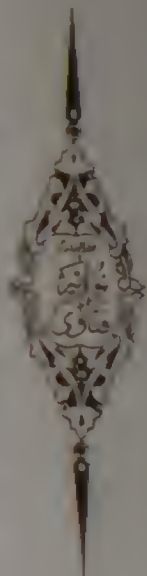
فوت ہوا اور شجرہ نسب اس کا حسب ذیل ہے۔

نقشہ خاں



انگریزی قانون کے مطابق کل جائیداد نادر خاں کا اس کی بیوی بھرائی کے ہمنشاں ہے۔
اب بھرائی مذکورہ بھی فوت ہو گئی اور اس کا ایک بھائی اور ایک بہن حقیقی زندہ ہیں لہذا دریافت غالب
یہ ہے کہ نادر خاں کی جائیداد کس طرح تقسیم کی جائے اور اس کے جدی رشتے داروں کے کوکن
سک ہیں اور بھرائی کے بہن بھائی بھی کچھ حق رکھتے ہیں یا نہیں؛ بینو تو جبرور
سائل؛ خوشی محمد از صاخر وال

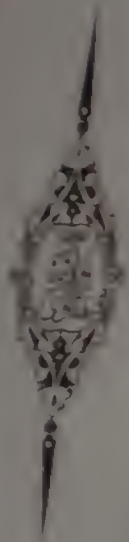
سہ ماہ سہ ماہی بری ستونی کے گل مال مویش کی چوتھی کی سمت ہے نہ رب ملین کا
 رشاد ہے و نہر نہ رع مت ترکم اس نام سے لکھ و نہ دس کم
 چارم اور ستیان سے خاں دل خاں علی محمد خاں باقی تین حصوں کے بارہ حصوں میں قرآن
 میں ہے نہ جل صلب متسرت نہ الدرد و اندسوں اور دسوں
 کیونکہ ناو خاں کے قربوں یعنی زیادہ فریبی رشتہ دار اس کی وفات کے وقت سے ہی ہے
 شریف و مذہب ہیں سنت و انجاعت کی حقہ مبارک کا یہی فیصلہ ہے۔ حدیث صحیح بخاری و
 صحیح مسلم میں ہے فلا وفی حل دیکھ مر جیم میں ہے نہ مع لہ حد حصہ
 عدم نہ لد و ولد اس میں ۱۰ فیصد میں ہے و حواء حد
 اقرب فال اقرب اور جب سہ ماہی و مے خاں وغیرہ فوت ہو چکے ہیں تو ان کے وارث
 ہی حقہ میں نہیں۔ بل ماکہ و ماہ سے سہ ماہی کا چہارم حصہ بن اور بھائی کا ہے چہارم کو تیسرا
 بن اور دوسرے بھائی کے میں اور مے خاں علی محمد خاں دل خاں کے وارث بن
 نرینہ و ماہ حسب دستور یعنی لڑکے کے دو حصے اور لڑکی کا ایک حصہ۔ ان کی بیویوں کا
 آٹھواں آٹھواں حصہ و خضیکہ وارث کی وفات کے وقت جو زندہ ہو وہی وارث بنے
 مردہ وارث نہیں ہو سکتا لہذا بھول الدین خاں علی محمد خاں ناو خاں کے وارث



ہیں ہو سکتے اور جب وہ وارث نہ ہوئے تو ان کی اولاد غیر وکیلت بن کر
واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اسم واحد وصلی اللہ
تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم

عمرہ الغفریہ المبرکۃ فی الزمان النبوی محمد

۱۰ این سال شدت میر





بَابُ مَسَائِلِ الشَّتَى

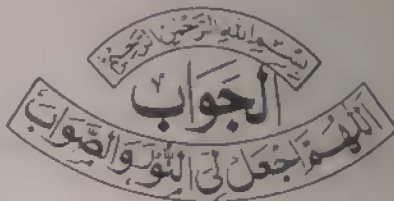
الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر ایسے مسئلہ کہ دربار حضرت خواجہ عبد الحکیم صاحب کے
مجاوریاں محمد دین متوفی کے تین بھائی مجاوری سے بے دخل ہیں۔ باب ن کے نوٹنگی کے بعد
محمد فاضل پشیر مجاور اور خادم ہے مگر ایک چچا کی لڑکی تنگ کرتی ہے در حق در اشتہار گئی ہے
اس کا باپ فوت ہو چکا ہے اور دو چچے محمد فاضل کے زندہ ہیں جنہوں نے تحریر کر دیا ہے کہ باپ
کوئی حق نہیں اور نہ ہی ہمارے بھائی احمد دین لڑکی مدعیہ کے باپ کا کوئی حق تھا۔ جامہ دین غیر
کوئی شے نہیں صرف چرائی اور کچھ غلہ لوگ بطور خود دے دیتے ہیں در دیتے کبھی محمد فاضل کو

ہیں انکی اندر یہ صورت محمد بن متوفی چچ محمد فاضل کی لڑکی کا دعویٰ حق وراثت صحیح ہے یا نہیں؟

— سوال نو حرو —

سائل : محمد فاضل از دربار خواجہ عبد الکریم صاحب ایک ۳۴ بھیس کا کپڑا بیعت کر کے



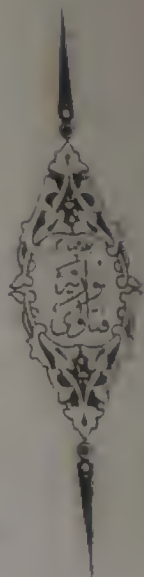
اگر سوال صحیح اور واقعی ہے تو بچا کی لڑکی کا دعویٰ غلط ہے اور اس کا کوئی حق نہیں کہ حق وراثت ترکہ میں ثابت ہوتا ہے اور ترکہ اس مال کو کہتے ہیں جو مرنے والا چھوڑے اور کسی دوسرے کا حق اس پر نہ ہو، تعریفات ص ۴۹ میں ہے ہوا المال الصافی عن ان يتعلق حق الغیر بعینہ تو ثابت ہوا کہ یہ حق چراغی وغیرہ چونکہ مال نہیں تو ترکہ بھی نہیں لہذا لڑکی کا کوئی حق نہیں اور بالخصوص جب اس کے والد احمد دین کا بھی اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا تو لڑکی کا کیسے حق ہو سکتا ہے، پھر جب لوگ اپنا مال تین غلہ نقدی دیتے ہی محمد فاضل کو ہیں تو لڑکی کیوں مانگتی ہے، بہر حال لڑکی کا کوئی حق نہیں۔

والله تعالى اعلم وعلمه جل مجدہ اتمم واحکم وصلی اللہ

تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وسلم۔

عزیز الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ العباسی غفرلہ

اروی القعد المبارکہ



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سید علی شاہ صاحب دہلی
اہم شاہ صاحب نے اپنے تین بیٹوں مستیان سید حیدر شاہ، سید زمان شاہ، سید میر شاہ
اپنی جائداد منقولہ و غیر منقولہ برابر ایک کورور و گواہاں کے بھندہ براہ تعمیر کر دیا و مالک قبضہ بنایا
اور آپ اپنے بڑے بیٹے سید حیدر شاہ کیساتھ گزر گئے رہے اور بڑے بیٹے سید حیدر شاہ کو چھوٹے
کے بعد قضاء الہی سے فوت ہو گیا پھر بھی سید سردار شاہ صاحب حیدر شاہ کی وراثت میں ان کے
اپنے پوتے جن کے ساتھ گذر اوقات کرتے رہے جس طرح اپنے پنے بڑے کوہ لکھنیا
اسی طرح پوتوں کو بھی جائداد کا مالک بنایا گیا اور پوتوں کے ساتھ گذر اوقات کرتے رہے
حتیٰ کہ سید سردار شاہ صاحب کی اہلیہ محترمہ کا انتقال بھی پوتوں کے ہاتھوں میں ہی ہوا
اور سید سردار شاہ صاحب کا انتقال بھی ان ہی پوتوں کے ہاتھوں میں ہوا اور پوتوں نے
ان کا کفن و دفن اچھے رسم و رواج سے کیا جنکے نام مندرجہ ذیل ہیں۔
احمد علی شاہ، فرزند علی شاہ، نادر علی شاہ وغیرہ

غرضیکہ ان تینوں کورور و گواہاں جس طرح اپنے بڑے کے سید شاہ کوہ لکھنیا تھا اسی طرح ان کی
اولاد کو بھی اسی جائداد کا مالک قابض بنایا اور تصور کیا، گواہاں کے نام حسب ذیل ہیں:

۱۔ میاں سردار علی ولد میاں محمد دین محب علیکا

۲۔ میاں سرفراز ولد میاں احمد بخش میانہ

۳۔ سید حامد حسین ولد سید شہباز حسین

۴۔ سید ذاکر حسین ولد سید خادیم حسین نمبردار

۵۔ سید محمد عباس شاہ ولد سید محمد حسین شاہ، سجادہ نشین شیر گڑھ

۶۔ سید فیض علی شاہ ولد سید محمد علی شاہ

۷۔ قاضی غلام علی ولد قاضی قائم الدین انصاری

۸۔ حافظ محمد دین ولد مولوی غلام حسین صاحب بھٹی وغیرہ

ان کے علاوہ تمام خلع منگرمی کے زمینداروں اور رعایا لوگوں کو بھی ملزم معلوم

کرتیہ سردار شاہ صاحب اپنے پوتوں کو ملک بنا گئے ہیں۔

العبد

سید محمد علی شاہ ولد سید سید شاہ، قصبہ شیر گڑھ ۴۵۹

گروہ

گروہ

گروہ

سید محمد علی شاہ نمبر ۱۰

حامد حسین بختلہ خود

غلام علی ولد قائم الدین بختلہ خود

گروہ

گروہ

سید فیض علی شاہ بختلہ خود

حافظ محمد دین بختلہ خود

نوٹ : سائل نے زبانی بیان کیا کہ سید سردار شاہ صاحب نے اپنی صحت و درستی

بخوش و خوش میں پوتوں کو ملک و قابض بنایا اور کئی سال اپنے پوتوں کے پاس رہ کر

فوت ہوئے تو کیا ایسی صورت میں سردار شاہ صاحب کے بڑے پوتوں کو بے دخل کر سکتے ہیں،



شرمایہ میر ہے جو قبضے مکمل ہو گیا فتاویٰ مالک ج ۲ ص ۲۸۲ میں ہے قول

ہدۃ الدلائل و ہدۃ الاصلہ ہدۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 لے جایا زین تیرے لئے ہے۔ پیہر ہے۔ لہذا اسے نیکو کہتے ہیں کہ
 صلی اللہ علیہ وسلم و لہذا صاحب و لہذا مسلم

خبر الغیب : الخیر مولا علیؑ

نور اللہ علیہ السلام

و

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شریعتین اس مسئلہ کے بارے میں یا رحمہما رحمہم
 نے ترک میں بیس ایکزاراضی جس میں ٹیوب میں لگو ہوتا چھوڑ دینی اس کی بدعت ہو تین
 ٹکے اور در لڑکیاں تھیں جن میں مذکورہ ارضی بعد بن و لون شہیت تھیں گئی ہے جس
 وقت بعض ہیں مگر ترکے کہتے ہیں کہ ٹیوب وہاں میں بیروہ در لڑکیاں تھیں انہیں میں صریح
 ٹیوب دلیل بھی یہ احمد شاہ مذکور نے خود لگو یا تھا اس کے متعلق حدیث قرآن کریم
 میں صریح فرماتیں کہ بیروہ در لڑکیاں ٹیوب وہاں میں تھیں انہیں بائیں بائیں کی

میں نوازش ہوگی۔ فقط

مخانب: سمات بیوہ سید احمد شاہ مرحوم اور لڑکیاں
کئی پیر احمد شاہ داخلی مابین تحصیل دیپ اپو ضلع ساہیوال

۲۱-۱۱-۷۹



از روئے قرآن کریم اور حدیث پاک ترکہ کی ہر ایک چیز میں تمام وارثوں کا
حق ہے جبکہ قرض اور وصیت نہ ہو، اگر قرض و وصیت ہو تو ادائیگی قرض و وصیت
حسب دستور شرع اطہر کے بعد بھی باقی ترکہ میں سب وارث حقدار ہیں۔ قرآن کریم میں ہے
یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین اور یونی حدیث پاک
صحیح بخاری وغیرہ کتب فقہ میں مصرح و مشرّع ہے۔

واللہ اعلم بالصواب و صلی اللہ علی سیدنا محمد و
آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۳۰ ذوالحجۃ المبارک ۱۳۹۹ھ

۲۱-۱۱-۷۹



الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بجز اس مسئلہ کے نہایت
امیر بی بی کی شادی مسئے فضل محمد سے عرصہ تقریباً ۳۵ سال قبل ہوئی تھی۔ شادی کے بعد
مسئے فضل محمد خاوند نے اپنی بیوی کو اپنی زمین ملک کے کام احمد بطور تملیک زبانی واسطے گزارہ
تاحیات منتقل کر دیا۔ اب مسئمی امیر بی بی عرصہ دس بارہ سال سے عدم پتہ ہے۔ جس کی
فوتیگی کی تصدیق نہیں ہو سکتی اور فضل محمد کو بھی ۱۹۶۱ء میں فوت ہو گیا تھا جس محمد کے ہم بھائی
زندہ ہیں اور مسماۃ امیر بی بی کا ایک بھائی اور بہن زندہ ہے لہذا مذکور جائیداد (تملیک زبانی
واسطے گزارہ) کے برائے شرع محمدی کون کون حقدار ہیں۔

السائل

سید محمد عبدالغفار شاہ غفرلہ

سکنہ ساہو کا تحصیل لریو

ضلع دہاڑی



اگر یہ سوال صحیح ہے تو امیر بی بی کی وفات کے بعد ہی اس کا فیصلہ ہو سکتا ہے

در اگر شہادت سے وفات ثابت نہ ہو سکے تو اس کی پیدائش سے پورے نوے سال گزر جائے
 موت کا حکم ہو گا تو اس کی ملکیت اراضی وغیرہ کے وارث اس کے بہن بھائی بن جائیں اور ہم بطور
 گزارہ ہتھی اس کے وارث فضل محمد دارالخبرہ میں کما فی مکتب المحدثہ میں لکھوا دیے
 وغیرہ

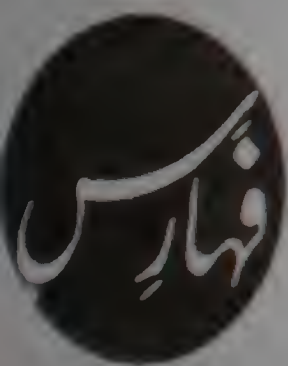
و اللہ تعالیٰ علیم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الرحمہ

دارت و سلم

مرہ خفیہ البرکۃ محمد زکریا عیسیٰ علیہ

۵ شعبان ۱۲۷۴ھ ۲۹-۶-۸۰





فهرست آیات مبارکه

12/41	وَأَنذِرْ بِعَذَابِ الْغُلَّاقِ
124/2	وَمَنْ جَاهِلٌ بِمَا نَزَّلْنَا مِنْ كِتَابٍ فَأَنذِرْهُ عَذَابَ النَّارِ
8/23	وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ
1/5	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْإِسْلَامُ
9/4	وَاللَّهُ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّقُوا الْأَسْوَاقَ
275/2	إِنَّمَا اللَّهُ الْغَنِيُّ
29/4	وَالَّذِينَ آمَنُوا وَتَرَاةَ عَذَابِ اللَّهِ
101/5	إِنَّمَا عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ
278/2	وَالَّذِينَ آمَنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مِنَ الْكِتَابِ



٢٠. قال لا تعملوا فادنا العزب عن الله ،

١٨٩ 276 / 2

١٩٩ 279 / 2

2١0 128 / 4

رسوله

١١١- لا تعلمون ولا تعلمون

١١٢- و تصيح هو

١١٣- و ضيكم اضيق لا لا اناكم تذكروا

خط لاسي

١٩٠ 235 / 4

١٩١ 236 / 4

١٩٢ 237 / 4

١١٤- لا ارحل حسبه فما اركب في العباد و

لا اركب و لا اركب حسبه فما اركب في العباد و

١١٥- لا اركب في العباد و لا اركب حسبه فما اركب في العباد و

١١٦ 238 / 4

١١٧ 329 - 320

١١٨ 350 - 356

١١٩ 368 - 364

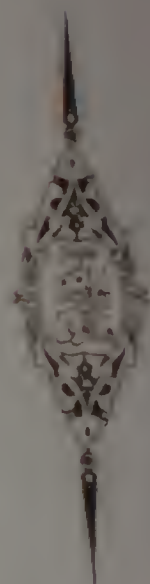
١٢٠ 381 - 374

١٢١ 443 - 390

١٢٢ 509

١٢٣ 254 / 4

١٢٤- من عذر حسبه عاصي بها في العباد



١٦ - ولا يوتي لكل واحد منهما السبق

١١/4 200'228

١٧ - فحينئذ يقر لكم

12/4 200'278

200'300

200'325

300

١٨ - والى مكان واحد فيها السبق

11/4 200'278

200'290

200'305

200'320

١٩ - من فرغ مما تركه له بكر

11/4 200'288

200'300

200'310

200'320

11/4 200'288

٢٠ - ولا يثبت

200'320

٢١ - ولكم نصف ما لم يتركه لكم

بكر من ذلك

12/4 200'305

٢٢- وان كن لساء فوق اثنتين فبهن تطلقا ما

ترك

٢٣- هو الذي حتى لكم ما في الارض جميعا

٢٤- لا يحل لكم ان ترثوا النساء كرها

٢٥- وان كان له اخوة فلامه السادس

٢٦- ان امراء هلك ليس له ولد وله اخوات

فبها نصف ما ترك و هو يرثها ان لم يكن لها

ولد فان كانت اثنتين فبهما النصف مما ترك



فهرست احادیث مبارکه

۱- ایهاکم و الطن فان الطن آداب الحديث

۲- من قال عرفا فبانه من نبي له يقبل له

صده اربعه ليله

۳- طهر قلبه ما حدث حتى ياتي

۴- لا ضرر ولا ضرار

۵- ان الله

۶- يهيى الله مع الذهب بالذهب

۷- لا تبعوا الذهب بالذهب

۸- يهيى رسول الله ﷺ مع الورق بالورق

۹- ايها الناس ثلاث اذا حدث كذب واد

وعد الخلف واد الاول حال

۱۰- ايها الناس ثلاث وان صدم وصرى

رغم الله مسلم لا حدث كسار

(الحديث)

۱۱- لا اله الا الله من لا امانة له ولا دين له ولا

عهد له

۱۲- ما راو السموول حسنا لهم عند الله



146

151

١٤٨- البراءة بعد حرا اليه هذا في مكيح

190

١٤٩- من اني ارسلتني عليه فانه يقضى من

190

لما له ٠٠٠٠٠ اح

233

١٦- ان الله اعلم الناس

278

١٧- ان الذين في الوصية

296'293'278

١٨- اجمعوا الاحياء مع البهائم غصنة

١٩- احذوا الله انص باهلها فما بقي فهو

'350'305'303

لاولى رجل ذكر

'364'362'353

490

٢٠- والترك ان اس ولم يترك الله فاس الا ان

350

له له لاين

286'282

٢١- ولم يكن له يومئذ الا الله

٢٢- لالة النصف و لالة الا ان السدس

283

الصفة من

'381'320'290

٢٣- ما جنة الله ولاولى ولاولى رجل ذكر

546'383



٢٥ - لا وصة له / ت

٢٦ - من ترك مالا فليورثه

٢٧ - احقروا النمل والنس - هبها لغيره

ليرض ولاوى رجل ذكر

٢٨ - وان اعياك شئ الام بكسر لونه

العلات الرجل يرت احاد لايه واهه دون احاد

لايه

٢٩ - الحلال ما احل الله و الحرام ما حرم الله

و ما سكت عنه فهو مما عفى عنه

٣٠ - و ما سكت عنه فهو عافيه فاقبلوا من

الله عافيته فان الله لم يكن بسا

٣١ - انظروا اكبر رجل من نمرعة

٣٢ - وما بقى فلا تحت

٣٣ - النصف للابنة والنصف للاخت

٣٤ - من رأى ملكم منكرا فليعده سده وان لم

يستطع فليسانه

٣٥ - يسمونها (عسى اللحم) عسى

فيسحلونها

٣٦ - لا ربوا بين المسلمين و بين أهل الحرب

189

١٨٩- ان يخلص من الله فهو ربا

189

١٨٩- ان يخلص من الله فهو ربا

١٨٩- ان يخلص من الله فهو ربا

189

١٨٩- ان يخلص من الله فهو ربا

١٨٩- ان يخلص من الله فهو ربا

189

١٨٩- ان يخلص من الله فهو ربا

١٨٩- ان يخلص من الله فهو ربا

١٨٩- ان يخلص من الله فهو ربا

189

١٨٩- ان يخلص من الله فهو ربا

١٨٩- ان يخلص من الله فهو ربا

190

١٨٩- ان يخلص من الله فهو ربا

199

١٨٩- ان يخلص من الله فهو ربا

257

١٨٩- ان يخلص من الله فهو ربا

١٨٩- ان يخلص من الله فهو ربا

366

١٨٩- ان يخلص من الله فهو ربا

503

١٨٩- ان يخلص من الله فهو ربا

412

١٨٩- ان يخلص من الله فهو ربا

مآخذ و مراجع

01 القرآن الکریم

احادیث

02 صحیح بخاری ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری 'م 256ھ

اصح الطائغ 'دہلی' 1397ھ

03 صحیح مسلم مسلم بن حجاج قشیری 'م 261ھ

اصح الطائغ 'دہلی' 1349ھ

04 سنن ابو داؤد ابو داؤد سلیمان بن اشعث حسلی 'م 275ھ

مجیدی 'کانپور' 1341ھ

05 سنن ترمذی ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی 'م 279ھ

علیمی 'دہلی' 1350ھ

06 سنن ابن ماجہ ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ 'م 273ھ

اصح الطائغ 'دہلی' 1372ھ

07 موطا امام مالک امام مالک بن انس اصمعی 'م 279ھ

دارالاشاعت 'کراچی' 1372ھ

ابو محمد عبد الله بن عبد الرحمن سمرقندی داری، م
255ھ

08 سنن داری

نظامی، کانپور، 1293ھ

ابو الحسن علی بن عمر دارقطنی، م 385ھ
فاروقی، دہلی، 1310ھ

09 سنن دارقطنی

10 مستدرک

ابو عبد الله محمد بن عبد الله حاکم، م 405ھ
دائرة المعارف، حیدر آباد، 1334ھ

علی الصحیحین

11 السنن الکبریٰ (سنن
بیہقی)

ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، م 458ھ
دائرة المعارف، حیدر آباد، 1344ھ

ابو عبد الله محمد بن عبد الله خطیب بغدادی، م 740ھ
اصح المطابع، دہلی

12 مشکوٰۃ المصابیح

ابو محمد محمود بن احمد حنفی عینی، م 855ھ

13 عمدة القاری (عینی)

دار الطباعة، عامرة، مصر، 1308ھ / منیریہ، بیروت،
1348ھ

شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی، م 852ھ
بہمن، مصر، 1348ھ

14 فتح الباری

علامہ احمد بن محمد قسطلانی، م 923ھ
بولاق، مصر، 1285ھ

15 ارشاد الساری

شیخ عبد الحق بن سیف الدین محدث دہلوی، م
1052ھ

16 اشعة اللمعات



17 کنز العمال فی سنن
الاقوال و الافعال

علاء الدین علی متقی ہندی، م 975ھ
دائرة المعارف، حیدر آباد، 1312ھ تا 1344ھ

تفاسیر

18 معالم التنزیل

ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی، م 516ھ
تجاریہ کبریٰ، مصر، 1357ھ

19 مفاتیح الغیب، تفسیر کبیر

امام فخر الدین بن محمد بن عمر رازی، م 606ھ
بہیمہ، مصر، 1357ھ

20 انوار التنزیل و اسرار

التاویل (بیضاوی)
ابو سعید عبد اللہ بن عمر قاضی بیضاوی شافعی، 685ھ
692ھ

نولکشور، لکھنؤ، 1282ھ

21 مدارک التنزیل و

حقائق التاویل
ابو البرکات عبد اللہ بن احمد محمود نسفی، م 710ھ
عمسی بابی حلبی، مصر، 1357ھ

22 لباب التاویل فی معانی

التنزیل (خازن)
علی بن محمد بغدادی صوفی خازن، م 741ھ
تجاریہ کبریٰ، مصر، 1357ھ

23 ارشاد العقل الى مزاي

الكتاب الكريم (ابو سعود)

علامه ابو سعود بن محمد عمادی، م 982ھ

ج 1 تا 3، طبع اول، حینیہ، مصر

ج 4 تا 8، طبع ثانی، عامرہ شرقیہ، مصر

جلال الدین محمد بن احمد محلی شافعی، م 864ھ /

جلال الدین عبد الرحمن بن ابو بکر سیوطی شافعی، م

911ھ

مجیدی، دہلی

ابو سعید شیخ احمد ملا جیون، م 1130ھ

علیمی، دہلی، 1349ھ

25 تفسیرات احمدیہ

26 روح البیان فی تفسیر

القرآن

شیخ اسماعیل حق، م 1137ھ

عثمانیہ، 1330ھ

27 الفتوحات اللہیہ

(تفسیر جمل)

سلیمان بن عمرو عجیلی شافعی، م 1204ھ

عیسیٰ بابی حلبی، مصر

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی، م 1225ھ

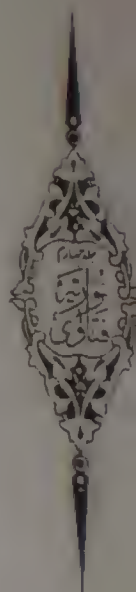
ندوة المصنفین، دہلی

28 تفسیر مظہری

شیخ احمد بن محمد صاوی مالکی، م 1241ھ

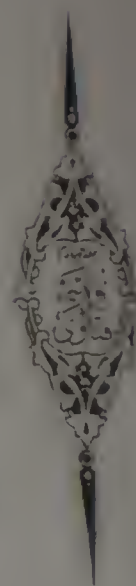
مطبع ازہریہ، مصر، 1348ھ

29 تفسیر صاوی



- 30 مبسوط سرخسی محمد بن احمد بن ابوسهل سرخسی، م 483 هـ
السعلاة، مصر، 1331 هـ
- 31 مختصر القدوری ابوالحسن احمد بن محمد قدوری بغدادی، م 428 هـ
اصح المطالع
- 32 هداية بهان الدين علي بن ابو بكر مرعشلي، م 593 هـ
مجتبائی، دلی، 1350 هـ / میمنه، مصر، 1307 هـ
- 33 كفاية مولانا جلال الدين خوارزمي، م 711 هـ
میمنه، مصر، 1307 هـ
- 34 عینی علی الهدایه (بنایه) علامه بدر الدین محمود عینی، م 855 هـ
نولکشور، دلی، 1293 هـ
- 35 فتح القدير كمال الدين ابن همام محمد بن عبد الحميد محقق علی
الاطلاق، م 861 هـ / میمنه، مصر، 1307 هـ
- 36 عنایه محمد بن محمود بابرقي، م 786 هـ / میمنه، مصر، 1307 هـ
- 37 قاضی خاں (خانیه) حسن بن منصور بن محمد اوزبندی، م 592 هـ
نولکشور، لکهنؤ، 1344 هـ
- 38 جوهره نیه ابو بکر بن علی حدادی عبادی خفی یمنی، م 800 هـ
محمود بک، آستانه، 1301 هـ
- 39 غرر الاحکام منلا خسرو محمد بن فراموز، م 885 هـ
در سعادت، مصر، 1329 هـ

- 40 درر الحکام 885ھ منلا خسرو محمد بن فراموز، م 885ھ
در سعادت، مصر، 1329ھ
- 41 ملتقى الآخر شيخ ابراهيم بن محمد حلبى، م 956ھ
عامره، مصر، 1319ھ
- 42 مجمع الانهر محمد بن سليمان شيخ زاده، م 1078ھ
عامره، مصر، 1319ھ
- 43 در المنتقى علاؤ الدين محمد بن على حصكفى، م 1088ھ
عامره، مصر، 1319ھ
- 44 تبين الحقائق فخر الدين ابو محمد عثمان بن على زيلعى، م 743ھ
اميريه، مصر، 1313ھ
- 45 جامع الفصولين محمود بن اسراييل ابن قاضى ساونه، م 823ھ
كبرى اميريه، مصر، 1300ھ
- 46 بزازيه محمد بن محمد بن شهاب ابن بزاز كودرى، م 828ھ
كبرى اميريه، مصر، 1310ھ
- 47 سراجيه سراج الدين على بن عثمان الفرغانى اوشى، تمثيل
كتاب، 569ھ
- 48 بدائع صنائع نولكشور، لكهنؤ، 1344ھ
ملك العلماء علاؤ الدين ابو بكر بن مسعود كاسانى، م 587ھ
جمالیه، مصر، 1328ھ
- 49 خلاصه الفتاوى (مجموعه الفتاوى)
طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخارى، م 542ھ



ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمد سلفی، م 710ھ
اسلامیہ، لاہور 1345ھ

51 بحر الرائق

زین الدین بن ابراہیم بن نجم، م 970ھ
دار الکتب العربیہ، مصر 1333ھ

52 تکملہ بحر الرائق

محمد بن حسین بن علی طور، م 1137ھ
دار الکتب العربیہ، مصر 1334ھ

53 فتاویٰ خیرہ

شیخ خیر الدین بن احمد رٹی، م 1081ھ
در سعادت، 1312ھ

54 فتاویٰ برہنہ

نصیر الدین میناکی
نولکشور، لکھنؤ 1914ء

55 میزان شعرانی

سیدی عبد الوہاب بن احمد شعرانی، م 973ھ
مصطفیٰ البابی حلبی، مصر 1354ھ

56 رحمہ امامہ

شیخ محمد بن عبد الرحمن (دمشق شافعی)، تکمیل کتاب،
780ھ

مصطفیٰ البابی حلبی، مصر 1354ھ

57 عالمگیری

ملا نظام الدین برہان پوری وغیرہ
مجیدی، کانپور 1350ھ

58 تنویر الابصار

محمد بن عبد اللہ ترمذی غزی، م 1004ھ
عثمانیہ، در سعادت، مصر 1324ھ

59 تنویر الابصار

محمد بن عبد اللہ ترمذی، م 1004ھ

احمدی، دہلی، 1280ھ

60 در المختار

علاء الدین حصکفی، م 1088ھ

عثمانیہ، در سعادت، مصر، 1324ھ

احمدی، دہلی، 1280ھ

61 رد المحتار (شامی)

سید محمد امین ابن عابدین (شامی)، م 1252ھ

عثمانیہ، دار سعادت، مصر، 1324ھ

62 طحطاوی علی الدر

سید احمد بن محمد طحطاوی، م 1231ھ یا 1237ھ

عامرہ، مصر، 1252ھ

63 شرح وقایہ طبع مع

عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ، م 747ھ

چلپی

نولکشور، لکھنؤ، 1326ھ

64 العقود الدریہ (فتاویٰ)

علامہ شامی، م 1252ھ

حامیہ

میمنہ، مصر، 1310ھ

حضرت فقیہ اعظم مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی، م

65 فتاویٰ نوریہ

1403ھ

فرائض

66 سراجی (فتاویٰ سراجیہ) سراج الدین محمد بن عبد الرشید سجاوندی حنفی، م

590ھ

سعید، کراچی، 1375ھ



سید میر شریف جرجانی، م 816ھ
کاشن آمدی، 872ھ، معجانی، ری، 1341ھ

متفرقات

68 التعریفات سید میر شریف علی بن محمد جرجانی، م 816ھ

شرکہ مکتبہ، مصر، 1357ھ

69 الاشباہ والنظائر زین الدین ابراہیم ابن نجیم، م 970ھ

نولکشور، کائنات، 1915ء

70 ثلاثین شامی غلامہ شامی، م 1252ھ

در سعادت، مصر، 1325ھ

71 نشر العرف فی بناء بعض

الاحکام علی العرف غلامہ شامی، م 1252ھ

در سعادت، مصر، 1325ھ

